مجلّہ ’’نعت رنگ‘‘ کے تنقیدی مباحث کا مطالعہ

(مقالہ برائے ایم فل اُردو)

سیشن: ۲۰۱۷۔۲۰۱۵ء

مقالہ نگار

اقصیٰ سلطانہ

رول نمبر: PURDF15EM12

نگران مقالہ

ڈاکٹر محمد یار گوندل

اُستاد شعبہ اُردو

شعبہ اُردو

یونی ورسٹی آف سرگودھا

انتساب

ڈاکٹر محمد مصباح الرحمٰن (شریکِ زندگی) اور اپنے پیارے بچوں محمد ہشام، مشکوۃ مریم، مناف احمد کے نام

بیان حلفی

میں اقرار کرتی ہوں کہ یہ مقالہ ''**مجلّہ ''نعت رنگ'' کے تنقیدی مباحث کا مطالعہ**'' میری ذاتی محنت اور کاوش کا نتیجہ ہے مزید یہ کہ اس موضوع پر کوئی مقالہ اس سے پہلے کسی بھی یونی ورسٹی میں ایم فل کی ڈگری کے لیے جمع نہیں کروایا گیا۔

اقصیٰ سلطانہ

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ اقصیٰ سلطانہ ایم فل اُردو، رول نمبر PURDF15EM12، میقات ۲۰۱۵ـ۲۰۱۷ء نے میری نگرانی میں تحقیقی وتنقیدی مقالہ برائے ایم فل اُردو بعنوان ''مجلّہ ''نعت رنگ'' کے تنقیدی مباحث کا مطالعہ'' مکمل کیا ہے۔ جس کی باقاعدہ اجازت شعبۂ اُردو کے بورڈ آف سٹڈیز کے اجلاس منعقدہ ۲۰۱۷ء میں دی گئی تھی۔

میں ذاتی طور پر ان کے کام سے مطمئن ہوں اور انھیں یہ مقالہ شعبۂ اردو یونی ورسٹی آف سرگودھا میں جمع کرانے کی اجازت دیتا ہوں اور ان کے زبانی امتحان کے انعقاد کی سفارش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد یار گوندل

شعبۂ اُردو یونی ورسٹی آف سرگودھا

فہرست ابواب

باب اول:

اُردو نعت گوئی کی روایت — صفحہ نمبر 1

باب دوم:

''نعت رنگ'' تاریخ اور ارتقا — صفحہ نمبر 21

باب سوم:

''نعت رنگ'' کے تحقیقی مضامین کا مطالعہ — صفحہ نمبر 42

باب چہارم:

''نعت رنگ'' کے تنقیدی مضامین کا طالعہ — صفحہ نمبر 82

باب پنجم:

محاکمہ — صفحہ نمبر 128

پیش لفظ

''نعت رنگ''ایک جامع اور ہمہ جہت رسالہ ہے جس میں تحقیق نعت ،تنقید نعت اور نعتیہ فکر وفن کا سبھی سرمایہ یک جا شکل میں محفوظ ہے۔''نعت رنگ'' فکری اعتبار سے قابل توجہ جریدہ ثابت ہوا ہے۔''نعت رنگ'' نے پرانی لکیر کو نہیں پیٹا بلکہ نعت کی پیش کش کا نیا انداز نکالا ہے۔

''نعت رنگ'' میں نعت گوئی کی تاریخی، فکری، جمالیاتی اور فنی پہلوؤں کے بارے میں بصیرت افروز مباحث ملتے ہیں۔ ''نعت رنگ'' عصر حاضر کی نعت نگاری کی بھر پور نمائندگی کرتا ہے اس کا نعتیہ سرمایہ قابل تحسین ہے۔

''نعت رنگ'' کی اس مقبولیت کی وجہ سے میں نے اپنے ایم۔فل کے مقالہ کے لیے اس رجحان ساز ادبی جریدے کا انتخاب کیا۔ میرے مقالے کا موضوع ''نعت رنگ'' کے تحقیقی وتنقیدی مباحث: ایک مطالعہ'' ہے، اگرچہ یہ ایک مشکل کام تھا کہ ''نعت رنگ'' کے تمام شماروں کو تلاش کیا جائے۔ اس مشکل کام کو آسان بنانے میں ڈاکٹر غفور شاہ قاسم ایسوی ایٹ پروفیسر ایف۔سی یونیورسٹی لاہور کا تعاون اول تا آخر میرے ساتھ رہا۔ انہوں نے مواد کی فراہمی میں میری بھر پور مدد کی۔ ہمارے اس مقالے سے قبل شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ کی ایک طالبہ حلیمہ بی بی نے ''نعت رنگ'' کی ادبی خدمات کے حوالے سے ایم۔فل کی سطح کا تحقیقی مقالہ ڈاکٹر محمد سفیان کی نگرانی میں مکمل کیا۔ مقالہ نگار نے اپنے نگران کی رہنمائی میں نعتیہ ادب کے فروغ میں رسالہ ''نعت رنگ'' کی ادبی خدمات کا مطالعہ پیش کرتے ہوئے اپنی تحقیقی اور تنقیدی بصیرت کا ثبوت دیا۔

یہ مقالہ نعت ریسرچ سنٹر، کراچی کے زیر اہتمام شائع کیا جا رہا ہے۔ زیر نظر مقالے کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا باب ''اردو نعت گوئی کی روایت آغاز اور ارتقاء'' کے بارے میں ہے۔

دوسرے باب میں ''نعت رنگ'' کے پچیس شماروں کا اجمالی تعارف پیش کیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں ''نعت رنگ'' کے تحقیقی مشمولات کا تفصیل سے تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

چوتھے باب میں ''نعت رنگ'' کے تنقیدی مضامین کا جائزہ لیا گیا ہے۔

آخری باب میں گزشتہ ابواب میں اٹھائی گئی بحثوں کا ماحصل پیش کیا گیا ہے۔

اس سارے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میرے نگران ڈاکٹر محمد یار گوندل شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سرگودھا نے میری بہت مدد کی۔ انہوں نے محنت اور محبت سے میری رہنمائی کی۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر شفیق آصف، اسسٹنٹ پروفیسر، سب کیمپس میانوالی، یونیورسٹی آف سرگودھا کی بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے وقتاً فوقتاً میری رہنمائی کی۔ میں اپنی اس کوشش میں کتنی کامیاب ہوں اس کا فیصلہ قارئین کریں گے۔

اقصیٰ سلطانہ

متعلمہ ایم۔فل (اُردو)

باب اول

اُردو نعت گوئی۔ روایت

اُردو نعت گوئی۔ روایت

صنف شاعری میں نعت ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔نعت (ن۔ع۔ت) عربی زبان کا ایک مادہ ہے جو عام طور پر وصف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔نعت کے معنی وصف کے ہیں خصوصاً آپ کسی چیز کے وصف میں مبالغہ سے کام لیں تو اس وقت نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے وصف میں جو کچھ کہا جائے اُسے بھی نعت ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔وصف بیان کرنے والے کو ناعت کہتے ہیں۔اُس کی جمع نعات ہے۔

عربی لغات میں لفظ نعت اور اُسکی دوسری نحوی صورتوں کے جو مفاہیم و مطالب سامنے آتے ہیں وہ کچھ یوں ہیں۔ (نعت) کسی چیز کو بیان کرنا اور صاف بیان کرنا وصف خاصیت کسی شے کی خوبیوں کو بیان کرنا۔عربی نعت نگاروں کے خیالات کے مطالعے سے لفظ نعت کے مفہوم کے بارے میں جو نمایاں تاثرات اُبھرتے ہیں وہ اسے اپنے قبیل کے دوسرے الفاظ مثلاً وصف،صفت،تعریف،ثناء،حمد اور منقبت وغیرہ سے منفرد اور ممتاز ٹھہراتے ہیں۔

ڈاکٹر سید رفیع دین اشفاق نے نعت کا تعارف کرواتے ہوئے لکھا ہے۔

> ''نعت کے معنی یوں تو وصف کے ہیں لیکن ہمارے ادب میں اس کا استعمال مجازاً حضرت رسول کریم سید المرسلین کے وصف محمود و ثنا کے لیے ہوا ہے جس کا تعلق دینی احساس اور عقیدت مندی سے ہو''۔[1]

قرآن مجید میں اس مادہ (نعت) کا کوئی لفظ استعمال نہیں ہوا البتہ بعض مفسرین نے قرآن کی تشریح و ترجمہ میں اس لفظ کو وصف کے معنی میں استعمال کیا ہے۔احادیث میں یہ لفظ مطلق اظہار اور بیان محض سے ہر عام اشیا و افراد کی تعریف،صفت، حالت،کیفیت،صورت احوال،علامت اور کسی چیز کی خاصیت یا کسی شخص کے حلیہ بیان میں استعمال ہوا ہے۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

> ''ادبیات اور اصطلاحاتِ شاعری میں نعت کا لفظ اپنے مخصوص معنی رکھتا ہے یعنی اس سے آنحضرت ﷺ کی مدح مراد لی جاتی ہے''۔[2]

اُردو زبان میں نعت استعمال ایک مخصوص اصطلاح کے طور پر سامنے آتی ہے یعنی اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح مراد لی جاتی ہے نعت کی اصطلاح شاعری ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کی حامل نثری تحریروں پر بھی اس کا اطلاق ملتا ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید نے نعت کے اصطلاحی مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> ''یہ لفظ اُردو تک پہنچتے پہنچتے ایک مفہوم سے وابستہ ہو چکا تھا اس لیے اُردو میں اس کا استعمال مخصوص اصطلاح کے طور پر ہی نظر آتا ہے یعنی اس سے صرف آنحضرت ﷺ کی مدح مراد لی جاتی ہے''۔[3]

نعت کی متذکرہ بالا تعریفوں کے تنقیدی جائزے سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ نعت کو حصارِ تعریف میں مقید

کرنے کی تمام کوششیں ناقص اور ادھوری ہیں۔نعت لغوی اعتبار سے حمد باری، ستائش پیغمبر، منقبت صحابہ و عالمِ اسلام اور مدح کو مشمول ہے۔

لیکن اصطلاحاً مندرجہ بالا موضوعات میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ الفاظ متعین ہیں جس طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے ہر قسم کے بیان کے لیے نعت کا لفظ استعمال ہے نعت کے اجزائے ترکیبی مدح اور اظہار محبت و عقیدت ہیں۔

نعت گوئی ایک مشکل فریضہ ہے جس سے عہدہ برآ ہونا بغیر علمی لیاقت اور بغیر منبع نعت سے والہانہ عقیدت اور پر خلوص عشق کے ناممکن ہے۔عربی، فارسی اور اُردو کے نعتیہ اثاثہ میں اپنے شعرا کی تعداد خاصی مقبول ہے جنھوں نے فنی مہارت کے ساتھ حمدیہ و نعتیہ مضامین کو اپنی نعتیہ کاوشوں میں ظاہر کیا ہے۔

عالمی نعتیہ ادب کی پہلی باقاعدہ نعت جو عربی زبان میں ہے تبع یمنی کی نعت سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تقریباً ایک ہزار سال پیش تر ایک یہودی عالم شامول کو اس ہدایت کے ساتھ حوالہ کی گئی تھی کہ اگر اُسے دیدارنبوی کا شرف حاصل ہو تو وہ اس نعتیہ مکتوب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دے۔

چناں چہ اس نعت کو حضرت ابوایوب انصاریؓ جو میزبان رسول تھے جو شامول سے اکیسویں پشت پر تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کیا۔

عالمی ادب میں نعتیہ شاعری کا باقاعدہ آغاز منشائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت عمل میں آیا ہے۔واقعہ یوں ہے کہ مشرکین مکہ میں ابوسفیانؓ، عبداللہ بن زبعریؓ، عمر بن العاصؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتے تھے۔لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جوابی ہجو کی درخواست کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو تو میں تیار ہوں، لیکن جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''علی نہیں یہ کام انصار کریں گے جنھوں نے تلوار سے میری مدد کی ہے'' [۳]

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو کہا کہ وہ ان کی ہجو کریں

نعت گو اصحاب رسول کی تعداد ایک سو کیاسی ہے۔دربار رسالت کے دوسرے معروف شاعر حضرت کعب بن زبیر ہیں جو اپنے قصیدہ ''بانت سعاد'' کی وجہ سے بہت مشہور ہیں یہ قصیدہ فتح مکہ کے بعد لکھا گیا ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں اس کے شعر نقل کئے تھے حضرت عبداللہ بن رواحہ دربارنبوی کے تیسرے اہم شاعر ہیں ''سیرت معازی'' میں حضرت حسان کے بعد سب سے زیادہ شعر ان ہی سے ملتے ہیں ان کی شاعری کا نمایاں پہلو منافقوں کی سازشوں کو بے نقاب کرنا تھا ان شعرا کے علاوہ حضرت عباس، عبداللہ بن بصری، حضرت کعب بن مالکؓ اور دوسرے کئی صحابہ کے ہاں نعتیہ شاعری کے نمونے ملتے ہیں۔

فارسی کے نعت گو شعرا نے نعت کے دامن کو بہت وسعت دی اور انھوں نے شاعری کی اس صنف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، صفات، متعلقات و مشکلات کے ساتھ آپ کے احسانات اور اس کے عالمی نتائج و مواقب پر روشنی ڈالی۔

فارسی ادب میں فردوسی سے لے کر آج تک کے شعرا نے نعتوں کا اچھا خاصا ذخیرہ تیار کر دیا۔ سنائی کی شاعری میں مسائل تصوف کا بیان ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری میں منظر نگاری، جذبات نگاری اور مرقع نگاری کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ خاقانی نے اپنی نعتوں میں مقامی رنگ، عصری ماحول اور سوانحی عناصر کو داخل کر کے نعت کو وسعت دی۔ نظامی نے اپنی نعتوں میں شیریں کلامی اور نثری تخیل کو خاص اہمیت دی۔ رومی نے معجزات نبویہ کے ذریعے عرفانی مسائل بیان کیے۔

سعدی نے سادگی اظہار، ملاحت اور لطافت کو خاص اہمیت دی۔ جامی نے نعت کو معراج کمال تک پہنچا دیا۔

فارسی کے ہندوستانی شعرائے نعت میں خسرو نے شاعرانہ توجیہات، عرفی نے آداب نعت، فیضی نے مضمون آفرینی اور اقبال نے فلسفہ اور سائنس داخل کر کے مثالی وسعت دی۔

اُردو کی پہلی با قاعدہ نعت، اُردو کی اولین تصنیف مثنوی چندائن میں جس کے تخلیق کار ملا داؤد ہیں۔ ملا داؤد سے پہلے محمود سعد سلمان شیخ فریدالدین اور امیر خسرو کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔ محمود سعد سلمان کا ہندی دیوان ناپید ہے۔ شیخ فریدالدین کے دو چار دوہرے اور اقوال تصنیف کے ذیل میں نہیں رکھے جا سکتے۔ امیر خسرو کے کلام میں الحاقی عناصر کی اس قدر فراوانی ہے کہ اصل کلام کو الحاقی کلام سے علیحدہ کرنا ناممکن ہے۔

بہمی دور میں پندرھویں صدی عیسوی کے عہد آفریں شاعر فخر دین نظامی کی شخصیت اُردو نعت میں تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کی تصنیف کدم راؤ پدم راؤ مضامین کی بہ نسبت لسانی نقطہ نگاہ سے زیادہ اہم ہے۔ اُردو کی پہلی تصنیف بھی فخر الدین نظامی کی یہ مثنوی ہے لہٰذا اردو نعت کے اولین نمونے بھی اس مثنوی میں ملتے ہیں۔ نظامی نے اپنی مذکورہ تصنیف میں عربی و فارسی کے الفاظ کثرت سے استعمال کیے۔

محمد قلی قطب شاہ پہلے صاحب دیوان شاعر ہیں۔ انھوں نے غزل، قصیدہ، نظم اور رباعی کی شکل میں نعتیں کہی ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ پہلے نعت گو شاعر ہیں جنھوں نے اُردو نعت کو شعریت سے روشناس کیا۔ سترھویں صدی عیسوی میں بلاقی، احمد، عالم، معظم، مختار اور فتاحی کے نام قابل ذکر ہیں ان حضرات نے معنوی اعتبار سے نعت کے دامن کو وسیع کیا۔ فتاحی کے معراج نامہ میں تین ہزار سے زائد اشعار ہیں۔

اٹھارویں صدی عیسوی نے نہ صرف اردو نعت کے لیے بلکہ اُردو شاعری کے لیے بھی خاص اہمیت کی مالک ہے کیونکہ اس نے جنوب اور شمال کو ایک کر دیا۔

سودا کا دور دکن کی نعتیہ شاعری کا زریں عہد ہے۔ عبدالحمد ترین اور عثمان نے شمائل نامے لکھے۔ دکنی نعت گوئی میں یہ دور معراج ناموں کا دور کہا جا سکتا ہے۔ اس دور میں اعظم، محمد ابن مجتبیٰ مہدی، کمال الدین، لچھمی نرائن، شفیق اور شاہ ابوالحسن قرنی نے عہد ساز معراج نامے لکھے۔

شمالی ہند میں سودا سے قبل اردو نعت کسمپرسی کے عالم میں تھی۔ سودا پہلا شاعر ہے جس نے نعت پر فنی شعور کے ساتھ خامہ فرسائی کی۔ اس کے علاوہ انشاء، مصحفی کے دور میں بھی نعتیہ ادب میں بہت اضافہ ہوا۔

میر حسن نے اپنی معرکہ آراء مثنوی سحر البیان کے نعتیہ حصہ کو مضمون آفرینی کے سہارے کافی جاندار بنایا۔ اکبر آبادی نے منقبتی اشعار میں نعتیہ مضامین کی آمیزش کی۔ ناسخ و آتش کے عہد میں رسمی نعتیں لکھی جاتی رہیں۔ غالب و مومن کے دور میں نعت نے ہمہ جہتی ترقی کی۔ مومن نے اپنے نعتیہ سرمایہ میں ایک مثنوی، ایک قصیدہ، ایک تضمین بطور یادگار چھوڑی ہے۔

امیر، داغ و محسن کاکوری نے نعت میں سوز دروں کی آمیزش کی اور نعت سے ان تمام موضوع روایات کا اخراج کیا جو بے احتیاطی کی وجہ سے نعت کے اجزائے غیر متروکہ بن گئی تھیں۔

حالی نے مسدس کے ذریعہ ایسا صور پھونکا کہ اُردو نعت میں اس کا اعلیٰ مقام ہے۔ اُردو نعت نے قومی، ملکی اور تمدنی زندگی کو اوپر اٹھانے کی جو بیش بہا خدمت انجام دی ہے اس کی مثال کسی دوسری صنف سخن میں نہیں ملتی نعتیہ ذخائر نے اُردو ادب کو وہ تلمیحات عطا کیں جو اسے کسی دوسرے ذریعے سے حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔

پاکستان میں نعت گوئی کی روایت:

نعت پاکستانی ادب کی ایک بڑی اہم اور مقبول صنف ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے برصغیر پاک و ہند میں نعت کے حوالے سے بڑے بڑے نامور شاعر اور محقق موجود تھے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے لے کر قیام پاکستان تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور سیرت و کردار کے تذکرے کو ایک مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں تحریک پاکستان کے شاعروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے ذریعے مسلمانان ہند کو نیا جوش اور ولولہ دیا۔

بقول حفیظ تائب:

> ''قیام پاکستان کے بعد نعت کے ارتقاء کی رفتار تیز ہوگئی اسلام کے نام پر وجود آنے والی نظریاتی مملکت میں ذکر رسول کا چرچا ہونا قدرتی اور فطری عمل تھا اس دور میں نعت گوؤں نے اپنے ذاتی دکھوں کا علاج حضور ﷺ کی سیرت اطہر میں تلاش کیا یوں اُردو نعتِ زندگی سے ہم آہنگ ہو کر مقبولیت کی حدوں کو چھونے لگی''۔ ۵

نعت پاکستانی ادب کی ایک مقبول صنف سخن ہے اس کی مقبولیت کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پاکستان قریہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور نعت پاکستان کے بنیادی تصور سے مکمل طور پر آہنگ ہے گزشتہ ساٹھ سالوں میں نعت گوئی کا رجحان اتنا ترقی پذیر ہوا کہ جو شاعر پہلے صرف غزل گو کی حیثیت سے جانے جاتے تھے وہ بھی نعت کہنا اپنے لیے باعث فخر سمجھنے لگے اور جس کے اشعار سے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنی کتاب ''اُردو نعت گوئی'' میں تحریر کیا ہے:

> ''اُردو نعت کا عصر حاضر جسے قیام پاکستان سے شروع کیا جا رہا ہے۔ ایک اعتبار سے نعت کے عصر جدید ہی کی توسیع ہے مولانا حالی، علامہ اقبال، ظفر علی خان، حفیظ جالندھری، اور اقبال سہیل نے اُردو نعت کو فکری و فنی طور پر نئے امکانات سے روشناس کروایا عصر حاضر کے نعت گو شاعروں نے انہی روایات وعناصر نعت کی ترجمانی کی''۔ ۶

قیام پاکستان کے وقت ہجرت کا المیہ اور خاک وخون کا سمندر عبور کر کے جو لوگ پاکستان آئے ہجرت کے المیہ اور دکھ کو بارگاہ رسالت میں اپنا عرض حال بیان کرنے پر شعرا نے مجبور کیا۔ اور اس طرح نعت گوئی کی فضا ساز گار ہوتی چلی گئی۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں کے بعد نعت گوئی کی طرف شعرا کی توجہ زیادہ بڑھ گئی بالخصوص جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت سے پاکستان میں نعت گوئی کو سرکاری سرپرستی ملی۔ حکومتی سطح پر صنف نعت کے فروغ کے لیے ٹھوس اقدامات اُٹھائے گئے۔ ذرائع ابلاغ نے نعت گوئی کی اشاعت کے ضمن میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ قیام پاکستان کے وقت متعدد ایسے شعرا تھے جو نعت کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے بلکہ نعت کی حیثیت سے مشہور بھی ہو چکے تھے۔ ان میں ضیاء القادری، بہزاد لکھنوی اور ماہر القادری کے علاوہ اختر الحامدی، سیماب اکبرآبادی، اکبروارثی، احسان دانش، برگ یوسفی، حامد حسن قادری، شاہ انصار الہٰ آبادی، سرور اکبرآبادی، ستار وارثی، شورش کاشمیری، صبا اکبرآبادی، محشر رسول نگری، وحیدہ نسیم، شمس مینائی درد کا کوروی، اثر صہبائی اور اسد ملتانی ایسے متعدد شاعر تھے۔ جنہوں نے نعت کے فروغ اور ارتقا میں مقدور بھر حصہ لیا۔ پاکستان میں نعت گوئی کا دور اولین انہی شعرا پر مشتمل ہے۔ دوسرا دور جو جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء سے کچھ قبل عبدالعزیز خالد کے نعتیہ مجموعہ ''فارقلیط'' کی اشاعت سے شروع ہوا۔ یہ دور پہلے دور کی نسبت زیادہ وقیع اور شان دار ہے۔ اس دور میں عبدالعزیز خالد، حافظ مظہر الدین، حافظ لدھیانوی، حفیظ تائب، راسخ عرفانی، تابش دہلوی، محشر بدایونی، حنیف اسعدی، بلال جعفری، عبدالکریم ثمر، عبداللہ بلال، اعجاز رحمانی، رحمٰن کیانی، صبا متھراوی، راجا رشید محمود، منیر قصوری، عاصی کرنالی، سرو کیفی، سید قمر ہاشمی اور متعدد دوسرے نعت گو شاعر نظر آتے ہیں۔ جنھوں نے اپنی شعری صلاحیتوں کو نعت گوئی کے لیے وقف کر دیا اور نعت کے موضوع، فن، وہیئت واسلوب میں وسعت اور تنوع پیدا کیا۔ یہ پورا دور فنی تجربے اور ادبی رفعت کا دور ہے اس دور میں ہمیں نعت گوئی کے نہایت اعلیٰ نمونے ملتے ہیں۔

درج ذیل سطور میں ہم مختصراً مگر جامعیت کے ساتھ قیام پاکستان سے لے کر اب تک نعت گو شعرا کا فکری اور فنی تجزیہ پیش کریں گے۔ مولانا ضیاء القادری برصغیر پاک وہند کے ان نعت گو شعرا میں سے ہیں، جن کی نعت گوئی قیامِ پاکستان سے قبل مقبولت حاصل کر چکی تھی ان کا مجموعہ ''تجلیات نعت'' ان کی نعت سے محبت اور رسول پاک سے بے پناہ محبت کا عکاس ہے۔ نعت کہنا ان کا ذوق ہی نہیں پوری زندگی تھی، نعت میں ان کی دوسری کتاب ''نغمہ ہائے مبارک'' ہے اس مجموعے میں مولانا نے اپنے اور دوسرے شعرا کے سلاموں کو جمع کیا ہے۔ جنھیں دربار رسالت مآب میں پیش کیے جانے کی سعادت حاصل ہے مولانا نے ایک منظوم سفر نامہ بھی لکھا ہے جس میں اُنھوں نے سفر حجاز کی کیفیات اور مشاہدات کو قلم بند کیا ہے۔ نعت گوئی کے علاوہ مولانا کی ایک خدمت (نعت کے ضمن میں) بہت اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنے حلقہ اثر میں نعت گوئی کو مقبول عام بنایا اور باقاعدہ ایک اسلوب نعت کی ترویج کی۔

شمس مینائی، ان شعرا میں سے ہیں جنھوں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ قیام پاکستان سے پہلے متحدہ ہندوستان کی علمی وادبی فضاؤں میں گزارا اور قیام پاکستان کے بعد بدلے ہوئے ماحول ومعاشرت میں انھیں بہ مشکل ایک دہائی نصیب ہوئی قیام پاکستان کے فوراً بعد جن شعرا کے ہاں نعتیہ عناصر نظر آتے ہیں شمس مینائی کا نام ان میں قابل ذکر ہے۔ ان کے نعتیہ کلام اخبارات و

رسائل میں چھپتا رہا۔ سادگی اور مانوس الفاظ وتراکیب کا استعمال ان کے رنگ نعت کی خوبی ہے ان کی نعتوں میں سرزمین مدینہ کے لیے عقیدت ومحبت کا رنگ نمایاں ہے۔

درد کاکوروی، کا نعتیہ کلام ان کے مجموعوں ''جام کوثر'' اور ''درد کا درماں'' میں شامل ہے وہ کاکورہ کی جس روایت شعری سے تعلق رکھتے ہیں اس میں رعایت لفظی کو خاص اہمیت حاصل ہے ان کے اندازِ نعت پر قدیم رنگ سخن کے گہرے اثرات ہیں۔ اُنھوں نے مراعاۃ النظیر اور دوسری صنعتوں کو نعتیہ مضامین کے اظہار میں شائستگی سے برتا ہے۔ ان کی نعتوں میں زبان و بیان کی سادگی نے اکثر اشعار کو سہل ممتنع بنا دیا ہے مندرجہ ذیل شعر دیکھئے۔ مختصر سی بحر، آسان قوافی اور سہل لب و لہجے میں کس طرح اپنے جذبات و کیفیات کا اظہار کیا ہے۔

مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ دکھادے دکھادے دکھادے خدایا

نبی کی قسم دردِ فرقت سے اب تو شفا دے شفا دے شفا دے خدایا

(دردنوازی، جام کوثر)

ان کی نعتوں میں جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا درد نمایاں ہے انہوں نے نعت میں کچھ رباعیاں بھی لکھی ہیں جو ان کی شاعرانہ صلاحیتوں اور مہارتِ فن کا ثبوت ہیں۔

محمد ذکی کیفی، پاکستان کے مشہور عالم دین محمد شفیع دہلوی مرحوم کے صاحب زادے تھے ان کا مجموعہ کلام ''کیفیات'' میں ''ذوق وشوق'' کے ذیلی عنوان کے تحت ان کی نعتیں درج ہیں۔ احسان دانش اور ماہر القادری ایسے نقب گوشاعروں نے کیفی کی پختہ کلامی اور سادگی بیان کی تعریف کی ہے ان کی نعتوں میں علمی اندازِ بیان ہے ان کا شعر دیکھئے:

اُن کی ایک نظر سے قبل، اُن کی ایک نظر کے بعد

ہر طرف اندھیرا تھا، ہر طرف اُجالا ہے

(محمد ذکی کیفی، ذوق وشوق)

کس سادگی اور حسن سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اور بعد کی تہذیبی وتمدنی اور اخلاقی وروحانی صورتحال کے فرق کو واضح کیا ہے۔

راجا محمد عبداللہ نیاز، مولانا ظفر علی خان، سالک وغلام بھیک نیرنگ کے ہم عصر تھے ان کی نعت گوئی میں قومی واخلاقی رنگ غالب ہے۔ ''یہ ہیں کارنامے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے'' راجا نیاز کی نعتیہ منظومات کا مجموعہ ہے۔ ان میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے ساتھ مشاہیر اسلام کے قومی، دینی، اخلاقی اور تاریخی واقعات اور کارناموں کا تذکرہ ملتا ہے اُنھوں نے نظم وغزل دونوں میں نعت کی روایت کو آگے بڑھایا۔

اثر صہبائی کے مجموعہ ''بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم'' کو قیام پاکستان کے بعد کی دہائی میں شائع ہونے والے چند نعتیہ مجموعوں میں سے ایک ہونے کی سعادت حاصل ہے نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان کا رجوع غزل گوئی میں

پختگی اورمہارت کے بعد ہوا۔ان کی نعتوں میں مشکل پسندی کے نمونے ملتے ہیں۔خصوصاً ان کی وہ نعتیں جو غیر معروف ہیں۔ اسد ملتانی کی نعتیہ منظومات ان کے مجموعہ کلام ''تحفہ حرم'' میں ملتی ہیں ''تحفہ حرم'' اسد ملتانی کے سفر حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تاثرات پر مشتمل ہے ان کی نعت گوئی کا مرکزی موضوع عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔بقول اسد

نبی کا عشق خدا کی اطاعت کامل
یہ دین کی اصل ہے باقی تمام افسانے

(مجموعہ تحفہ حرم)

''راہ مدینہ''، ''گنبد خضرا''، ''مدینہ کی گلیاں'' اور ''حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں''، ''سلام'' اور ''الوداع'' اسد ملتانی کی موثر نعتیہ منظومات ہیں۔ ''دربار نبی صلی اللہ علیہ وسلم'' اس کی معروف اور نمائندہ نعت ہے۔اس میں ملتِ اسلام کی بہبودی اور عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے بلند مقاصد حاصل کرنے کے لیے قوم وملت کے ہر مکتبہ فکر کو سرگرم ہونے کی دردمندانہ تلقین کی گئی ہے۔ان کی خواہش کے مطابق اگر ملتِ اسلام کا ہر فرد اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق اپنی اپنی خدمات پیش کر دے تو آج دنیائے اسلام میں نظام مصطفیٰ کا علم لہرا سکتا ہے اور یوں ملت اسلامیہ اپنی کھوئی عظمت دوبارہ حاصل کر سکتی ہے۔

بہزادلکھنوی، کے نعتیہ کلام میں غزل کی لکھنوی روایت ایک سلیقے سے بیان ہوئی دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہزاد کی نعت کا مرکزی نقطہ ہے۔اُنھوں نے مدینہ، سفیر مدینہ، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینے کی مناسبات کے بارے میں جو شاعری کی ہے۔وہ ان کی نعتیہ شاعری کی معراج ہے زیارت کے اشتیاق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے اظہار میں ہر جگہ ایک بے اختیاری پائی جاتی ہے۔

اُنھوں نے غزل کی آرائش وتکلف اور صنعت گری کے انداز کی بجائے سادگی بیان کو رواج دیا۔یہی امر ان کی نعتیہ غزلوں میں وجد آور کیفیت کا سبب ہے کوئے مدینہ، خاک حجاز، گنبد خضرا، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے متعلقات کا ذکر کرتے ہوئے یہ کیفیت وشدت اختیار کر لیتی ہے۔ان کے چند شعر دیکھئے۔

دل کی حالت کیا کہوں، یادمدینہ دل میں ہے
میں یہاں پر ہوں مگر یہ دل اسی محفل میں ہے
یاد آتی ہے اپنی مجبوری اس ارض مقدس سے دوری
دل خون کے آنسو روتا ہے جب کوئی مدینے جاتا ہے

(بہزادلکھنوی)

''کرم بالائے کرم'' میں بہزاد کا رنگ نعت موثر اور نمایاں ہے یہ مجموعہ نعت ان کے سفرِ حج وزیارت کے بعد کا ہے۔اس میں اخلاص، سوز وکیف کے عناصر سے پتا چلتا ہے کہ ان کی زندگی کی طرح ان کی نعت بھی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب چکی ہے۔

ماہرالقادری، کی نعت گوئی میں ان کی شخصیت اور فکر وفن کا تحریکی عنصر نمایاں ہے۔ ماہر نے نعت گوئی کا آغاز کیا تو اس وقت ترقی پسند تحریک کا آغاز ہو چکا تھا۔ ماہر نے نعت کو اصلاح و تبلیغ کا ذریعہ بنایا اور اس کے ذریعے ایک طرف تو لادینیت اور ملحدانہ افکار ونظریات کی نفی کی اور دوسری طرف اسلامی عقائد میں ہندی اثرات کے سبب جو غلط عناصر پیدا ہو چکے تھے ان کی بیخ کنی کی اور ان مقاصد کے حصول کے لیے نعت کو ایک تحریک کے طور پر استعمال کیا۔ ماہر کی نعت گوئی کا مقصد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد اور پیغام کو عام کرنا ہے۔ ان کی نعت گوئی کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے اکثر نعت گوشعرا کے برعکس عقیدت سے گریز کیا ہے اور توحید ورسالت کی حد فاصل کو قائم رکھا ہے اور مشرکانہ بدعات سے گریز کیا۔ ان کا نعتیہ شعری مجموعہ ''ذکرِ جمیل'' نعتیہ ادب کے بے مثال اثاثہ ہے ذکرِ جمیل کے دیباچہ میں ماہر کہتے ہیں کہ:

> ''یہ دیکھتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ شاعری کا تاریک پہلو نعت ومنقبت میں بھی نمایاں ہو کر رہا۔
> یہاں بہت سے غلط موضوعات اور بے سروپا باتیں شاعری کی بدولت مسلمانوں میں پھیل گئیں۔
> عقیدت اور محبت کے غیر محتاط جوش میں اس قسم کے چٹخاروں کو لوگ گوارا کرتے ہیں یہاں تک کہ
> ان چٹخاروں نے مستقل موضوعات کی حیثیت اختیار کر لی ہے بس حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا کہ
> محبت وعقیدت اور پرستش میں بہت ہی نازک فرق ہے غیر محتاط عقلیت، پرستش بن جاتی ہے''۔ [۲]

ماہر القادری نے نعت کے علاوہ اپنے مختلف مضامین تبصروں اور تحریروں میں بھی نعت کے ذیل میں رواج پا چکنے والے غیر محتاط رویوں اور مشرکانہ عقائد وخیالات کے خلاف جہاد کیا اور عملی طور پر بھی نعت گوئی کا ایک صحیح اور حقیقت پسندانہ معیار قائم کیا جو قرآنی تعلیمات کے عین مطابق ہے اور جس میں توحید کا تصورِ مجروح نہیں ہوتا۔ اُنھوں نے اپنی نعت گوئی کو شاعرانہ رنگ آمیزیوں سے دور رکھا اور اسے اسلامی خطوط پر مرتب کیا۔ ''صلی اللہ علیہ وسلم''، ''اسیرانِ بدر''، ''ذکرِ جمیل''، ''حریت کا مبلغ اعظم''، ''نذرِ عقیدت''، ''پیغمبر انسانیت''، ''دربار اقدس میں'' اور ''ظہور قدسی'' ان کی معروف نعتیہ نظمیں ہیں۔ ان میں ''ظہور قدسی'' کو بہت شہرت نصیب ہوئی، اپنی سادگی اور تاثیر کے سبب یہ نظم ماہر کے نعتیہ کلام میں خاص حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں بنی نوع انسان پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض وبرکات کا بیان ہے یہ حفیظ جالندھری کے ''شاہنامہ'' کی بحر اور ان کے مشہور سلام کی طرز پر ہے اسی سبب بعض لوگ اسے حفیظ جالندھری سے موسوم کر دیئے ہیں۔ یہ شعر دیکھیئے جو سلام کے حصے ہیں (یہ ہدیہ سلام قریباً پچاس شعروں پر محیط ہے)۔

سلام اُس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اُس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اُس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

(ذکرجمیل، ماہرالقادری مجموعہ)

''ظہورقدسی'' کے مضامین کومختلف عنوانات کے تحت رکھا گیا ہے ماہر نے عنوانات رکھتے ہوئے قرآن کریم کی آیات سے رجوع کیا ہے، مثلاً و ما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین اور یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلمو تسلیما کے عنوانات کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت وتشریف آوری اور سلام وصلوۃ کے مضامین بیان کیے ہیں ''حریت کاملہ کا مبلغ اعظم'' میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کی معاشرتی وتمدنی اور سیاسی صورتحال کا نقشہ کھینچا ہے اور اس کے بعد اس معاشرتی عدل ومساوات و حریت فکر واظہار اور آزادی جمہور کا تذکرہ کیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بنی نوع انسان کو نصیب ہوئی۔

ماہر نے نعت حالی اور ظفر علی خان کی روایت کو فروغ دیا۔ اخلاقی مضامین پیش کرتے ہوئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو رہنما بنایا اور نعت کے وسیلے سے معاشرتی وسیاسی سطح پر اصلاحِ احوال کی کوشش کی۔

نعیم صدیقی اور آسی فیائی بھی اس تحریک اسلامی سے وابستہ ہیں جس سے ماہرالقادری عمر بھر وابستہ منسلک رہے ان کے نزدیک نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شاعرانہ زور بیان کے نمونے کی بجائے حیات افروز اسلامی مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے مولانا نعیم صدیقی کی مشہور نعت ''میں ایک نعت کہوں سوچتا ہوں کیسے کہوں؟''

ایسے ہی جذبات واحساسات کی ترجمان ہے اس میں ''نعت برائے نعت'' کی بجائے ''نعت برائے اصلاح'' کا درس ہے اور نعت گوئی کے اس رویے پر تاسف وافسوس کا اظہار کیا گیا جو نعت گو کے داخل اور کردار میں تبدیلی پیدا کرنے کی بجائے محض قافیہ پیائی تک محدود ہے نعیم صدیقی کہتے ہیں:

یہ تیرے عشق کے دعوے پہ جذبہ ہمار
یہ اپنی گرئ گفتار، ہیتی کردار
رواں زبانوں پہ اشعار، کھوگئی تلوار
حسین لفظوں کے انبار اڑ گیا مضمون

(ارمغان نعت مرتب شفیق بریلوی)

اسی مضمون کو آسی فبائی نے اپنی نعت میں وضاحت سے باندھا ہے ان کے نزدیک عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوی تبھی سچا اور معتبر ہے اگر وہ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کی طرف راغب کرے وہ کہتے ہیں۔

ان کی محبت میں مجھے گالی ملے تب نعت ہو
فاقوں کے مارے پیٹ پر پتھر بندھے تب نعت ہو
مشکیں کسیں، کوڑے پڑیں اور دم گھٹے تب نعت ہو
ہاں سر پھٹے، سینہ چھدے، گردن کٹے تب نعت ہو

(گلدستہ نعت، مرتبین طاہر وضیا)

نعیم اور آسی کے طرزِ اظہار اور اُسلوب کے فرق کے باجود مضامین و موضوعاتِ نعت اور مقاصد فن نعت ایک سے ہیں ان کی نعتیں ان کے نظریات حیات کی ترجمان ہیں۔ اُنھوں نے اپنی نعت گوئی میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ کو اُبھارا ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار کے ان پہلوؤں پر زور دیا ہے جو ان کے نزدیک عصر حاضر میں اُمت مسلمہ کی اصلاح احوال کا باعث بن سکتے ہیں۔

عصر حاضر کے سب سے منفرد نعت گو **عبدالعزیز خالد** ہیں اُنھوں نے نعت نگاری کا ایک خاص انداز ایجاد کیا ہے جو اُنھیں نہ صرف زیر جائزہ دور کے نعت گو شاعروں سے منفرد کرتا ہے بلکہ ما قبل کے اُردو نعت گو شاعروں سے بھی منفرد کرتا ہے جس طرح اُردو شاعری میں وہ ایک خاص الخاص اُسلوب کے موجود ہیں۔ اسی طرح وہ نعت نگاری میں بھی ایک اجتہادی شان رکھتے ہیں۔ اسی سبب ڈاکٹر سید عبداللہ انھیں مخترع نعت نگار کہتے ہیں۔

ان کی نعت گوئی کا رنگ انفرادیت ان کے نعتیہ مجموعوں کے نام ہی سے جھلکتا ہے، مثلاً ''فارقلیط''، ''منحمنا''، ''حمطایا''، ''ماذ ماذ''، ''عبدہ'' وغیرہ خالد کے نعتیہ مجموعوں کے نام حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اسمائے مبارکہ سے ماخوذ ہیں جن کا ذکر کتب سابقہ اور صحائف آسمانی میں آیا ہے خالد نے اسمائے صفات کی معنوی وسعت و رفعت اور بلاغت کے سبب انھیں از سرِ نو متعارف و روشناس کرایا اور اُردو نعت میں ان کی ترویج کی۔ عصر حاضر کے نعت گو شاعروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے صفات کا ذکر اور تلاش خالد کے اسی ذوق اختراع و اجتہاد کا مرہونِ منت ہے۔ خالد کی نعت دوسرے تمام نعت گو شعرا کے کلام سے مختلف اور جدا ہے ان کے نعتیہ مضامین محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات سے لے کر تاریخ اسلام کے مختلف واقعات تک پھیلے ہوئے ہیں۔ علوم و فنون، اساطیر و تلمیحات، تمدن، تاریخ، تہذیب و ثقافت، معاشرت و عمرانیات وغیرہ کے متعدد حوالوں نے ان کی نعت کے دائرے کو بہت وسعت دی ہے۔

خالد کی انفرادیت ان کے موضوعات و مضامین کی بجائے زیادہ تر ان کے لب و لہجے اور زبان و بیاں کی وجہ سے ہے۔ اُنھوں نے نعت کو وصفِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تاریخ و عمرانیات سے ہم آہنگ کر دیا ہے۔ ان کی نعتوں میں عربی، فارسی، اور ہندی کے علاوہ بہت سی زبانوں کے الفاظ نہ صرف بہ کثرت بلکہ تواتر سے استعمال ہوئے ہیں ان زبانوں میں عربی کے الفاظ نمایاں ہیں بعض جگہ پر مصرعے عربی میں چلے آتے ہیں ''فارقلیط'' کے یہ شعر دیکھئے۔

کثیر الکرام کریم اساعی
نمائندہ حضرت کبریا ہے
ضلع الضم اشکل العین ابیض
نہ تاب نظارہ نہ تاب ثنا ہے
نہ ضرب المثل خانق الطرف اکحل
یہ اثمد کا سرمہ بھی کحل وجے ہے

کریم العصنارہ شریف الاروعہ

تو فخر انام و حبیب صلی اللہ علیہ وسلم خدا ہے

(فارقلیط،عبدالعزیز خالد)

خالد کے اسلوب نعت میں ایک اہم عنصر ان کی نوتراشیدہ اوروضع کردہ ترکیبیں ہیں جنھوں نے ان کی نعت کو وقیع بنادیا ہے ان کی نعت گوئی میں غرابت،تراکیب کی ثقالت اور قرآن وحدیث کے حوالوں کی کثرت کے باوجود ایک کشش ہے۔خالد کے مندرجہ بالا اشعار اس کی عمدہ مثال ہیں ڈاکٹر سید عبداللہ،خالد کے اُسلوب شعر کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''خالد کی زبان میں ایک خاص قسم کا نیا پن ہے مگر اسکے ساتھ ہی اس میں ایک خاص قسم کا بیگانہ پن بھی پایا جاتا ہے اسکی ترکیبیں بیگانہ پن کے باوجود کسی نہ کسی پہلو سے اپنی معلوم ہوتی ہیں ان میں دوری کے باوجود قربت کا احساس ہے خالد کے کلام کے کھردرے قماش سے وحشت نہیں ہوتی''۸

یہ بات ان کی نعت گوئی کے بارے میں زیادہ صحیح اور مناسب ہے ان کی نعت گوئی میں الفاظ کی غرابت،ثقالت اور قرآن وحدیث کے حوالوں کی کثرت کے باوجود ایک کشش ہے ان کے مجموعے''فارقلیط''اور''منحمنا'' دونوں میں وہی کیفیت موجود ہے۔خالد کے فن نعت گوئی کا ایک اہم عنصر وہ الفاظ ومناسبات ہیں جن کا تعلق ہندی زبان ومذہب سے ہے جنھیں اُنھوں نے نمایاں طور پر اپنی نعتوں میں استعمال کیا ہے۔بلاشبہ خالد نے ہندی الفاظ کو اپنے فن میں نہایت سلیقے سے برتا اور اس سے ان کے فن میں کیف اور نرمی کے عناصر بھی پیدا ہوئے مگر ان سے خالد کی نعت کا تقدس بھی مجروح ہوا ہے مولانا ماہرالقادری،نعیم صدیقی اور دوسرے کئی نعت گو شعرا نے بھی نعت کے ذیل میں اسی اسلوب وانداز اور ہندی زبان اساطیر مذہب،اور دیومالا کے ان الفاظ کو احترام نعت رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی اور نامناسب قرار دیا ہے۔خالد کے مجموعہ''من حمنا'' کے اشعار ملاحظہ ہوں جن میں ہندی لفاظ اور اساطیہ کا ذکر ہے۔

وہ میرا مہاراج پھر بھوگسائیں
سلونا ہے، سجدا رہے، ،سانولہ ہے
تو ساجن سوامی میں باندی بیا کل
میں مورکھ نمانی توگن ہے کلا ہے
بچھاؤں تری سیج چن چن کے کلیاں
تو صاحب ہے میرا تومیرا ملا ہے
کیا تو نے قبضے میں تریا کا جوبن
منوہر ہے، اچپل ہے تو چا لیا ہے

(من حمنا،عبدالعزیز خالد)

خالد نے کلام میں ہندی دیو ملا وغیرہ کا استعمال تاثر کو گہرا کرنے کے لیے یا رنگ کو زیادہ شوخ کرنے کے لیے کیا ہے تاکہ نعت میں اسراریت Mystry رومانیت، جمع ہو جائے۔ مختصراً یہ کہ خالد کے اسلوب نعت میں علمی حوالے، اساطیری عناصر، مشکل پسندی، فارسی و عربی تراکیب کے الفاظ کثرت سے موجود ہیں۔

اُسلوب کے علاوہ خالد کے موضوعات نعت میں ایجاد و اختراع کی مثالیں ملتی ہیں خالد کی نعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، ختم نبوت، رحمت للعالمین، اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسمائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کتب سابقہ کی مبشرات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسوانح کے واقعات، خصائل وشمائل اور اوصاف حمیدہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وکردار سے لے کر حمدِ باری تعالیٰ اور منقبت صحابہ کے موضوعات پر محیط ہے۔ اس میں بہت جگہ قومی و ملی اشارے اور تاریخی وعمرانی مضامین بھی نظر آتے ہیں۔ ان کی کتابوں میں موجود قرآنی، تاریخی، عربی، معاشرتی اور تمدنی معلومات کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ خالد کی نعت شاعری کے علاوہ قاموس العلم بن گئی ہے۔

خالد کے متفرق نعتیہ کلام میں ان کا وہ استغاثہ بہت مشہور ہے جو اُنھوں نے ''سقوطِ ڈھاکہ'' کے موقع پر لکھا اس میں قوم وملت کو درپیش ابتلا و مصائب کا حال بڑی دردمندی سے بیان ہوا ہے۔ سادہ بیانی کے باعث یہ نظم خالد کی دوسری نعتوں سے موثر ہے۔

یا رحمت للعالین! یا رحمت للعالمین
اک ملت واحد ہی کافر قہر مانی طاقتیں
تیرے سوا حال دل آف زدہ کس سے کہیں؟
آہوں سے دم گھٹتا ہے سینے میں، خدایا کیا کریں
ڈر ہے مبادا ضبط گریہ سے کلیجے پھٹ پڑیں
مرنے کی کیا صورت نکالیں کسی طرح زندہ رہیں
اے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔۔

(خروش خم، عبدالعزیز خالد)

بحیثیت مجموعی خالد نے اپنے عالمانہ اندازِ نگارش، خاص الخاص اسلوب اور تنوع موضوعات سے اُردو نعت کو وسعت اور عظمت دی۔

حافظ مظہر الدین کا نعتیہ کلام عصرِ حاضر کی نعت میں جس انداز وروایت کا نمائندہ ہے اس کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی و شفتگی سے ہے۔ نعت گوئی حافظ کے فن کا کوئی مختلف زاویہ نہیں بلکہ ان کا فن ہی نعت گوئی ہے۔ نعت گوئی ان کے قلم کی عبادت ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی نعت کو وسعت اور عظمت دی ہے ان کے نعتیہ کلام میں حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات و کیفیات اور قلبی واردات ومشاہدات کی متنوع جھلکیاں ملتی ہیں۔ ان کا رنگ نعت والہانہ ہے اور یہ خصوصیت دوسری

خصوصیت سے افضل ہے۔ والہانہ پن کے بعدان کے نعتیہ کلام کی دوسری نمایاں خوبی ان کی مضمون آفرینی ہے اُنھوں نے نعت میں کئی خوب صورت مضمون بیان کیے ہیں ان کی نعتیہ نظموں میں دیارِحرم، ذکرمیلاد، ربیع الاول، مطلع انوار، برہان عظیم، جامِ ظہور، شب معراج، نغمہ نور، شب اسریٰ کے علاوہ عقیدہ نوریہ اور تضمین برنعت قدسی اسی کے رنگ خاص کی عکاس وترجمان ہیں۔ اُنھوں نے اُردو نعت کو تاثیر و کیف کے مقصد دگراں قدر نمونے دیے ہیں۔

حافظ لدھیانوی، ان نعت گو شعرا میں منفرد حیثیت رکھتے ہیں، جنھوں نے کامیاب اور پختہ غزل گوئی کے بعد نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا۔ ان کی نعت حسینِ تغزل اور کیف نعت کا دل پذیر امتزاج ہے ان کے پہلے نعتیہ مجموعے ''ثنائے خواجہ'' میں حسنِ تغزل کی خوبی نمایاں ہے جبکہ دوسرے مجموعہ نعت ''نشید حضوری'' میں کیف نعت کا عنصر غالب ہے۔

دراصل یہ دونوں مجموعے ان کے سفر نعت کے بتدریجی ارتقاء کے دو اہم سنگِ میل ہیں۔ وہ ''قال'' سے ''حال'' کی طرف تدریج کے ساتھ بڑھے ہیں حافظ صاحب نے اپنی تمام تر فنکارانہ صلاحیتیں صنف نعت کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ حافظ مظہرالدین، حافظ لدھیانوی کے نعتیہ کلام میں عقیدت ومحبت کے جذبات اور کیف ومستی کے عناصر کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''نعت کہنے کے لیے جس گداز قلب کی ضرورت ہوتی ہے وہ حافظ صاحب کے دامن میں موجود ہے وہ ازل ہی سے یہ سرمایہ سمیٹ لائے ہیں''۔ 9

حافظ کی نعتوں میں فکری شعور اور ملی سیاست واحوال کا پرتو بھی ملتا ہے۔

حفیظ تائب، اس دورِ نعت کے ایک اور منفرد شاعر ہیں۔ ان کی نعت ذوق جدید کی نمائندہ ہے۔ طرز حساس اور پیرایہ اظہار کے لحاظ سے بھی وہ نئے شاعروں کے زیادہ قریب ہیں۔ نعت گوئی جن بنیادی خطوط سے عبارت ہے ان میں احترام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور جذبہ شفتگی کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ بقول ڈاکٹر وحید قریشی:

> ''حفیظ تائب کا مجموعہ نعت وہ لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے ایک تو اس اعتبار سے کہ اس میں اُردو کی نعتیہ شاعری کی عام روایت سے ہٹ کر رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے۔ اُنھوں نے عام نعتوں کی پیروی میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپے کو موضوع نہیں بنایا اُنھوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے احترام کو بھی برقرار رکھا ہے اور محبت کے ساتھ اسوہ حسنہ کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں مجموعے کی دوسری اہم خوبی یہ ہے کہ یہ اشعار تائب کے نزدیک محض ثواب کمانے کا ذریعہ نہیں بلکہ اُنھوں نے جو کچھ کیا ہے اُسے تخلیق سطح پر محسوس کیا ہے''۔ 10

نعت کے موضوع سے حفیظ تائب کی تخلیقی وابستگی کے اثرات انکے طرزِ اظہار میں نمایاں ہیں حفیظ تائب کی نعت کا مرکزی موضوع آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ومتعلقات سے ارادت وعقیدت مندی ہے مگر یہ عقیدت مندی آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی شان کی مدح وتوصیف تک محدود نہیں۔ ان کی نعت گوئی اصلاحی اور مقصدی پہلو لیے ہوئے ہے۔ پاکستان اور ملتِ اسلامیہ کو درپیش مسائل کا اظہار میں شائستگی سے ان کی نعتوں میں ملتا ہے دوسروں کے ہاں نظر نہیں آتا۔ مسلمانوں کی زبوں حالی، پاکستان میں سیاسی انتشار، اخلاقی و مذہبی قدروں کی پامالی سے لے کر مسجد اقصیٰ کے ماتم، افغانستان میں روسی جارحیت پر نالہ وفریاد کے جو مضامین تائب کی نعت گوئی میں ملتے ہیں۔ ان کے سبب نہ صرف تائب کے فن بلکہ منقب نعت کو وسعت ملی ہے۔

حفیظ تائب کے ذوق نعت کا وہ پہلو جس کے سبب وہ معاصر نعت گو شعرا میں منفرد ہیں عصر حاضر میں نعت کے فروغ و ترویج کے سلسلے میں ان کے مساعی جمیلہ ہیں اُنھوں نے نعت گوئی کے علاوہ مختلف مضامین اور انٹرویو وغیرہ کی صورت میں منقبت نعت اور نعت گو شاعروں کو قارئین ادب سے روشناس ومتعارف کرایا ہے ادبی حلقوں اور نئے شاعروں میں نعت کا ذوق ایک حد تک حفیظ تائب کی معیاری نعت گوئی اور مصنف سے گہرے شغف کا نتیجہ ہے۔ بقول احمد ندیم قاسمی:

"اُس حقیقت کو اب تمام اہل فن کے ذہنوں پر آفتاب بن کر طلوع ہونا چاہیے کہ حفیظ تائب ہی نے اُردو اور پنجابی نعت گوئی کو حیات نو بخشی ہے اور ہم سب لوگ کبھی کبھار نعتیں کہہ لیتے ہیں دراصل اسی کے مقلد ہیں"۔[۱۱]

پیرائے غزل میں نعت لکھنے والے دوسرے شاعروں میں راسخ عرفانی کا نام مقابل ذکر ہے۔ اُنھوں نے نعت میں جو کچھ کہا اس کا بڑا حصہ رنگ تغزل میں ڈوبا ہوا ہے۔ ایک حقیقی غزل گو کی طرح وہ نعتیہ مضامین کو بھی اپنے اوپر وارد کر کے جذبے کی پوری آمیزش سے شعر کہتے ہیں۔ ان کا اُسلوب سہل اور آسان ہے۔ رنگ تغزل کے سبب ان کی نعتوں میں موسیقیت اور خوش آہنگی کا احساس نمایاں ہے۔ راسخ عرفانی کی نعتیں ان کی قلبی واردات کی مظہر ہیں۔ خصوصاً ان کا وہ نعتیہ کلام جو دیارِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد اور محبت میں لکھا گیا ہے۔ اخلاص ان نعتوں کا جوہر ہے جو نہ صرف ان کی تخلیق میں کارفرما ہے بلکہ قارئین میں بھی اشتیاق انگیز جذبات پیدا کرتا ہے۔

عبدالکریم ثمر، کی نعت گوئی میں جدید موضوعات نعت کی فراوانی ہے۔ ان کی نعتوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے بیان کو خصوصی اہمیت حاصل ہے جس نے زمانے کو زیست کے آداب اور تہذیب سکھائی۔ ان کی نعتیں سوز اور خلوص سے لبریز ہیں۔ ان کی نعت گوئی ایک گہرے شعور کی مظہر ہے۔

سیف زلفی، نے نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں منقبت کی روایت کو خوش اُسلوب سے آگے بڑھایا ہے۔ ان کی نعتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ ساتھ اہل بیت اطہار کی ستائش خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت کا بیان بھی ملتا ہے حسن ادا اور منقبت کا انداز دیکھئے۔

جب اندھیرے سازشیں کرنے لگے شب خون کی
اپنے بستر پر سُلا دی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے روشنی

(روشنی، سیف زلفی)

راغب مرادآبادی نے مدحتِ خیرالبشر صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ بیشتر غالب کی زمینوں میں سرانجام دیا ہے جو اُن کی فنی مہارت اور پختگی کا ثبوت ہے ان کی نعتوں میں وجد و کیف کی سرمستی بھی ہے اور خیال کی بلندی اور قدرت بھی۔

اختر حیدرآبادی، کی نعتوں میں تینوں کا تنوع ہے ان کے مجموعہ نعت ''ترتیل'' میں مسدس، مخمس، مربع، غزل اور قطعہ کی ہیت اور اُسلوب میں نعت گوئی کی روایت کو آگے بڑھایا گیا ہے اور ان کی بحور مترجم ہیں اور سماع کی ضرورتوں کے مطابق ہے ان کا خمسہ جسکا مصرع یہ ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم حشر کے میدان میں دولہا بن کے نکلیں گے

ایک زمانے تک محافل سماع میں بہت مقبول رہا۔ ان کی نعتوں میں معرفت وتصوف کے مضامین عام ہیں۔

یوسف ظفر کی وہ نعتیں جو اُنھوں نے سفرحج کے بعد لکھیں۔ کیف سے لبریز ہیں۔ ان میں شگفتگی وسرشاری کا رنگ نمایاں ہے۔

شورش کاشمیری، کی نعت میں ردِ قادیانیت اور عصری مسائل و واقعات کے حوالے سے ملتے ہیں جن میں فرنگ کے بڑھے ہوئے اثرات مٹی ہوئی اخلاقی اقدار، قومی رہنماؤں کی منافقت اور ملکی سیاست پر دردمندانہ اظہار خیال کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استغاثہ واستمداد کے مضامین ملتے ہیں۔ تحفظِ عقیدہ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم شورش کا مضمون خاص ہے۔

احسان دانش، کی نعت گوئی کا بھر پور اظہار ان کی طویل نعت ''دارین'' میں ہوا ہے۔ جو مسدس کی ہیئت میں ہے۔ ''داربن'' بہ یک وقت کئی موضوعات نعت کو محیط ہے اس میں حمد کے بعد بنی نوع انسان پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور اوصاف کا تزکارہے۔

عزیز حاصل پوری، کی تخلیقی صلاحیتوں نے نعت کو نئی زمینوں سے روشناس کرایا ہے۔ ان کی نعتوں میں آہنگ کی تازگی کا وصف نمایاں ہے۔ ان کا ''قصیدہ نور'' ان کی مہارت کا آئینہ دار ہے اس طویل قصیدے کے ہر شعر کے دونوں مصروں میں عزیز صاحب نے قوالی کا اہتمام کیا ہے اور پھر کوئی قافیہ دوبارہ نہیں آنے دیا۔ نعت میں ان کا مصروف مخمس جو گیارہ بندوں پر مشتمل ہے ان کی نکتہ دانی کا ثبوت ہے بقول ان کے

یہ کارنامہ سر حشر کام آئے گا
عزیز نعتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نام کرکے چلے

(عزیز حاصل پوری)

اُنھوں نے نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی مہارت ومشاقی فن کے سبب نمایاں مقام حاصل کرلیا ہے جسے وہ باعثِ نجات کارنامہ سے تفسیر کرتے ہیں۔

اعظم چشتی، زیر بحث دور کے معروف نعت گو ہیں جنھیں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے ملک گیر شہرت حاصل ہے۔ ان کی ذات میں نعت گوئی اور نعت خوانی دونوں صفات موجود ہیں موسیقی و ترنم کے خاص ذوق کے سبب اُنہوں نے اپنے نعتیہ کلام کو ایک موثر لحن سے تخلیق کیا ہے۔ ان کے مختلف نعتیہ مجموعے ان کے ذوق نعت سے گہری محبت کا ثبوت ہے۔ ان کی نعتوں میں عوامی مضامین و موضوعات کا تذکرہ بہ کثرت ملتا ہے مگر قرآن و حدیث کے حوالے اور فارسی و عربی تراکیب بھی نظر آتی ہیں۔

مظفر وارثی، نے اُردو نعت کو ایک مترنم اُسلوب دیا اُنھوں نے قطعہ بند نظموں کی صورت میں بھی نعتیں لکھی ہیں۔ ان کی بحریں مختصر، زبان سہل اور لب و لہجہ سادہ ہے مظفر وارثی کی نعت میں نغمہ کاری کے علاوہ شوق و عقیدت کی فروانی ہے اُنھوں نے غزل کی ندرت و جدت اور دردمندی کو نعت میں سمو دیا ہے۔

رحمٰن کیانی، کی شاعری ملی موضوعات سے عبارت ہے۔ ان کے ہاں اسی اسلامی روایت شاعری کا جان دار اور شان دار تسلسل ملتا ہے جو حسان بن ثابتؓ اور جامیؒ و سعدیؒ سے ہوتی ہوئی حالی اور اقبال کے وسیلے سے عصرِ حاضر کے شاعروں تک پہنچی۔ بقولِ سید عبداللہ:

> ’’نعت میں کہانی کا لہجہ اپنا ہے۔ وہ نعت میں جہاد یہ رنگ پیدا کرتا ہے پر نعت گو کے اپنے مزاج کے مطابق اس کے پیرائے بھی بے شمار ہیں۔ کیانی نے بھی اپنے مزاج کے مطابق نعت لکھی ہے۔ اس کا پیرایہ بھی اپنا ہے۔ التجا بھی ہے،، اوصاف بھی ہیں مگر سب پر جہاد اور فریادِ اُمت کا سایہ جلوہ فگن ہے‘‘۔ ۱۲

ان کی نعتوں پر قدسی و محسن کے انداز کی جھلک بھی ہے مگر جہاد اور فریاد کا موثر پیرائیہ اظہار بھی نمایاں ہے۔

عاصی کرنالی قبیلہ نعت کے ان شعرا سے تعلق رکھتے ہیں جو احترامِ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد بعثت کی تفسیر و تشریح میں مشغول ہیں۔ ان کی نعت کا اسلب اصلاحی و مقصدی ہے۔ نعت ان کے نزدیک ایک مقدس عبادت ہے جس کے وسیلے سے وہ زندگی کے اعلیٰ وارفع مقاصد اور دنیا اور عقبیٰ کی سرخروئی کے طلبگار ہیں۔ جدید طرزِ اظہار نے ان کی نعتوں کو اور زیادہ دل آویز بنا دیا ہے۔

عبدالرحمٰن عاجز، نے نعت میں دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا نقشہ کھینچ کر اعمال صالح کی ترغیب دی ہے۔ محی الدین خلوت کے نعتیہ کلام میں اسلامی تاریخ و مذہب کے حوالے دراصل تجدید و احیائے دین کی ترغیب ہیں۔

منظور احمد منظور، کی ’’شاخ طوبیٰ‘‘ عقیدت شائستگی کے ساتھ غنائی آہنگ لیے ہوئے ہے۔ خلیق قریشی کی نعتوں میں غدر گناہ احساس ندامت اور عفو طلبی کے جذبات نمایاں ہیں نظیر لدھیانوی کی نعتوں میں دردمندی اور دل سوزی کا عنصر نمایاں ہے۔

صائم چشتی، سکندر لکھنوی ادیب رائے پوری، خالد محمود، خالد نقش بندی، سید ریاض سہروای، قمر الدین احمد، عبدالستار نیازی اور ظہوری نے نعت گوئی میں عوامی خواہشات کو پیش نظر رکھا ہے ان کی نعتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق سودا اعظم کی کیفیات کا اظہار ہوا ہے۔ شیر افضل جعفری کی لسانی تشکیلات ان کی نعتوں میں

بھی نظر آتی ہیں۔ شمیم یزدانی کی طویل نظم ''بصہ انور'' سیرت واخلاق اور پُر سوز مرقع ہے۔ یہ طویل مثنوی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے بارے میں ہے سروسہارن پوری کا قصیدہ ''رحمت للعالمین ن'' اور بزدانی جالندھری کی ''صبح سعادت ''عصر حاضر کی نمائندہ نعتیں ہیں۔

صوفی محمد افضل فقیر، کی نعت گوئی ان کی حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مین سرشاری وشیفتگی کا رنگ لیے ہوئے ہیں۔ان کی نعت میں حسن اور تاثیر ہے خالد بزمی، عابد نظامی، راجا رشید محمود، ریاض مجید، گوہر ملسیانی، عاصی کرنالی، مسرو کیفی، ابولاخیر کشفی، اختر لکھنوی، اقبال صفی پوری، مسرو کیفی، ابوالخیر کشفی، اختر لکھنوی، اقبال صفی پوری شیر ناظم، قمر میرٹھی، علیم ناصری، خالد شفیق، اکرم رضا، صبیح رحمانی، قمر وارثی، طاہرہ سلطانی، رشید وارثی، آفتاب کریمی، آصف بشیر چشتی، محمد اقبال نجی اور نسیم رضوانی ان نعت گو شاعروں میں سے ہیں۔ جنھوں نے نعت گوئی کے علاوہ نعت کی ترویج وتشہیر میں قابل ذکر کام کیا ہے۔شروع شروع میں تو نعت گوئی کے ضمن میں ترقی پسند شعرا کا رویہ بے اعتنائی کا رہا لیکن بعد ازاں کچھ ترقی پسند شعرا نے بھی صنف نعت میں طبع آزمائی کی۔ ان شاعروں میں احمد ندیم قاسمی کا نام سب سے نمایاں ہے۔

قیام پاکستان کی دوسری دہائی میں اُنھوں نے اپنے افکار ونظریات کے اظہار کے لیے نعت گوئی کو بھی اپنایا اور اعلیٰ نعتیں لکھیں۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد احمد ندیم قاسمی کے علاوہ دوسرے ترقی پسند شعرا نے بھی نعتوں کے مجموعے ترتیب دیے۔ان شعرا کی نعت گوئی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وکردار کے ان پہلوؤں کا بطور خاص ذکر ملتا ہے جو ان شاعروں کے خیالات منظریات کی اشاعت میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں اور جن کا تعلق معاشرتی مساوات اور عدل وانصاف سے ہے ان شاعروں میں **عارف عبدالمتین** نے آزاد نظم میں نعت کے نمونے تخلیق کیے ہیں۔ان کی نعتوں میں جدید غزل کا پرتو غالب ہے تاہم ترقی پسند شعرا میں صنف نعت کے حوالے سے جو منفرد مقام احمد ندیم قاسمی کو حاصل ہو چکا ہے کوئی دوسرا شاعر حاصل نہیں کر سکا ان کی نعتیں نہ صرف شعر وسخن کے اعلیٰ معیارات پر پوری اترتی ہیں بلکہ عوام میں بہت مقبول و پسندیدہ ہیں۔ موجودہ دور پاکستان میں نعت گوئی کے حوالے سے نہایت اہم اور مبارک ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ یہ نعت کے ضمن میں دور زریں کہلانے کا مستحق ہے۔ اب مستند شخصیات شعر وادب نے فن نعت کو اپنی شعری تخلیقات کا مرکز ومحور بنا لیا ہے۔ موجودہ دور میں بھی اگرچہ نعت کا مرکزی موضوع مدح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے مگر اس بڑے دھارے میں مضامین وخیالات کے وہ چھوٹے چھوٹے سوتے آکر ملتے ہیں جو بدلتے ہوئے عصری رجحانات ومیلانات حالات وتحریکات کے بطن سے پھوٹتے رہے ہیں۔

بقول ڈاکٹر ریاض مجید

> ''قیام پاکستان سے اب تک جن ملی ومذہبی اور قومی وسیاسی تحریکوں نے نعت گو شعرا کو متاثر کیا، ان میں تحریک ختم نبوت، جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء سقوطِ ڈھاکہ اور تحریک نظامِ مصطفیٰ زیادہ اہم ہیں۔ ان تحریکوں کے ساتھ ساتھ تاریخ کو سیاست کے اہم واقعات نے بھی اُردو نعت پر اثرات ڈالے ہیں ''۔[۱۳]

اُمت مسلمہ کو درپیش مختلف اور متنوع مسائل کا تذکرہ عصرِ حاضر کی نعت گوئی کا خاص موضوع ہے۔ اس میں داخلی احساسات و کیفیات کے ساتھ ساتھ، ملکی و ملی آشوب، نالہ و فریاد اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس کے عناصر نے نعت کے دائرے کو بہت وسیع کیا ہے۔ موضوعات کے تنوع کے ساتھ ساتھ پاکستان میں لکھی جانے والی نعت میں اسالیب اور ہیئتوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ پاکستان میں لکھی جانے والی نعت کا انداز قدیم نعت سے مختلف ہے۔ قدیم نعت پر قصیدے کا رنگ غالب تھا جبکہ آج کی نعت اپنے تمام عصری شعور کے ساتھ اس عہد کے مسائل کو محیط ہے۔

دورِ حاضر میں نعت کے ضمن میں کئی تجربے بھی کیے گئے ہیں۔ ہائیکو، آزاد نظم، نظم مصری اور نثری نظم کی ہیئت میں بھی نعتیں لکھی جا رہی ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ غیر منقوط نعتیں، نعتیہ قطعات اور نعتیہ رُباعیات بھی لکھی جا رہی ہیں۔ زیادہ تر شعرا نے نعت کو غزل کے قریب لانے کی شعوری کوشش کی ہے۔ راغب مراد آبادی کا مجموعہ ''مدح رسول'' اور سید محمد امین نقوی کا ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' اور ''حُسن محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' غیر منقوط ہئیت کے کامیاب تجربے ہیں۔ حفیظ تائب نے اردو میں پنجابی بحور کا استعمال کیا۔ اُنھوں نے پنجابی کی مشہور صنف سہ حرفی کو اُردو میں اس طرح استعمال کیا ہے کہ حروفِ تہجی بند کے آخر میں بطور ردیف آئے ہیں۔

راجا رشید نے نعتوں کا ایک ضخیم اور مکمل انتخاب ''نعت کائنات'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس میں شامل ان کے تفصیلی مقدمے نے اس کتاب کو حوالہ جاتی دستاویز بنا دیا ہے۔

اسی طرح عبدالغفور قمر کی انتخاب نعت (۱۳ جلدوں) میں ایک اہم ریفرنس بک ہے۔ گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور نے ۱۹۹۳ء میں کالج میگزین ''اوج'' کا نعت نمبر دو جلدوں میں شائع کیا۔ یہ پروفیسر آفتاب نقوی مرحوم کی قابل اور کاوش تھی۔ ماھنامہ ''الرشید'' کا ضخیم نعت نمبر بھی نعت کی صنف پر مستند دستاویز ہے۔ ''نقوش''، ''شام و سحر'' کے نعت نمبر بھی خاصے کی چیز ہیں۔ اسی طرح رسالہ ماہ نامہ ''نعت'' لاہور (راجا رشید محمود) ماہ نامہ ''حمد نعت'' کراچی (شہزاد احمد)، ماہ نامہ ''نوائے نعت'' کراچی (ادیب رائے پوری)، مجلّہ ''نعت رنگ'' کراچی (سید صبیح رحمانی)، مجلّہ ''سفیر نعت'' کراچی (آفتاب کریمی)، مجلّہ ''جہان حمد'' کراچی (طاہر سلطانی)، مجلّہ ''دنیائے نعت'' کراچی (عزیز الدین خاکی)، مجلّہ ''نعت نیوز'' کراچی (زکریا شیخ اشرفی)، مجلّہ ''عقیدت'' سرگودھا (شاکر کنڈان)، مجلّہ ''شہرت نعت'' فیصل آباد (شبیری احمد قادری) ماہ نامہ ''کاروان نعت'' لاہور (ابرار حنیف مغل) ماہ نامہ ''مفیض'' گوجرانوالہ (محمد اقبال نجمی) کی خصوصی اور عام اشاعتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدتوں کے اس کارواں کو لے کر مسلسل آگے کی جانب پیش قدمی کر رہی ہیں۔ بالخصوص مسلح افواج کا ہفت روزہ ''ہلال'' بھی نعت کے فروغ میں گراں قدر خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

پاکستان میں نعت گوئی ایک رجحان سے زیادہ ایک تحریک کی شکل اختیار کر چکی ہے اور یہ نہایت خوش آئند شگون ہے۔

حوالہ جات

۱۔ رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر، اُردو میں نعتیہ شاعری، کراچی، اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۶ء، ص ۳

۲۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو کی نعتیہ شاعری، طفیل آرٹ پرنٹر لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۲۱

۳۔ ریاض مجید، ڈاکٹر، اُردو میں نعت گوئی، اقبال اکیڈمی پاکستان، ۱۹۹۱ء، ص ۸

۴۔ مولانا سعید انصاری، سیر انصار، دار المصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۸۴ء، ص ۳۳۳

۵۔ ماہنامہ ماہ نو، لاہور، مشمولہ حفیظ تائب 'مسلم ثقافت کے خدوخال' خصوصی شمارہ، مسلم فن و ثقافت نمبر، ۱۹۸۰ء، ص ۱۲۷

۶۔ ریاض مجید، ڈاکٹر، اُردو میں نعت گوئی، ص ۴۹۱

۷۔ ماہر القادری، ذکرِ جمیل، دین محمد اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۵ء، ص ۲۵

۸۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، سخن ور، پہلا حصہ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، بھارت، ۱۹۸۲ء، ص ۲۱۸

۹۔ حافظ لدھیانوی، ثنائے خواجہ، مکتب فاران کراچی، ۱۹۰۳ء، ص ۱۲

۱۰۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، فلیب صلوعلیہ والہ، حنیف اسعدی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۳

۱۱۔ ماہنامہ برقاب، لاہور، اشاعت خاص بسلسلہ حفیظ تائب نمبر، حفیظ تائب کا نعتیہ اُسلوب، وحید قریشی، نومبر ۱۹۹۹ء، ص ۶۷

۱۲۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، سخن ور، ص ۲۳۰

۱۳۔ ریاض مجید، ڈاکٹر، اُردو میں نعت گوئی، ص ۵۲۴

باب دوم

''نعت رنگ'' تاریخ اور ارتقاء

’’نعت رنگ‘‘ تاریخ اور ارتقاء

سید صبیح رحمانی ۲۷ جون ۱۹۶۵ء کو سید اسحٰق الدین کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایم۔اے اُردو جامعہ کراچی سے کیا آپ کی عزت وشہرت کا راز نعت خوانی ہے نعت سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کا سلسلہ ازل سے رواں ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نغموں کی گونج کائنات میں گونجتی رہے گی اور ذکر رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی خوشبو سے کائنات مہکتی رہے گی۔ موجودہ عہد میں تو چمنستان نعت میں بہار چھائی ہوئی ہے۔ رنگ رنگ کے پھول کھل رہے ہیں۔ جناب صبیح رحمانی کا شمار بھی ایسے ہی پھولوں میں ہوتا جنھوں نے نعت کی خوشبو کو آگے بڑھایا اور اس عقدیت، محبت، ندرت، قرینے اور سلیقے سے بڑھایا ہے کہ ان کی نعت کے ہر لفظ میں جذبے دھڑکتے محسوس ہوتے ہیں۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن آپ کی طن داودی کو دور دور تک پہنچا چکا ہے۔

صبیح رحمانی ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں وہ ایک اچھے نعت گو ہونے کے ساتھ ساتھ نثر نگاری کے میدان میں بھی اپنا لوہا منوا رہے ہیں۔ وہ ایک رچے ہوئے تنقیدی شعور کے مالک ہیں آپ ایک قادرالکلام شاعر ہیں آپ نے اپنی اکثر نعتیں غزل کی شکل میں کہی ہیں لیکن اُنھوں نے جدید اصناف شاعری مثلاً سانید، نظم، آزاد نظم اور ہائیکو میں بھی نعت رسول مقبول کہنے کی سعادت حاصل کی ہے آپ نے اپنی زندگی کا محور مقصد مدحت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا اور ہر جگہ اس بات کا فخریہ بیان کیا ہے کہ وہ ثنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اپنے نعتیہ مجموعے جادۂ رحمت میں کہتے ہیں:

ثنائے سرورِ دیں کے لیے ہوں وقف صبیح
خوشا کہ جادۂ رحمت پہ گامزن ہے قلم
قلم کی پیاس بجھی ہی نہیں مدح محمد میں
میں کن لفظوں میں اپنا اعتراف تشنگی لکھوں (ماہ طیبہ)

صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری کا نقطۂ آغاز ’’ماہ طیبہ‘‘ ہے اور ’’ماہ طیبہ‘‘ کی روشنی میں سفر کرنے والے نعت گو کے لئے ’’جادہ رحمت‘‘ تک رسائی حاصل کر لینا کوئی انہونی بات نہیں آپ کی تصانیف میں (۱) ’’ماہ طیبہ‘‘ ۱۹۸۸ء (۲) ’’جادہ رحمت‘‘ ۱۹۹۳ء اور ’’خوابوں میں سنہری جالی‘‘ ۱۹۹۸ء کا نام لیا جاتا ہے جبکہ تالیفات میں ’’ایوان نعت‘‘ ۱۹۹۳ء اور ’’جمال مصطفیٰ‘‘ ۱۹۹۴ء ہیں۔ جب ہم ان کے نعتیہ ’’خوابوں میں سنہری جالی‘‘ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس خوبصورت نعتیہ انتخاب میں اسلوبیاتی انفرادیت وارفتگی عقیدت کی جملہ کیفیات کے ساتھ عکس ریز ہوتی دکھائی دیتی ہے متذکرہ مجموعہ کلام ہیتی اعتبار سے بھی نعتیہ شعری رویوں کی نئی روایت کا ایک مضبوط حوالہ بنتا دکھائی دیتا ہے۔ مخصوص استعاراتی نظام، موضوعاتی وسعت علامات کے بھرپور

استعمال، تراکیب کی جدت طرازی اور تمتال کاری کے اچھوتے نمونوں نے صبیح رحمانی کے نعتیہ کلام کو اُردو کی نئی نعتیہ شاعری میں ایک طرح کی امتیازی حیثیت عطا کی ہے زمین کے انتخاب، بحر کے تعین، الفاظ کے چناؤ اور صوت و آہنگ کے شعوری مگر فنکارانہ التزام نے ان کے اس شعری سرمائے کو فنی سلیقہ مندی کی خوش آئند منزلوں سے آشنا کر دیا ہے۔ ان کے دوسرے نعتیہ مجموعے ''جادہ رحمت'' میں نعتیہ نظمیں اور ہائیکو شامل ہیں ان کا نعتیہ ہائیکو یہ ہے۔

صرف مدینے میں

اور کہاں پر آ گئے ہیں

سورج سینے میں (جادہ رحمت)

صبیح رحمانی کے ہاں موضوعات قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور نبی پاک کی سیرت سے اخذ کیے گئے ہیں آپ کی صورت، آپ کی سیرت آپ کے عالم پر احسانات، آپ سے نسبتوں کا ذکر، آپ کے اختیارات، آپ کے عشق و محبت کی مختلف کیفیات، صبیح رحمانی کی نعت کے اہم موضوعات ہیں۔ صبیح رحمانی نے قافیے، ردیف، اور بحر کے انتخاب میں فنی پختگی کا ثبوت دیا آپ کے ہاں طویل ردیفوں کی دلکشی ہے۔

صبیح رحمانی مجلّہ ''لیلۃ النصف'' کے بھی مدیر رہے اور سہ ماہی ''ایقان انٹرنیشنل'' کے بھی لیکن ان کی شہرت کا اصل سبب ''نعت رنگ'' کا مدیر ہونا ہے ''نعت رنگ'' صبیح رحمانی کی خوابوں کی تعبیر ہے۔ کراچی سے باقاعدگی سے شائع ہونے والا یہ رسالہ دنیائے نعت کا ناقابلِ فراموش حوالہ ہے ''نعت رنگ'' ۱۹۹۵ء سے لے کر اب تک مسلسل شائع ہو رہا ہے اس کے اب تک چھبیس شمارے شائع ہو چکے ہیں ''نعت رنگ'' محض ایک مجلّہ نہیں، ایک تحریک کا نام ہے جس میں اکابرین اور عام قارئین سبھی شامل ہیں 'نعت رنگ'' پاکستان میں ہی نہیں دیگر ممالک میں بھی مقبول ہے۔ صبیح رحمانی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ اس شمارے کے مسلسل مدیر ہیں اور اس دوران وہ ایک لمحے کے لیے بھی ''مدیرانہ رعونت'' کے شکار نہیں ہوئے جناب عزیز احسن نے صبیح رحمانی کی مدیرانہ صلاحیتوں کے بارے میں رسالے ''سفیر نعت'' میں کہا۔

> ''نعت رنگ کی اشاعتوں سے صبیح رحمانی کا ادارتی سلیقہ اور نعت کی مختلف فکری جہتوں سے اس کی دلچسپی ظاہر ہوتی ہے۔ نعت کو ادبی اُسلوب دینے اور جدید شعری لہجوں سے ہم آہنگ کرنے کے سلسلے میں صبیح رحمانی کے مساعی جمیلہ موضوع سے اس کے اخلاص کی آئینہ داری بھی ہے اور اس بات کی غماز بھی ہے کہ وہ مدحت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف زاویوں سے آگاہ ہے''۔[1]

اس نوع کا ادبی خراج فی الواقع بڑے نصیب کی بات ہے صبیح رحمانی نے خود کو نعت کے لیے وقف کر دیا جو بلاشبہ بہت بڑی سعادت ہے۔

''نعت رنگ'' تاریخ اور ارتقاء

۱۹۹۵ء اُردو ادب کی خوش بختی کا سال ہے اسی سال اپریل میں کراچی سے ''نعت رنگ'' کا اجرا ہوا نعت رسول اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کے فروغ کے حوالے سے ''نعت رنگ'' کو جو منفرد سعادت حاصل ہوئی وہ اُردو کے کسی اور جریدے کو نصیب نہ ہوئی ''نعت رنگ'' اُردو دنیا کا وہ قابل ذکر واحد موضوعی رسالہ ہے جس نے کم عرصے میں بہت زیادہ نعتیہ ادب کو مثالی تحقیقی وتنقیدی مواد فراہم کیا۔

تخلیق نعت اور تعارف شعراو کتب نعت کے علاوہ اس جریدے نے تنقیدات نعت کے حوالے سے جو گراں قدر کام پیش کیا اُردو میں نعت کے حوالے سے چھپنے والے شماروں میں اس سے پہلے اس انداز کا تنقیدی کام اس تسلسل کے ساتھ کہیں بھی نہیں ہوا ''نعت رنگ'' کی اشاعت کا اہم اور اولین مقصد کا اظہار اس کے پہلے شمار میں کیا گیا تھا۔

> ''نعت رنگ فروغ نعت کے اس عہد زریں میں کوئی بڑا کارنامہ نہیں لیکن نعت نگاری کی طرف رجوع عام اس اہم دور میں نعت کو رطب ویابس اور شعرا کے غیر محتاط رویوں سے محفوظ رکھنے کی پہلی سنجیدہ اور باقاعدہ کوشش ہے'' ۔۲؎

''نعت رنگ'' کا پہلا شمارہ اپریل ۱۹۹۵ء میں سامنے آیا بیس سال کے طویل عرصے میں اس کے پچیس شمارے پوری آب وتاب کے ساتھ منظر عام پر آ چکے ہیں۔''نعت رنگ'' کے خصوصی شماروں میں علی الترتیب تنقید نمبر ۱۹۹۵ء، حمد نمبر ۱۹۹۹ء، امام احمد رضا نمبر ۲۰۰۵ء اور سلور جوبلی نمبر ۲۰۱۵ء کی حیثیت سے منظر عام پر آئے روشنیوں کا یہ سفر بحمد اللہ جاری وساری ہے۔

آج ''نعت رنگ'' علمی وادبی دنیا میں جس مقام پر فائز ہے ایک طویل پس منظر رکھتا ہے اس پس منظر سے آگاہی ''نعت رنگ'' کی تاریخ سے واقفیت ان مشکلات اور دشواریوں کے جن سے گزر کر ایک کتابی سلسلے نے ''ادبی تحریک'' کی شکل اختیار کی اس میں اس مجلّے کے مدیر سید صبیح رحمانی کا کردار قابل ذکر ہے۔صبیح رحمانی کی ایک بڑی کامیابی یہ ہے کہ اُنھوں نے اسے اہل علم کو نعت شناسی اور تفہیم نعت کے لیے تیار کیا جن کی قابلیت کا ایک زمانہ معترف ہے۔ رسالہ ''نعت رنگ'' نے نعتیہ شاعری کی تحقیق وتنقید پر نہایت بلند پایہ مقالات پیش کیے اور اس کے ادبی فروغ کا آوازہ اس شدت سے بلند کیا کہ منکرین نعت بھی نعتیہ شاعری کی عظمت کے قائل ہو گئے۔ڈاکٹر شہزاد احمد کے مرتبہ اشاریہ ''نعت رنگ'' کے پچیس شمارے ایک اجمالی تعارف کے فلپ میں ڈاکٹر عزیز احسن نے اس رائے کا اظہار کیا ہے۔

> ''اس کتابی سلسلے میں تحقیقی ،تنقیدی موضوعات بالتفصیل زیر بحث آئے ہیں اور اس کے ذریعے پہلی مرتبہ نعتیہ ادب کے مختلف زاویوں پر مکالمے کا در وا ہوا تھا اس لیے آسمان ادب پر نعتیہ موضوعات کی کہکشاں پھیلے گی'' ۔۳؎

''نعت رنگ'' کے مدیر صبیح رحمانی نے لکھنے والوں کا حلقہ وسیع کر کے اسے بین الاقوامی سطح پر پہنچا دیا نامساعد حالات کے باوجود بھارت کے اہل علم ذوق وشوق سے ''نعت رنگ'' کی محفل میں شریک ہو رہے ہیں۔

نعتیہ رسائل میں یہ اعزاز صرف ''نعت رنگ'' کو حاصل ہے کہ جس نے تحریکی انداز سے نعتیہ ادب کے خزانے میں بیش بہا کتب کا اضافہ کیا نعتیہ ادب کی وسیع تر خدمات کی انجام دہی ''نعت رنگ'' کو وزارتِ مذہبی امور، حکومت پاکستان کی جانب سے دو مرتبہ صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ ۲۰۰۴ء میں اور دوسری مرتبہ ۲۰۱۳ء میں سیرت کانفرنس کے موقع پر یہ

ایوارڈ دیے گئے دو مرتبہ تسلسل کے ساتھ کسی نعتیہ رسالے کو نوازا جاتا یہ اس کی عالمگیر مقبولیت اور خدمات کا بھرپور اعتراف ہے ''نعت رنگ'' عہد موجود میں نعتیہ ادب کا مستند حوالہ ہے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے ایک تاریخی دستاویز ہے۔ ''نعت رنگ '' کی فہرست میں پہلے مقالات و مضامین ہیں جس میں تحقیقی اور تنقیدی مضامین موجود ہیں اس کے بعد ''فکروفن'' میں مختلف مضامین ہیں۔ اس کے علاوہ ''مدحت'' کے عنوان سے ایک موضوع ہے جس میں مختلف احباب کی نعتیں دی گئی ہیں اس کے علاوہ اس رسالے میں مختلف ادبی گوشے ہوتے ہیں جو مختلف ادبی شخصیات کے لیے ہوتے ہیں ''نعت رنگ'' کی تاریخ اور ارتقاء کی تفہیم کے لیے اب ہم ''نعت رنگ'' کے پہلے پچیس شماروں کا مختصر جائزہ پیش کریں گے۔

کتابی سلسلہ ''نعت رنگ'' کا پہلا شمارہ (تنقید نمبر) کی صورت میں اشاعت پذیر ہوا۔ پہلے شمارہ کے مندرجات چار عنوانات یعنی جمال، تحقیق نعت، تنقید نعت اور فکروفن پر مشتمل تھے۔ اسی شمارے میں ''نعت کا سفر'' کے زیر عنوان سید آل احمد رضوی کا تحقیقی اور معلوماتی مضمون شامل ہے یہ مضمون چار الہامی کتابوں اور عربی زبان میں لکھی گئی نعتوں کے حوالے سے قلم بند کیا گیا ہے۔ نعتیہ ادب کے مباحث میں اس مضمون کی گونج تادیر سنی جاتی رہے گی۔ **ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی** کا مضمون ''نعت سرور کائنات ایک منفرد صنف سخن'' صنف نعت کے تعلق سے نہایت اہم مطالعہ ہے۔ یہ تحریر اختصار اور جامعیت کا امتزاج ہے۔ اس تحریر کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں نعت گوئی کے ضروری لوازم بیان کر دیے گئے ہیں۔ **ادیب رائے پوری** کا مضمون ''نعتیہ ادب میں تنقیدی جمود'' اور **ڈاکٹر عاصی کرنالی** کا مضمون ''ممنوعاتِ نعت'' میں کسی قدر تفصیل سے نعت گوئی کے ضروری اصول بیان کیے گئے ہیں اور صنف میں دخیل خامیوں کا عمدہ محاکمہ کیا گیا ہے۔ **عزیز احسن** کا مضمون نبی میں زبان و بیان کی بے احتیاطیاں'' اور **رشید وارثی** کا مضمون ''نعت نگاری میں ذم کے پہلو'' بھی خاصے کی چیز ہیں یہ دونوں مضامین جم کر اور نہایت انہماک سے رقم کیے گئے ہیں۔ یہ مضامین دامن ادب کے ساتھ ساتھ دامان خیال کو بھی مضبوطی سے تھامنے کی اہمیت واضح کرتے ہیں ''نعت رنگ'' کے پہلے شمارے پہ رائے زنی کرتے ہوئے اس کے دوسرے شمارے میں شفیق الدین شارق نے لکھا ہے کہ:

> ''مجموعی طور پر نعت رنگ (تنقید نمبر) ایک سعی بلیغ ہے۔ یہ صبیح رحمانی کی طرف سے ایک خوبصورت اور جاذب نظر تحفہ ہے اور نعتیہ ادب میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس شمارے مندرجات نہ صرف مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب ہمیں بتاتے ہیں بلکہ اس کے لوازم اور مقتضیات کی بھی پوری پوری نشاندہی کرتے ہیں''۔ ۴

ایک عزم اور نظم کے ساتھ آگے بڑھا جائے تو راستے کہکشائیں بنتے چلے جاتے ہیں ''نعت رنگ'' کے پہلے شمارے کے حوالے سے عصر حاضر کے معروف نعت گو شاعر حفیظ تائب نے اپنے مکتوب میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ:

> ''نعت رنگ کا شمارہ اول حسن انتخاب و ترتیب کا رفع و قیع جریدہ بن کر سامنے آیا ہے۔ ابتدائیہ میں بہت عمدہ، بلیغ انداز میں مقاصد بیان کیے گئے ہیں''۔ ۵

ہمیں موصوف کی اس رائے سے مکمل اتفاق ہے فی الواقع ''نعت رنگ'' کے پہلے شمارے میں جو مقاصد اور اہداف متعین کیے گئے تھے۔ اب تک اشاعت پذیر ہونے والے ہر شمارہ اس پر دلال ہے۔ ''نعت رنگ'' کے پہلے شمارے کے حوالے

سے دوسرے شمارے میں اشاعت پذیر ایک مکتوب کا حوالہ بھی ناگزیر ہے۔محترمی مشفق خواجہ تحقیق کی دنیا کا معتبر اور ممتاز نام ہیں وہ پہلے شمارے کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ:

> ''آپ نے اس شمارے میں تحقیق وتنقید کے حوالے سے جو مضامین شائع کیے ہیں۔ان میں نعت گوئی کے تاریخی،فکری، جمالیاتی اور فنی پہلوؤں کے بارے میں بصیرت افروز مباحث ملتے ہیں''۔ [6]

یہ نہایت مسرت کی بات ہے کہ ''نعت رنگ'' کے بعد میں آنے والے شماروں میں فاصل مدیر کی جانب سے ہمیں اس نوعیت کی بہت سی کامگار تحقیقی مساعی واضح طور پر نظر آتی ہیں۔انھوں نے نعتیہ ادب کے بہت سے نادر دریافت شدہ خزانوں تک رسائی حاصل کی اور انھیں ''نعت رنگ'' کے صفحات کی زینت بنایا۔

منقب نعت کے احیاء فروغ اور ابلاغ کے ضمن میں ''نعت رنگ'' کا دوسرا شمارہ بھی قابلِ ذکر پیش رفت ہے۔دوسرے شمارہ کے ابتدائیہ میں درج مدیر کے قیمتی اور گراں قدر خیالات قارئین کے لیے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے وہ بجا طور پر سوال اُٹھاتے ہیں کہ:

> ''کیا دیگر اصناف سخن کی طرح نعت کے فکری اور فنی پہلوؤں پر علمی مباحث کو فروغ دینے کی طرف توجہ کی گئی ہے؟'' [7]

''نعت رنگ'' کے فاضل مدیر نے دوسرے شمارے کے ابتدائیہ میں جو سوالات اُٹھائے تھے، ان کا جواب بھی اُنھوں نے ''نعت رنگ'' کی آئندہ اشاعتوں کی صورت میں دے دیا۔''نعت رنگ'' نے نعت کے فکری اور فنی پہلوؤں کو ایک اہم علمی اور ادبی بحث بنا دیا اور اسے اول درجے کی صنف سخن کے مقام پر لا کھڑا کیا۔اس حوالے سے دیکھا جائے تو ''نعت رنگ'' محض ایک ادبی جریدہ اور کچھ تحریروں کا مرقع نہیں ہے، بلکہ یہ ایک اہمہ گیر، ہمہ جہت ادبی تحریک ہے جس نے نعتیہ ادب کے آفاق اور امکانات کو روشن کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا ہے۔''نعت رنگ'' کے دوسرے شمارے کا دامن بھی مطالعاتی اور حوالہ جاتی مواد سے مزین ہے۔اس شمارے میں شامل **حافظ محمد افضل فقیر** کا مضمون، ''نعت کا مثالی اُصول نظم''، مضمون نگار کی علمیت اور تحقیقی مزاج کا عکاس ہے۔اُنھوں نے اپنے موضوع سے پورا پورا انصاف کیا ہے۔**رشید وارثی** کا مضمون ''نعت میں شان الوہیت کا استخاف'' اور **عزیز احسن** کا ''نعت اور شعریت'' بھی ایک مربوط مطالعہ ہے۔**عاصی کرنالی** کی تحریر ''اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کے اثرات'' فنی حوالے سے نہایت اہم نگارش ہے۔

پاکستان کے مختلف شہروں کے نعت گو شعرا کا تعارف اور ان کے کلام کا تجزیہ اس جریدے کی خصوصی عطا ہے۔اس سلسلہ مضامین میں مختلف علاقوں کے شعرا کی نعتیہ شاعری، قومی، ادبی منظر پر اُجاگر ہوتی ہے۔اس سلسلے کا پہلا قابل قدر مضمون ''دبستان کراچی کی نعتیہ شاعری'' مدیر ''نعت رنگ'' صبیح رحمانی کی تحریر ہے۔اُنھوں نے اپنی اس تحریر میں تحقیق کے تمام تر تقاضے پورے کرتے ہوئے کراچی کے قابل ذکر تمام شعرا کو ان کے کلام کے حوالے سے متعارف کروایا ہے۔شمارہ دو میں شامل **شبیر احمد قادری** کا مقالہ ''جدید نعتیہ ادب اور بارہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں استمداد، استغاثہ و فریاد'' بڑی محنت اور انہماک سے لکھا گیا

مقالہ ہے اُنھوں نے اس مقالے میں نعتیہ ادب کے ایک نہایت اہم پہلو کی نشاندہی کی ہے۔ عصر حاضر کی بیشتر نعتیں انہی کیفیات کی آئینہ دار ہیں جن کا ذکر شبیر احمد قادری نے اپنے اس مقالہ میں کیا ہے۔ آج امت مسلمہ دنیا کے ہر خطے میں روحانی اضطراب میں مبتلا ہے۔ چنانچہ اس کا اظہار آج کی نعت میں پورے فکری اور فنی اہتمام کے ساتھ ہو رہا ہے۔ **شفیق الدین شارق** کا مضمون ''**عصر حاضر میں نعت نگاری**'' بھی اسی شمارے میں شامل ہے۔ یہ مضمون شبیر احمد قادری کے مضمون سے ہم آہنگ ہے۔ بلکہ یہ دونوں مضامین ایک دوسرے کا تکملہ ہیں۔ اسی مضمون میں یہ دو شعر دیکھئے۔

میں تیرے مزار کی جالیوں کی مدحتوں میں مگن رہا
ترے دشمنوں نے ترے چمن میں خزاں کا جال بچھا دیا
یہ میری عقیدت بے نصیب یہ مری ارادت بے ثمر
مجھے میرے دعویٰ عشق نے نہ صنم دیا نہ خدا دیا

(عنایت علی خان)

اُمت مسلمہ کا یہی وہ المیہ ہے جس کی وجہ سے وہ ہر جگہ زار و زبوں ہے۔ نعت گو شعرا کا قلب احساس ان ہی کیفیات کا احاطہ کر رہا ہے۔ عصری نعت کی مزاج شناسی کے حوالے سے شارق کا یہ مضمون قابلِ توجہ مطالعہ ہے، نعت شناسی اور نعت فہمی ''نعت رنگ'' کے ہر شمارے کا طرۂ امتیاز ہے۔ مسیحی نعت گو **نذیر قیصر** کی شاعری پر **پروفیسر محمد اقبال جاوید** کا مضمون جو اسی شمارے کی زینت بنایا گیا ہے۔ قارئین کی توجہ اپنی جانب مبذول کراتا ہے۔ نذیر قیصر کی لکھی نعتوں کا مجموعہ ''اے ہوا موذن ہو'' کے ''مدحت'' کے عنوان سے بزرگ اور نوجوان شعرا کی بہت عمدہ نعتیں اس اشارے کے حسن میں اضافہ کر رہی ہے۔ زیر تبصرہ شمارے میں ''محبت کی گواہی'' کے زیر عنوان **بلقیس شاہین** کا لکھا حفیظ تائب کا بہت عمدہ خاکہ بھی شامل ہے۔ خاکہ نگار نے صاحب خاکہ کی شخصیت کے جن گوشوں کو نمایاں کیا ہے وہ نہایت دلکش اور دلآویز ہیں۔ بلاشبہ خاکہ نگاری محض پیکر تراشی نہیں، شیشہ سازی کا فن بھی ہے۔ بلقیس شاہین مبارکباد کی مستحق ہیں کہ اُنھوں نے اپنے ممدوح کی شخصیت کا نہایت عمدہ خاکہ تحریر کیا ہے۔

''نعت رنگ'' شمارہ ۲، کی ایک اور اہم شخصیت گوشہ **ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی** بھی ہے۔ اس حصے میں عطاء الحق قاسمی، مرزا ادیب، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، حفیظ تائب اور اصغر علی کی نگارشات شامل ہیں۔ ان نگارشات میں علم و ادب کے اس آفتاب کی حیات و خدمات کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے۔

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۳ بھی صنف نعت کے ادبی، فکری اور فنی نقوش اُجاگر کرتا ہے اس حوالے سے اس شمارے میں شامل مقالات ''اردو نعت میں انبیائے سابقین کی شان کا استقصار''، ''اردو نعت اور جدید اسالیب''، ''بانگ درا کی نعتیہ تب و تاب ''نعت خوانی کے آداب اور اصلاح و متعلقات اور فیصل آباد کا نعتیہ منظر نامہ توجہ طلب ہے۔ ان کے مطالعے سے صنف نعت کے بہت سے گوشے وا ہوئے چلے جاتے ہیں۔ اُردو میں نعت کا مستقبل **ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی** کے جادہ تراش علم کی عطا ایک خوبصورت فیچر ہے۔ جسے ہم اس شمارے کی انفرادیت قرار دے سکتے ہیں۔ ''ہمارے بھیا'' کے زیر عنوان **جمیل نقوی** کی شخصیت کا

خاکہ بلقیس شاہین کے قلم کا اعجاز ہے۔جمیل نقوی کی شخصیت کو محیط یہ خاکہ اردو خاکہ نگاری میں نقابلِ نظر انداز تحریر کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔

گوشہ **صبا اکبر آبادی** اور گوشہ **سید محمد ابوالخیر کشفی** میں شامل دونوں اُستاد شعرا کا وجد آفرین نعتیہ کلام سماعتوں میں رس گھولتا، اذہان کو مہکاتا چلا جاتا ہے۔احوال کے زیرِ عنوان اس شمارہ کے اداریہ میں مدیر ''نعت رنگ'' کی انفرادیت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

> ''نعت رنگ کو اللہ نے بعض پہلوؤں سے اولیت کا شرف عطا کیا ہے یا بعض باتوں اور موضوعات کی وجہ سے نعت رنگ کو زیادہ سنجیدگی اور گہرائی دی ہے۔نعت کے تقدس سے تو کافر بھی انکار نہیں کر تے لیکن نعت کے فنی پہلوؤں پر گفتگو کافی محدود ہے''۔۸

ہمارے خیال میں ''نعت رنگ'' نے نہ صرف اس خلا کو پر کیا ہے بلکہ نعت کی بہت سی جہتوں پر ایسے مضامین اور مقالات کو اپنے دامن میں جگہ دی ہے جن سے یہ صنف دنیائے ادب کی ہر دلعزیز صنف کے طور پر سامنے آئی ہے۔

جدید ادب کے تناظر میں اُردو نعت کی ادبی قدر و قیمت متعین کرنے اور اسے نئے العباد سے روشناس کراتے ہیں ''نعت رنگ'' کا کردار مرکزی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔اب یہ صنف سخن سنجیدہ مطالعے کا موضوع بن رہی ہے۔اس جریدے نے نعتیہ کلچر کو رواج دیا ہے۔ہماری یہ پختہ رائے ہے کہ آئندہ نعت پر کام کرنے والوں کے لیے ''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ حوالہ جاتی ضرورت بن جائے گا۔''نعت رنگ'' کا چوتھا رنگ بھی پہلے تین رنگوں کی طرح دلکش اور دلآویز ہے۔اس شمارے میں بھی متنوع نثری اور شعری مواد دامن نگاہ کو اپنی جانب کھینچ لیتا ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ **ڈاکٹر ابوالخیر کشفی** کا مقالہ ''گنجینۂ معنی کا طلسم'' اس شمارے کی نمایاں شناخت ہے۔لسانیات کے کئی عمدہ مباحث اس فکر انگیز مقالے میں بہت عمدگی سے سمٹ آئے ہیں ڈاکٹر صاحب کا یہ مقالہ نقد و انتقاد کی نہایت اعلیٰ مثال ہے۔یہ مقالہ ایک کثیر المطالعہ ادیب کے قلم کا شاہکار ہے۔شمارہ کے مکتوب نگار تابش دہلوی کہتے ہیں کہ:

> ''موجودہ شمارہ میں، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کا مضمون ''نعت گنجینۂ معنی کا طلسم'' نہایت فکر انگیز ہے اور لفظ و صوت کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے وہ اہل علم کے لیے اور خاص طور پر شعرا کے لیے سبق آموز ہے۔ایسے مضامین ادبیات میں خوشگوار اضافہ ہیں''۔۹

نعت کہنا قطعی طور پر آسان نہیں یہ تلوار کی دھار پر چلنے کے مصداق ہے۔اس صنف میں حفظ مراتب کو ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے۔''نعت رنگ'' شمارہ ۴ میں شامل **رشید وارثی** کا مقالہ ''اُردو نعت اور شاعرانہ تعلّی'' اس حوالے سے اہم کاوش ہے۔اس کے مندرجات سے اتفاق ناگزیر ہے۔اُنھوں نے نعت گو شعرا کا نہایت باریک بینی سے محاکمہ کیا ہے۔یہ مقالہ شعرائے نعت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور تعلیمات کے بیان کے سلسلے میں بہت زیادہ حزم و احتیاط کی طرف متوجہ کرتا ہے۔فکر و فن کے زیرِ عنوان اس شمارے میں شامل **پروفیسر محمد اقبال جاوید** کا مضمون ''غالب کی ایک نعتیہ غزل'' اور **ڈاکٹر ایوب شاہد** کا مضمون، ''نعیم صدیقی کی ایک نعت'' بھی لائق توجہ ہیں **نور احمد میرٹھی** اور **عزیز احسن** نے بھی اپنے اپنے موضوعات پر نہایت محنت لکھا ہے۔

اسی طرح حسرت تحسین حسرت کے فن نعت گوئی پر حفیظ تائب کا مضمون ''اعتراف کمال کی بہت عمدہ صورت ہے''، ''نعت کہیے مگر احتیاط کے ساتھ'' پروفیسر محمد اقبال جاوید کے مخصوص عالمانہ طرزِ تحریر کی بہترین مثال ہے۔ چوتھے شمارے میں اشاریہ نعت شمارہ ۱ تا ۳ بھی شامل ہیں۔ تحقیقی نقطہ نظر سے یہ خوش آئندہ اقدام ہے۔

''نعت رنگ'' کے پانچویں شمارے میں بارہ مقالات شامل ہیں۔ یہ مقالات نعتیہ ادب کے مختلف پہلوؤں کو محیط ہیں۔ ان مقالات میں ہمارے نزدیک ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کا مقالہ ''نعت کے عناصر'' ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کا مطالعہ ''مدح نگاری کی روایت اور مدح رسالت صلی اللہ علیہ وسلم'' ڈاکٹر بلال نقوی کا مقالہ ''اردو مرثیے میں نعتیہ شاعری کے امتیازات چند ابتدائی مباحث'' عزیز احسن کا مقالہ ''اُردو نعت اور شاعرانہ رویہ'' اور پروفیسر افضال احمد انور کا مقالہ ''اقبال کی نظم ذوق وشوق حمد ہے یا نعت'' نہایت گراں قدر عالمانہ کاوشیں ہیں۔ پروفیسر افضال احمد انور نے ٹھوس علمی حقائق کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ اقبال کی طویل نظم ''ذوق شوق'' حمد نہیں نعت ہے۔ پروفیسر صاحب کا یہ مطالعہ اُن کی نعت فہمی اور اقبال شناسی کا بین ثبوت ہے۔ ہمارے نزدیک شمارہ ۵ میں شامل یہ تحریر اس شمارے کا خصوصی امتیاز ہے۔ اقبالیات کا کوئی طالب علم اس مقالے کی علمی وقدر و قیمت سے صرف نظر نہیں کرسکتا۔ پروفیسر افضال احمد انور نے اپنے زیر تبصرہ مقالے میں بھارت کے معروف ماہر اقبالیات ڈاکٹر عبدالمغنی اور پاکستان کے ممتاز اقبال شناس ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی سے اختلاف کرتے ہوئے مدلل اور منطقی شواہد سے یہ ثابت کیا ہے کہ اقبال کی یہ نظم حمد نہیں بلکہ نعت ہے۔

فکر وفن کے زیرعنوان پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مضمون ''نیاز فتح پوری کی نعت سرائی'' اور عزیز احسن کا مضمون ''شاخ غزل پہ مدحت کے خوشنما پھول'' حسب سابق انتہائی جاندار اور شاندار ہیں یہ دونوں مضامین نعتیہ ادب کے قارئین کی یکسوئی اور توجہ کے طالب ہیں۔ مدحت کے زیرعنوان اس شمارے میں شامل تحسین فراقی، گلزار بخاری، رفیع الدین راز، ریاض حسین چودھری اور صبیح رحمانی کا نعتیہ کلام قابلِ مطالعہ اور قابلِ حوالہ ہے۔ ان نعت گو شعرا نے صنف نعت کی نزاکت اور حساسیت کو مدِ نظر رکھا ہے۔ چنانچہ فکری اور فنی دونوں حوالوں سے ان کی لکھی نعتیں اس شمارے کا خصوصی تحفہ ہیں۔ ''نعت رنگ'' کا چھٹا شمارہ بھی متاثر کن بلکہ مسحور کن ہے۔ اس شمارے میں ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی کا مقالہ ''نعت کے موضوعات'' جمال پانی پتی کا نعت ''نعت گوئی کا تصور انسان''، رشید وارثی کا مقالہ ''اردو نعت میں تلمیحات کا غیر محتاط استعمال'' اور عزیز احسن کا مضمون اور ''اردو نعت میں آفاقی قدروں کی تلاش'' نہایت وقیع ہیں۔ نعتیہ ادب کو وسعت سے آشنا سے ہمکنار کرنے والے یہ مقالات، مضامین، بہت اہم مطالعات ہیں۔ اس شمارے میں ایک سرقہ شدہ مقالہ بھی شامل ہے۔ اس مقالے کا عنوان ''قصیدہ بردہ کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ'' ہے۔ یہ دراصل پروفیسر علی حسن صدیقی کا تحریر کردہ مقالہ ہے جسے ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری نے اپنے نام سے شائع کرایا ہے۔

''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۹ میں مدیر ''نعت رنگ'' کے نام ایک مکتوب مولانا ملک الظفر سہرای نے بھی اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ یہ مقالہ پروفیسر علی محسن صدیقی کا تحریر کردہ ہے جو سیارہ ڈائجسٹ کے رسول نمبر حصہ دوم میں شائع ہو چکا ہے۔ اس شمارے کی ایک خاص بات شفیق فاطمہ شعری کی نعتیہ نظم ''حضارت جدید'' کا تجزیہ بھی ہے۔ تجزیہ نگار حمید نسیم ہیں اُنھوں نے

نہایت خوبصورتی سے اس نظم کی گرہ کشائی کی ہے ان کا لکھا یہ تجزیہ بہت بھرپور ہے نظم کے بہت سے مخفی گوشے پڑھنے والوں پر واضح ہیں وہ لکھتے ہیں:

> ''پندرہ مصرعوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور سیرت کا ایک دلنواز اور مکمل خاکہ رقم کر دیا گیا ہے۔ یہ شاعرہ کی قدرتِ کلام اور اپنے موضوع سے دل و جان سے وابستہ رہے اور عشقِ رسول کے مقامِ قبولیت پر ہونے کی گواہی ہے''۔۱۰

نعت گو شاعرہ شیبا حیدری کا مختصر تعارف مع نمونہ کلام بھی ایک اچھی کاوش ہے۔ فکر و فن کے زیرِ عنوان **عزیز احسن** کی تحریر ''صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جمالیاتی اظہار'' بہت عمدہ فکری فنی تجزیہ ہے۔

نعتیہ ادب کے ساتھ ساتھ حمدیہ ادب کی ترویج میں بھی ''نعت رنگ'' نے مقدور بھر خدمات انجام دی ہیں چناں چہ ''نعت رنگ'' شمارہ ۷ حمد نمبر کی صورت اشاعت پذیر ہوا ہے۔ اس صنفِ سخن کے حوالے سے یہ بہت Rich شمارہ ہے۔ اس کے ابتدائیہ میں اس کے مدیر نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ:

> ''جدید ادب کے تنقیدی و تحقیقی مطالعے کی صورت میں کوئی کتاب اس وقت تک منظرِ عام پہ نہیں آئی ہے۔ صرف چند رسائل و جرائد نمبر شائع ہوئے ہیں، اس مجموعی فضا میں ہم ''نعت رنگ'' کا حمد نمبر پیش کر رہے ہیں۔۔۔۔ ہمیں یقین ہے کہ ''نعت رنگ'' کا یہ حمد نمبر آئندہ حمدیہ ادب پر کام کرنے والوں کے لیے ایک بنیادی حوالہ ٹھہرے گا''۔۱۱

اس حمد نمبر کے مطالعے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ''نعت رنگ'' کے تمام شماروں کی طرح یہ شمارہ بھی ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک حوالہ جاتی

دستاویز ہے اس شمارے میں ''حمد و مناجات کی دینی و ادبی قدر و قیمت پر'' **مولانا سید ابوالحسن علی ندوی** کا نہایت وقیع، مربوط اور پر مغز مقالہ شامل ہے۔ **رشید وارثی** کا مضمون ''مبادیاتِ حمد''، **ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط** کا مقالہ ''اردو کی حمدیہ شاعری میں فلسفیانہ رجحان،'' پر **پروفیسر محمد اقبال جاوید** کی تحریر ''حمد، عبدِ شکور کا فخر اور عہدِ بجور کا سہارا،'' **ڈاکٹر عاصی کرنالی** کا مضمون ''حمدیہ شاعری پر تنقید،'' اور **نور احمد میرٹھی** کی تحقیق ''ہندو شعرا کی حمد نگاری'' حمدیہ ادب کے حوالے سے ژرف نگاہی کی عکاس تحریریں ہیں۔ یہ تمام تر نگارشات حمدیہ ادب کے ضمن میں جہت نما درجہ رکھتی ہیں۔ اسی شمارے میں **ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی، ڈاکٹر محمود الحسن عارف اور مولانا عبداللہ کوٹی** نے جن ممتاز شعرا کی حمدیہ شاعری کا جائزہ لیا ہے قابلِ مطالعہ ہے۔ **عزیز احسن** نے معروف شاعر قمر جمیل کی ایک حمدیہ نظم کا نہایت عمدہ تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔ حمدیہ ادب کے قارئین کے لیے یہ تحریر خاصے کی چیز ہے۔ **غوث میاں** کی کتاب ''انتخابِ حمد'' پر **مبین مرزا** کا لکھا تبصرہ اس کتاب کا بہت عمدہ تعارف ہے۔ ''نعت رنگ'' کا یہ شمارہ حمدیہ ادب کی نئی جہات سے روشناس کراتا ہے۔ اس شمارے میں شامل تحریروں کی اساس پر حمدیہ ادب کے ضمن میں ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ زیرِ تبصرہ شمارے میں شامل ایک صاحب اسلوب نگار **پروفیسر محمد اقبال جاوید** کی ایک موثر اور دل نشین تحریر کا اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

''حمد ذکر کی ایک حسین کہکشاں اور یاد کی ایک دلآویز قوسِ قزح ہے اس سے تصور مہکتا ہے اور درد چمکتا ہے اللہ کی حمد سینے میں گداز بن کر اُبھرتی ہے۔۔ یہ نجات کے لیے پرواز اور مغفرت کا وثیقہ ہے''۔[۱۲]

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۸ نعتیہ ادب کے حوالے سے اگلا قدم ہے اس شمارے میں بھی نہایت عالمانہ تجزیاتی مقالات و مضامین ہیں۔ **ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی** کا مقالہ ''شعر کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے'' **ڈاکٹر خورشید رضوی کی تحریر** ''حجر نبویہ پر نعتیہ اشعار''، **ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط** کا مضمون ''قصیدے بردہ کے منظوم اردو تراجم'' **منصور ملتانی** کا مختصر مگر ایک اہم موضوع کو محیط مضمون ''اردو نعت اور عقیدہ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم''، اور **رفاقت علی شاہد** کا تحقیقی مضمون ''گلزار نعت'' ایک نایاب ''نعتیہ گلدستہ'' صاحبان تحریر کی وسعت مطالعہ پر دلالت کرتے ہیں۔ شمارہ نمبر ۹ کے خطوط میں شامل ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد کے خط میں ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کے مضمون کے ایک فروگزاشت کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد لکھتے ہیں:

''اس مقالہ میں ایک بات کھٹکتی ہے، موصوف نے اپنے اس مقالہ میں حضرت حسان بن ثابتؓ کے مندرجہ ذیل شعر کا انتساب سبعہ معلقہ کے مشہور و معروف شاعر زہیر بن ابی سلمٰی کی جانب کر دیا''۔

[۱۳]

اس کے بعد اُنھوں نے اس شعر کا حوالہ بھی دیا ہے۔ شمارہ نمبر ۸ میں خصوصی مطالعہ کے زیرعنوان انتہائی معروف محقق **کالی داس گپتا** رضا کی تحقیقی تحریر بعنوان ''دبستان جوش ملسیانی میں نعت'' قابلِ مطالعہ ہے۔ علاقائی نعت گو شعرا کے حوالے سے شاکر کنڈان کی نگارش ''شعرائے جلال پور جٹاں اور نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' نعتیہ افق کو وسعت دینے کی کامیاب کاوش ہے۔ مطالعات نعت میں **پروفیسر شفقت رضوی** نے اُردو میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جائزہ قابل توجہ ہیں۔ تاہم اس موقع پر اس بات کی نشاندہی ضروری ہے کہ پروفیسر شفقت رضوی صاحب نے ڈاکٹر مظفر عالم جاوید کے جس تحقیقی مقالہ پر تبصرہ کیا ہے اور اسے سراہا ہے اُس مقالے کے بارے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ موصوف کا اپنا لکھا ہوا نہیں بلکہ ایک سرقہ ہے۔

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط نے سریش بھٹ کی ایک مراٹھی نعت کا تجزیہ تحریر کیا ہے۔ علاقائی نعتیہ منظرنامے کو روشن کرنے کے حوالے سے یہ ایک عمدہ قابل ذکر کوشش ہے۔ علاقائی زبانوں میں لکھی جانے والی نعتوں کا احاطہ ''نعت رنگ'' کی قابل تحسین خدمت ہے۔

''نعت رنگ'' کا نواں (۹) شمارہ بھی قبول مدیر اسی جستجو، اسی لگن اور اسی تمنا کا اظہار ہے۔ جس طرح گزشتہ شمارے تھے، یعنی نعت کا ادبی فروغ، اس شمارے کی خصوصی اور امتیازی شناخت یہ ہے کہ اس میں ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کا مقالہ ''غزل میں نعت کی جلوہ گری'' کے علاوہ گوشہ سلیم کوثر بھی شامل ہے۔ بلاشبہ غزل اُردو شاعری کی آبرو ہے اور اس کی متنوع جہتوں میں ایک نمایاں جہت اسکا نعتیہ آہنگ ہے۔ غزل گو شعرا نے اپنی غزلیات میں ممدوحِ کائنات کی مدح کو بھی اپنا شعار کیا ہے۔ غالب، حسرت موہانی، اقبال اور فیض سے ہوتا ہوا یہ سلسلہ آج کے غزل گو شعراء تک وسعت پذیر ہوتا چلا گیا ہے۔ **پروفیسر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی** نے اپنے طویل مقالے میں غزل کی صنف میں ہونے والی نعتیہ شاعری کا بہت عمدہ تجزیہ پیش کیا ہے۔ یہ عالمانہ مقالہ جہاں غزل کے

ایک اہم پہلو کو نمایاں کرتا ہے وہاں نعت کے غزلیہ پیرایہ اظہار پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔اس شمارے کی نہایت اہم عطا اسی مقالے کا ایک اقتباس دیکھیئے۔

> ''سلیم کوثر آج کے ان شاعروں میں سے ہے جن کو آج کی شاعرانہ زبان اور حساسیت وادراک کے ساتھ مدحت شاہ مدینہ کا منصب سونپا گیا ہے وہ حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وقت کو تسخیر کر لیتا ہے۔ چاروں طرف گونجتے ہوئے شور میں اُس کی ذات کی خانقاہ سکون اور چپ کدہ گونجتا ہے کیونکہ وہ ہمہ وقت اسم محمد ﷺ کی تسبیح خوانی میں مصروف ہے''۔۱۴

اس شمارے کا دوسرا اہم مضمون **ڈاکٹر عاصی کرنالی** کا لکھا مضمون ''اُردو حمد و نعت کی روایت کے چند سیاسی محرکات اور ان کی فروغ کی عملی صورتیں''۔حمد یہ نعتیہ

ادب کی تفہیم کے حوالے سے یہ مضمون قابلِ مطالعہ مواد پر مشتمل ہے۔**ڈاکٹر عاصی کرنالی** نے حمد و نعت کے نفسیاتی، معنویاتی، تہذیبی، تاریخی، ملی، قومی، علمی اور ادبی محرکات پر روشنی ڈالی ہے **فکر و فن** کے زیر عنوان شورش کاشمیری اور حفیظ تائب کی نعت گوئی پر ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری اور **اُسلوب احمد انصاری**، کے تجزیے نعتیہ ادب کے قارئین کے لیے بہت معلومات افزا الوازمہ فراہم کرتے ہیں۔شورش مرحوم کی نعتیہ شاعری پہ رائے زنی کرتے ہوئے تجزیہ نگار لکھتے ہیں کہ:

> ''شورش مرحوم نے نعت میں ماضی وحال کے تمام نعت گوؤں سے اپنا الگ رنگ پیدا کیا ہے۔اُس کی نعت کا انداز، اُسلوب اور آہنگ سب سے جدا ہے۔نظم کے پیرائے میں نعت گوئی میں بہت کم ملیں گے''۔۱۵

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری کا لکھا یہ فکری اور فنی تجزیہ نہ صرف شورش شناسی کے حوالے سے اہمیت کا حامل ہے بلکہ نعتیہ ادب کے بہت سے اہم گوشے بھی سامنے لاتا ہے۔حفیظ تائب کی نعت گوئی پر اُسلوب احمد انصاری کا لکھا یہ تجزیہ، تجزیہ نگار کی علمیت اور وسعت مطالعہ کا عکاس ہے۔ ہمارے نزدیک شمارہ نمبر ۹ میں شامل ریاض حسین چودھری کی طویل نعتیہ نظم ''تمنائے حضوری'' پر سچے مسلمان کی دلی آرزو اور قلبی خواہش کا اظہار یہ ہے۔اسی شمارے میں **ڈاکٹر اسلم انصاری** کا لکھا حمد یہ ''ترا اسم ہے میری زندگی'' لائق مطالعہ ہے اس حمد یہ کے چند شعر دیکھئے۔

میں سکوتِ شاخ خیال تھا
مجھے حرف حرف ثمر کیا
میری نارسائی کے درد کو
ہمہ تن متاع ہنر کیا
میں نوائے شامِ فراق تھا
مجھے بہرہ یابِ اثر کیا

(ڈاکٹر اسلم انصاری)

''نعت رنگ''شمارہ ۹ کے حصہ مکتوبات میں **محمد عبدالحکیم شرف قادری** کا مکتوب جس میں اُنھوں نے یہ لکھا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا ہوسکتی ہے تو حمد کیوں نہیں ہوسکتی۔ بعدازاں آنے والے شماروں میں وجہ نزع بنا رہا۔اس ضمن میں **ڈاکٹر یحییٰ نشیط** نے اپنے مکتوب مشمولہ ''نعت رنگ''شمارہ نمبر ۱۱ میں لکھا:

> ''نعت کی جگہ لفظ منقبت کا استعمال جیسا مناسب محسوس نہیں ہوتا اور حمدِ کبریا کو کبھی ہم نعت کبریا نہیں کہتے کیونکہ اصطلاحاً نعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہے اور حمد اللہ رب العزت کے لیے مستعمل ہے اس مروجہ
> اصطلاح کے استعمال کی جگہ تبدیل کردی جائے تو معنی میں اشتباہ پیدا ہوجائیگا''۔[۱۶]

ہم سمجھتے ہیں کہ تمام صاحبان علم کو عقدیت کے درمیان توازن قائم رکھنا چاہیے۔**مسلکی انتہا پسندی** کے زیر اثر شرعی حدود سے متجاوز ہوجانا کسی طور پر پسندیدہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ہمارا ایمان ہے کہ سچا عاشق رسول ہی سچا موحد بھی ہوتا ہے۔

شمارہ نمبر ۱۰ کی خصوصی تحریر **رشید وارثی** کا مقالہ ''اُردو نعت میں ادب رسالت کے مناقی اظہار کی مثالیں'' ہے۔اس عالمانہ مقالے میں اُنھوں نے اپنے اس طویل مقالے کی صورت نعت گوشعرا کے لیے بہت عمدہ Guide Line مرتب کردی ہے۔اُنھوں نے ''نعت رنگ''نمبر ۶ میں ''اردو نعت میں تلمیحات کا غیر محتاط استعمال''میں بھی نہایت اہم نکات کو اُجاگر کیا تھا۔اُن کے اس مضمون پر **مولانا کوکب نورانی** نے کچھ اعتراضات وارد کیے تھے۔شمارہ نمبر ۱۰ میں اُنھوں نے ان اعتراضات کا بھی مدلل جواب دیا ہے۔شمارہ نمبر ۱۰ میں دوسرا اہم مقالہ **پروفیسر شفقت رضوی** کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔اُنھوں نے اپنے مقالے میں اُردو نعت کے حوالے سے لکھی جانے والی تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی کتب کا جامع تعارف اور تجزیہ پیش کیا ہے۔**رفاقت علی شاہد** اُردو گلدستوں کے بہت اچھے محقق ہیں اُنھوں نے اس شمارے میں ''گلدستہ انوار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم'' کو متعارف کروایا ہے **ڈاکٹر انور سدید**

نے بشیر رحمانی کے مجموعہ نعت ''کیف حضوری''پر مختصر مگر جامعہ تبصرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

> ''بشیر رحمانی کی نعتیں اُن کے نخلِ عقیدت کے ثمرات شیریں ہیں۔نعت کے ان خیابانوں سے جو بھی گزرے گا اس کا سینہ منور اور کاسئہ جسم معطر ہوجائے گا''۔[۱۷]

اس شمارے میں شامل اطہر عنایتی کی ایک خوبصورت نعت کے یہ شعر روح کو مہکا رہے۔

ایسا نہ ہو کہ ہونٹوں پہ نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو
جو سانس لے رہے ہو کہیں آخری نہ ہو
دورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بنالے اگر مثال
جس کرب میں ہے آج ہماری صدی نہ ہو
وہ زندگی خدا کی قسم زندگی نہیں

جس زندگی میں عکسِ حیات نبی نہ ہو

(اظہار عنایتی)

شمارہ نمبر ۱۱ نئی صدی کے آغاز میں اشاعت پذیر ہوا۔اس شمارے کا ابتدائیہ لائق مطالعہ ہے۔مدیر رقم طراز ہیں:

''نئی صدی کی دہلیز پر ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس چراغ کو روشن کرتے ہوئے میں نئی مسرتوں اور نئی اُمنگوں کے جلو میں ان امکانات پر غور کر رہا ہوں جو آنے والے برسوں میں صنف نعت میں پیدا ہوں گے''۔۱۸؎

''نعت رنگ'' کا یہ اداریہ نعتیہ ادب کے حوالے سے ہونے والے کام اور مستقبل کے امکانات کا اشاریہ ہے اُنھوں نے اپنے اس اداریے میں فروغ نعت کے حوالے سے بہت اہم تجاویز پیش کی ہیں۔اس شمارے میں شامل **رشید وارثی** کا مقالہ ''اُردو نعت صلی کا استعمال اور اس کے مضرات'' فاضل نقاد کے گہرے مطالعے کا عکاس ہے۔اس شمارے کی خصوصی تحریر **ظہیر غازی پوری** کا مقالہ ہے۔اس مقالے کا عنوان ''نعتیہ شاعری کے لوازمات'' ہے۔اس میں صنف نعت کے حوالے سے روا رکھی جانے والی بہت سی ارادی اور غیر ارادی کوتاہیوں کا بھر پور محاکمہ کیا گیا ہے۔یہ نہایت معلومات افزا اور چشم کشا مقالہ ہے۔اُنھوں نے بہت سے نعتیہ اشعار پر صحیح گرفت کی ہے۔اس شمارے میں فکروفن کے زیرعنوان **ڈاکٹر اسلوب انصاری** کا لکھا تجزیہ ''**اقبال کی رباعیات میں نعت**'' اقبال فہمی اور اقبال شناسی کے حوالے سے ایک اہم تحریر ہے۔بازیافت کے زیرعنوان **راجا رشید محمود** کی تحقیقی تحریر ''عہد نعت میں ایک گلدستے کی یاد'' نعتیہ ادب کی کھوج کاری کا حوالے سے اہم پیش رفت ہے۔

شمارہ نمبر ۱۲ میں شامل **سید ابوالخیر کشفی** کا مقالہ ''نعت گوئی اور سیرتِ نعت کی محافل کا مطالعہ اعلیٰ اقلیم میں'' **ڈاکٹر اسماعیل آزاد** کا مقالہ ''نعتیہ شاعری خارج از نصاب کیوں'' **پروفیسر محمد اقبال جاوید** کا اقبال کا مطالعہ نعت اور آداب نعت گوئی اُن کے تبحر علمی پر دال ہے۔اُنھوں نے **ابوالخیر کشفی** کے فرمودات کی روشنی میں یہ مقالہ تحریر کیا ہے۔کشفی صاحب کی نعت فہمی اور نعت شناسی کے تعلق سے یہ تحریر قابلِ مطالعہ ہے۔ادیب رائے پوری کی کتاب ''نعتیہ ادب میں تنقید اور مشکلاتِ تنقید'' کا تجزیاتی مطالعہ **عزیز احسن** نے تحریر کیا ہے۔زیر تجزیہ کتاب کی قدر و قیمت کے تعین کے حوالے سے یہ تحریر بہت عمدہ رہنمائی کرتی ہے۔اسی شمارے میں **پروفیسر محمد اقبال جاوید** کی تصنیف ''تیرا وجود الکتاب'' کا بھی اُنھوں نے بہت عمدہ تعارف کروایا ہے۔شمارہ نمبر ۱۲ کی منفرد خصوصیت گوشہ غالب ہے اس نابغہ روزگار شاعر کی شاعری اور نثر میں نعتیہ کیفیات کا مختلف ناقدین ادب سے استفسار کیا ہے۔غالب کی زمینوں میں لکھی گئی کچھ نعتیں بھی اس شمارے میں شامل ہیں۔اس شمارے کا یہ حصہ نعتیہ ادب کی نظرانداز کی گئی سمت کو روشن کرتا نظر آتا ہے۔غالب شناسی کے حوالے سے بھی ہم اس حصے کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتے شمارہ نمبر ۱۲ میں شامل عزیز احسن اور صبیح رحمانی کی حمدیں بھی خصوصی توجہ کی طلبگار ہیں۔ان دونوں حمدوں کے دو دو شعر ملاحظہ فرمائیے۔

ہر جاں کو تسلی کہ حفاظت میں ہے تیری

ہر زخم تری چشمِ عنایت سے بھرا ہے
تو نے ہی مجھے نطق کی دولت سے نوازا
تو نے میرے احساس کو اظہار دیا ہے

(عزیز احسن)

اور یہ دوشعر دیکھئے:

در کرم یہ صدا دے رہا تھا اشکوں سے
جو ملتزم پہ کھڑے تھے، میں ان گداؤں میں تھا
غلافِ کعبہ تھا میرے ہاتھوں میں
خدا سے عرض و گزارش کی انتہاؤں میں تھا

(صبیح رحمانی)

''نعت رنگ'' شمارہ ۱۳ اور ۱۴ ایک ساتھ قارئین کو پیش کیے گئے۔ مطالعہ نعت کے حوالے سے یہ دونوں شمارے بھی قابلِ تحسین دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شمارہ ۱۳ میں شامل **پروفیسر محمد اقبال جاوید** مقالہ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعت کے آئینے میں شارق غنی کا مضمون ''نعت کے اشعار میں فنی سقم''، **ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی** کا مقالہ ''ہندوستان میں عربی نعت گوئی تحلیل وتجزیے کا ایک جائزہ''، اور **ڈاکٹر صابر سنبھلی** کا مضمون ''حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی میں مضمون آفرینی'' ایسے مطالعات نعت ہیں جن سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۱۵ نعت کے ادبی، تنقیدی، اور تہذیبی سفر کی پندرھویں منزل ہے اس شمارے میں پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مضمون ''ظہور قدسی پس منظر'' میں اُنھوں نے بعثتِ نبوی سے پہلے کے منظرنامے کو نعتیہ اشعار سے ترتیب دے کر انے مخصوص خوبصورت اُسلوب کی خوشبو سے مہکایا۔ ڈاکٹر تقی عابدی نے اپنے مضمون ''اردو کا سبحان محمد صلی'' نے اپنے تحقیقی مضمون میں پہلی مرتبہ غالب کے شاگرد میر مہدی مجروح کو بحیثیت نعت گو متعارف کروایا۔ محمد فیروز شاہ نے اپنے مضمون ''میانوالی میں نعت نگاری'' میں میانوالی کے نعت گو شعرا کا مختصر مگر جامع اور خوبصورت تعارف پیش کیا **مدحت** میں محسن نقوی سید محمد طلحہ رضوی برق (بھارت) سید ریاض حسین زیدی کی نعتیں شامل ہیں۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۱۶ بھی نعتیہ ادب کے حوالے سے اہم سنگ میل ہے اس شمارے میں **خواجہ معین الدین چشتی** کی ایک حمد اور نعت بزبان فارسی ابتدائی صفحات پر نظر آئیں ان کا ترجمہ علامہ سبقی فرید آبادی نے کیا ہے **مقالات ومضامین** میں مسعود الرحمٰن ندوی کا مضمون ''عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مدح رسول صلی''، پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مضمون ''ظہور قدس اردو نعت کے آئینے میں''، ڈاکٹر محمد سلطان شاہ کا مضمون ''نعتیہ شاعری میں ذکر احادیث رسول، خاصے تحقیقی اور معلوماتی ہیں۔ پروفیسر فیروز شاہ کا مضمون ''اصناف سخن کا تنوع اور نعت'' بھی اہم ہے اس شمارہ میں **گوشہ افتخار عارف** بھی خاصے کی چیز ہے **فکروفن** میں ڈاکٹر سید

محمد ابوالخیر کشفی کا مضمون ''مقبول نقش کا نقش عقیدت''، ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کا مضمون ''علامہ فیض الحسن سہارنپوری کی نعتیہ شاعری''، بہت اہم تنقیدی مضامین ہیں۔ **مطالعات نعت** میں بھی عزیز احسن کا مضمون ''سفیر نعت'' کا محسن کاکوروی نمبر، ڈاکٹر غفور شاہ قاسم کا ''رب آشنا ایک تجزیہ ایک تاثر'' اہم تنقیدی مضامین ہیں۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ **۱۷** بھی متاثر کن ہے اس شمارے میں ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی جو ''نعت رنگ'' معماروں میں خاصی اہمیت رکھتے ہیں۔ اپنے مضمون میں ''نعت کے جگنوؤں کے تعاقب میں'' وہ اپنے ماضی کے ان روشن لمحات کو ہمارے سامنے پیش کررہے ہیں جو ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہیں۔ ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کا مضمون ''مراٹھی میں ذکر محمد صلی'' اپنے اس تحقیقی مضمون میں ڈاکٹر صاحب نے مراٹھی زبان میں ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں ہونے والے کاموں کا تعارف کروایا۔ اس کے علاوہ **گوہر ملسیانی** کا مضمون ''ضلع رحیم یار خان کے نعت گو'' میں ہمیں ضلع رحم یار خان کے نعت نگاروں سے متعارف کروایا ان کے بارے میں مدیر اپنے اداریہ میں کہتے ہیں:

> ''گوہر ملیسانی ہمارے عہد کے نعتیہ منظر نامے پر ایک نعت گو کی حیثیت سے اپنی جگہ بنا چکے ہیں مگر ان کی شناخت کا بڑا حوالہ ان کی تذکرنگاری ہے عصر حاضر کے نعت گوان کا ایسا کارنامہ ہے جو بعد میں آنے والے تذکرہ نگاروں کے لیے حوصلہ افزائی کا سبب بنا''۔ ۱۹

فکر وفن میں پروفیسر جعفر بلوچ کا مضمون ''اسد ملتانی کا حمدیہ اور نعتیہ کلام'' اور ڈاکٹر غفور شاہ قاسم کا مضمون ''ملک منظور حسین منظور کی نعت گوئی'' خاصے کی چیز ہیں۔

شمارہ نمبر ۱۷ میں خاص بات **گوشہ حفیظ تائب** کا شامل ہونا بھی ہے اس گوشے میں پروفیسر شبیر احمد قادری اور عمران نقوی کے مضامین مختصراً ان کی خدمات کا احاطہ کرتے ہوئے ہمیں ان کی یاد دلاتے ہیں۔

خطوط بھی ''نعت رنگ'' کے سب سے توانا حصہ بن گئے ہیں۔ محفل کے اس حصے میں پاک و ہند کے متعدد اہم نام نظر آتے ہیں۔ ان ناموں میں ''**علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی**'' کا نام خاص اہمیت رکھتا ہے وہ نہایت محنت سے ''نعت رنگ'' کے مشمولات کا جائزہ لے کر اپنے افکار وخیالات سے ہمیں آگاہ کرتے ہیں۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ **۱۸** بھی پہلے شماروں کی طرح دلکش اور انوکھا ہے یہ اسی لحاظ سے بھی اہم ہے کہ یہ شمارہ **احمد رضا بریلوی نمبر** ہے علمیت اور ضخامت کے اعتبار سے یہ ایک یادگار تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ امام احمد رضا پر کام کرنے والے محققین کے لیے جہاں یہ ایک وقیع و مدلل حوالہ بنے گا وہیں نعت گو شعرا کے لیے مشعل راہ کا کام دے گا ''کلامِ رضا میں توحید کی خیابادیاں'' کے عنوان سے پروفیسر فاروق احمد صدیقی کا ایک اچھوتا مضمون ہے پروفیسر صاحب نے جا بجا اعلیٰ حضرت کے کلام سے استدلال کیا ہے جس سے ایمان میں تازگی اور عقیدہ میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ **خصوصی مطالعے** میں علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کا مضمون ''رضا کی زبان تمہارے لیے'' بہت مدلل، مفصل اور مکمل مضمون تحریر فرمایا ہے۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ **۱۹** بھی نعت کے ادبی اور فنی نقوش کو سامنے لے کر آتا ہے اس شمارے کا انتساب عامر شہید چیمہ

کے نام ہے جنھوں نے ناموس رسالت کی خاطر اپنی جان قربان کردی۔ اس شمارے میں تنقیدی مقالات اور تحقیقی مقالات دونوں الگ الگ شائع ہوئے ڈاکٹر دوست محمد خان کا مضمون ''اسلام میں نعت کا مقام۔ جواز عدم جواز'' پروفیسر محمد اکرام رضا کا مضمون ''گلستانِ نعت میں سیرت مصطفیٰ کی بہار جاوداں'' ان سب مضامین کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

تحقیقی مضامین بھی خوب ہیں ڈاکٹر خورشید رضوی کا تحقیقی مقالہ ''قصیدہ شمسہ۔۔۔ایک نادر نعتیہ دستاویز'' بہت اچھا مضمون ہے جس میں ڈاکٹر صاحب کی محنت سراہے جانے کے لائق ہے۔ پروفیسر اکرام رضا کا مضمون ''غیر مسلم نعت گو شعرا کا قبولیت اسلام سے گریز'' بھی بہت عمدہ مضمون ہے۔ اس کے علاوہ **فکر و فن** میں بھی نعت کے حوالے سے تنقیدی مضامین ہیں **تذکروں** میں گوہر ملیسانی کا تذکرہ ''مذکرہ نعت گویان بہاولپور'' بھی عمدہ تذکرہ ہے ضرورت ہے کہ ایسے مضامین ہر شہر کی طرف سے لکھے جائیں۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر **۲۰** بھی بہت اعلیٰ ہے اس شمارہ کا انتساب ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی (مرحوم) کے نام ہے اس کے ابتدائی میں مدیر صبیح رحمانی نے ڈاکٹر صاحب کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''حضرت کی شخصیت مجموعہ کمالات تھی ادب، لسانیات، خاکہ نگاری، شاعری، نعت گوئی تنقید، سیرت نگاری وہ کون سا شعبہ تھا جہاں آپ نے اپنے کام سے ان مٹ نقوش نہ چھوڑے ہوں لیکن میری نظر میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شخصیت کا سب سے بڑا حوالہ تھا''۔ [۲۰]

اس شمارے کا سب سے پہلا مضمون حسن محمود جعفری صاحب کا ہے 'صنف نعت انسانی تخیل کے تناظر میں' نہایت عالمانہ مضمون ہے۔ دوسرا مضمون گوہر ملساتی کا ہے ''اخلاق محسن انسانیت نعت کے آئینے میں'' بہت تحقیقی مضمون ہے ڈاکٹر یحییٰ نشیط کا مضمون ''اردو لوک گیتوں میں ذکر رسول'' ایک مقالہ ہے اس میں ڈاکٹر صاحب نے لکھا کہ ان گیتوں کو فقہی میزان پر تولنے کی کوشش کرنے اور شرک وکفر کے فتوے دینے سے سادہ لوح انسانوں کی خدا اور رسول کے تئیں رکھی جانے والی مخلصانہ محنت میں رفتہ پڑسکتا ہے۔ عزیز احسن نے ''نعت اور تصور مقصود کائنات'' جیسا مضمون لکھ کر بڑی رہنمائی کی ہے اس کے علاوہ سلیم شہزاد نے اپنے مضمون میں آزاد نظم میں نعت کی جلوہ گری پر بات کی ہے اس کے علاوہ ڈاکٹر غفور شاہ قاسم کا مضمون ''پاکستان میں نعت گوئی کی تحریک ایک سرسری جائزہ'' بہت زیادہ معلومات افزا ہے۔ اس شمارے میں آفتاب کریمی مرحوم کے لیے ایک گوشہ مختص کیا گیا کتابوں پر تبصرے کا کام جناب عارف منصور نے کیا ہے اور بہت سلیقے سے کیا ہے۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر **۲۱** بھی نعتیہ ادب کے حوالے سے ایک اہم کاوش ہے اس میں ''نعت رنگ'' کا ابتدائیہ ہی اس قدر جامع اور مکمل ہے صبیح رحمانی نے نعت گوئی، نعت فہمی اور تنقیدی بصیرت کا ایک ایسا گراف بنا کر پیش کردیا ہے صبیح رحمانی کے ابتدائیہ کے آغاز کی چند سطور قابل غور ہیں وہ کہتے ہیں:

> ''نعت درود وسلام کے پیکر شعری کا نام ہے سیرت اظہر سے اکتساب شعور کا سب سے بڑا وسیلہ، اور وسلیہ جلیلہ سے عطا ہونے والی روشنی کا ہر سطح پر اطلاق اسی صورت ممکن ہے کہ ہم تاجدار کائنات کی ذات اقدس سے قلبی و روحانی روابط کو فروغ دیں اس طرح ہمارے شب و روز کا دامن خیر کی

روشنیوں سے بھر سکتا ہے''۔[۲۱]

موجودہ شمارے میں جملہ مقالات تحقیق وتنقید اور مضامین، نعت گوئی، اُسلوب نعت، معیار نعت، تاریخ نعت اور نعت شناسی پر ایسی تحریریں ہیں جو تاریخ اُردو ادب کا زریں باب بنیں گی ان مضامین میں ''اردو نعت میں ضمائر کا استعمال رشید وارثی کا ایک خوبصورت مضمون ہے جو نعت لکھنے والوں کے لیے بے حد کارآمد ثابت ہوگی۔ **گوہر ملیسانی** کا مضمون ہمیشہ کی طرح بہت عمدہ ہے تمام تحقیقی مقالے شاندار ہیں۔ ان میں ڈاکٹر شبیر احمد قادری اور ڈاکٹر محمد ارشد اویسی کا مضمون ''صوبائی اسمبلی پنجاب میں ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' ایک عظیم کاوش ہے جس میں مدحت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو گورنمنٹ کے حلقوں میں ایک بنیادی مقام حاصل ہوا ہے **نعت شناسی** پر لکھے گئے سب مضامین بہت اعلیٰ ہیں ان میں ڈاکٹر سید محمد یحیٰی نشیط کی تحریر ''نظیر لدھیانوی کی نعت شناسی'' عزیز احسن نے ''پروفیسر اقبال جاوید کی نعت شناسی'' پر جو مضمون ''نعت رنگ'' کے قارئین کو پیش کیا ہے ایک بہترین کاوش ہے۔ ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی اپنے مضمون ''پروفیسر محمد اکرم رضا کی نعت شناسی'' کے حوالے سے کچھ یوں رقم طراز ہیں:

> ''نعت گو شاعر کی فکر کو شعری سرخروئی کیلئے کثیر الجہات ہونا ضروری ہے پروفیسر محمد اکرم رضا ہمہ وقت نئے نئے عنوانات تلاش کرتے ہیں ان کے بیشتر مقالات کا خمیر عصر حاضر کے تقاضوں سے اُبھرا ہے''۔[۲۲]

نعتیہ تذکرہ نگاری اور ''نعت رنگ'' کے عنوان سے شہزاد احمد نے کراچی سے بہت ہی خوبصورت ''نعت رنگ'' کے ۲۰ شماروں کا اجمالی جائزہ پیش کیا ہے جو کہ نہایت عمدہ کاوش ہے۔ **مطالعات نعت** میں صبیح رحمانی سرسری جائزہ ہے۔ ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر **۲۲** بھی نعتیہ ادب کا عمدہ شاہکار ہے ''نعت رنگ'' کے اسی شمارہ کا انتساب رشید وارثی کے نام کیا گیا ہے ابتدائیے میں ڈاکٹر ریاض مجید نے جن گراں قدر خیالات کا اظہار کیا ہے اُسے جدید نعت نگاری کے نصاب کا درجہ حاصل ہے اُن نے ''مہمان مدیر'' کی حیثیت سے اپنا کردار خوب نبھایا ہے ''نعت رنگ'' کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے ان کے کہنے کے مطابق تمام نعت سے جڑے ہوئے لوگوں کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے وہ یوں کہتے ہیں:

> ''نعت کو محض موضوع اظہار کا وسیلہ نہیں سمجھنا چاہیے اس اظہار سخن اور فن کا درجہ دینے کیلئے ہمہ پہلو کوشاں بھی رہنا چاہیے اور صنف میں بین الاقوامی معیارات فن اور ادبیات عالیہ کے حامل نمونے تخلیق کرنے کی خواہش رکھنی اور اسکے لیے کوشش بھی کرنی چاہیے''۔[۲۳]

مقالات کے شعبہ میں شعیب نگرامی کا مضمون ''نعت نبوی اور توحید رسالت کے مابین فرق کی اہمیت'' بہت اعلیٰ مضمون ہے اسکے علاوہ ڈاکٹر سید یحیٰی نشیط کا مضمون دیار مغرب کے اُردو شعرا کی نعتیہ شاعری ایک نہایت اہم کاوش ہے انھوں نے اپنے قارئین کرام کو شعر بست اور شعریت کا امتیاز نہایت ہی مختصر اور جامع الفاظ میں پیش کرنے کی کوشش کی ڈاکٹر اشفاق انجم نے ''اردو نعت میں ضمائر کا استعمال'' پھر بھرپور تنقیدی جائزہ لیا ہے نعت شناسی کے خوبصورت سلسلہ میں پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب نے ڈاکٹر ریاض مجید کی نعت شناسی پر نہایت عمدہ مضمون پیش کیا۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر **۲۳** بھی صنف نعت کے فروغ اور ابلاغ کے ضمن میں قابل ذکر پیش رفت ہے اس شمارے کے

ابتدائیہ پروفیسر انور احمد زئی (مہمان مدیر) نے لکھا اس میں وہ کہتے ہیں کہ:

''نعت رنگ' ایک مجلّے ۔۔ایک کتابی سلسلے سے بہت آگے ایک تحریک ایک مشن اور ایک آدرش کا روپ دے رہا ہے۔۔۔ یہ عشق کے ذریعے عالم آرائی کا منصب ہے''۔[۲۴]

اس رائے کو پڑھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''نعت رنگ'' اپنے مشمولات کے تنوع کے اعتبار سے ایک جامع رسالہ ہے اس کے علاوہ تحقیقی مقالات میں پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور کا مقالہ ''نثری نظم اور نعت'' دلچسپ بھی ہے اور فکر انگیز بھی ہے پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کا مضمون ''صحابہ کرام کی نعتیہ شاعری اور ہم''، بھی عمدہ ہے ڈاکٹر الطاف حسین لنگریال، ساجد صدیق نظامی اور قیصر نجفی کے مقالات نئی جہات اور نئے موضوعات کو متعارف کرانے کا سبب ہیں **مطالعات نعت** میں ڈاکٹر سہیل شفیق کا مقالہ ''مقالہ اردو نعت میں استغاثہ واستمداد کی روایت'' بھی بے حد فکر انگیز ہے اور ایسے ہی دیگر موضوعات کے انتخاب کی دعوت بھی دیتا ہے کہ نعت کا مطالعہ فقط روایتی موضوعات کے تحت ہی نہیں کیا جانا چاہیے موضوعات اور بھی ہے۔

''نعت رنگ''، شمارہ نمبر **۲۴** کے حصہ مقالات میں آٹھ تحقیقی، تنقیدی مقالات موجود ہیں۔ ان مقالات میں بالخصوص ڈاکٹر شہزاد احمد کا مقالہ ''پاکستان میں نعتیہ صحافت ایک جائزہ'' پروفیسر ڈاکٹر شاکر اعوان کا مقالہ ''عہد رسالت میں نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' ڈاکٹر اشفاق انجم کا مقالہ اور ڈاکٹر محمد طاہر قریشی کا مقالہ ''نعت اور نعتیہ عناصر'' نہایت وقیع ہیں۔ صنف نعت کی مختلف جہتوں کو سمجھنے کے لیے ان کا مطالعہ ناگیز رہے۔ **مطالعات نعت** کے زیر عنوان پروفیسر انوار احمد زئی کا مضمون اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ، اور ڈاکٹر عزیز احسن کا تجزیاتی مضمون ''ہماری ملی شاعری میں نعتیہ عناصر'' حوالہ جاتی نوعیت کی نگارشات ہیں ڈاکٹر معین الدین عقیل کی ادارتی تحریر ابتدائیہ قارئین نعت نگاری کی خصوصی توجہ کا طلب گار ہے۔ ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر **۲۵** اس کا **سلور جوبلی نمبر** ہے جو کہ منفرد شاندار اور ضخیم شمارہ ہے نعت گوئی کے معیار اور اس سے متعلق تحقیق وتنقید کا ایک باب ہے اس شمارے کو ایک ادبی دستاویز کہنا چاہیے اس کے مضامین نثر ونظم میں وہ ادبی، تحقیقی اور علمی معیار نظر آتا ہے جو کہ موجودہ ادبی کساد بازاری کے دور میں ایک کرشمے سے کم نہیں۔ اس شمارے کے اداریہ میں مبین مرزا کا مقالہ ''نعت شناسی کے ضمن میں اضافے کی حیثیت رکھتا ہے مبین مرزا نے غیر رواجی انداز میں اردو کی شعری تہذیب کا سیر حاصل جائزہ لیا اور پھر نعت گوئی کے مختلف ادوار سے مسلم اور غیر مسلم نعت گویوں کی عمدہ مثالیں پیش کی ہی۔ ڈاکٹر ریاض مجید کو نعت شناس اور نعت گوئی سے گہرا شغف ہے انھوں نے ''نعت رنگ'' کیلئے جو قصیدہ دعائیہ لکھا وہ ان کے خلوص اور قادر الکلامی کی مثال ہے ان پہ شعر حقیقت پر مبنی ہے۔

جہاں بھر سے نعت و نعت کی فراہمی
جو کام ہم نہ ملے کے کر سکے اس ایک نے کیے

اس میں اُنھوں نے سب کے خیالات وجذبات کی ترجمانی کی ڈاکٹر ریاض مجید کا یہ دعائیہ قصیدہ ایک تنقیدی، تخلیقی اور ادبی منظوم مقالے کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ مقالات میں ڈاکٹر معین الدین عقیل کا مقالہ ''تحقیق نعت صورتحال اور تقاضے ڈاکٹر ریاض مجید کا مقالہ

''برسبیل نعت۔ الفاظ وتراکیب'' نعت گویوں کے لیے دعوت عمل ہے۔ ڈاکٹر عزیز احسن کا مقالہ ''نعتیہ ادب کی تخلیق تنقید اور تحقیق کے ملازعات'' اس میں انھوں نے غلط اشعار خصوصاً نعتیہ اشعار پر سختی سے گرفت کی تاکہ شعرا غزل کی طرح نعت میں بے راہ روی کا شکار نہ ہوں۔

فکروفن میں مرزا ادبیر اور انشاء اللہ خاں انشا کی نعتیہ شاعری پر شفقت رضوی اور ڈاکٹر تقی عابدی کے مضامین تحقیقی رخ رکھتے ہیں۔ **حاصل مطالعہ** میں ڈاکٹر عزیز احسن نے بڑے نپے تلے انداز میں تبصرے کیے شعرا کے عمدہ اشعار بھی منتخب کیے ہیں ایوان مدحت میں عمدہ نعتیں موجود ہیں ان میں **حنیف اسعدی**، **امید فاضلی**،، **عطاء الحق قاسمی**، **ظفر اقبال**، **صبیح رحمانی**، کی نعتیں اعلیٰ ہیں۔

آخر میں ہم ان پچیس شماروں کا مطالعہ کرنے کے بعد کہہ سکتے ہیں کہ ''نعت رنگ'' ایک جامع اور ہمہ جہت ادبی جریدہ ہے جس میں تحقیق نعت، تنقیدِ نعت اور نعتیہ فکروفن کے سب شواہد یک جا ہیں ''نعت رنگ'' کے حوالے سے ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کہتے ہیں کہ:

> ''نعت رنگ فروغ نعت کی ایک پرقوت تحریک ہے ''نعت رنگ'' نے پہلی بار نعت پر تنقید کو ایک مستقل حیثیت دلائی ہے نعت کے اول پہلوؤں کو مطالعے کا ایک مستقل میدان بنا دیا ہے نعت کے سماجی، عمرانی اور تہذیبی پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے''۔[۲۵]

حوالہ جات

۱۔ آفتاب کریمی، سفیرِ نعت، شمارہ نمبر۱، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، اردو بازار کراچی، اکتوبر ۱۹۹۹ء، ص ۸۵

۲۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۱، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۱۵

۳۔ شہزاد احمد، ڈاکٹر، نعت رنگ کے پچیس شمارے، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ۲۰۱۵ء، ص ۹

۴۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۲، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۱۹۹۵ء، ص ۱۵۰

۵۔ ایضاً، ص ۲۲۰

۶۔ ایضاً، ص ۲۴۰

۷۔ ایضاً، ص ۹

۸۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۳، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ستمبر ۱۹۹۶ء، ص ۷

۹۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۵، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۱۹۹۸ء، ص ۱۲۰

۱۰۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۶، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ستمبر ۱۹۹۸ء، ص ۱۲۰

۱۱۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۷، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اگست ۱۹۹۹ء، ص ۹

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۱۰

۱۳۔ محمد سہیل شفیق، ڈاکٹر، نعت نامے، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، جولائی ۲۰۱۴ء، ص ۱۳۹

۱۴۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۹، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، مارچ ۲۰۰۰ء، ص ۱۲۰

۱۵۔ ایضاً، ص ۵۰

۱۶۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۱۰، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اپریل ۲۰۰۰ء، ص ۱۱۰

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۲۰

۱۸۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۱۱، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، مارچ ۲۰۰۱ء، ص ۶

۱۹۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۱۷، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، نومبر ۲۰۰۴ء، ص ۵

۲۰۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۲۰، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اگست ۲۰۰۸ء

۲۱۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۲۱، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۹

۲۲۔ ایضاً، ص ۲۸۱

۲۳۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۲۲، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ستمبر ۲۰۱۱ء، ص ۸

۲۴۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۲۳، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اگست ۲۰۱۲ء، ص ۱۰

۲۵۔ شہزاد احمد، ڈاکٹر، نعت رنگ کے پچیس شمارے، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ۲۰۱۰ء، ص ۹

باب سوم

''نعت رنگ'' کے تحقیقی مضامین کا مطالعہ

''نعت رنگ'' کے تحقیقی مضامین کا مطالعہ

تحقیق:

تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کا مادہ حقق ہے۔جس کے معنی ہیں اصلیت معلوم کرنا، دریافت کرنا، کھوج لگانا، تفتیش کرنا، حقیقت کو ثابت کرنا۔اصطلاحی لحاظ سے تحقیق کے معنی ہیں کسی تعلیمی مسئلہ (موضوع) کے بارے میں ایسے اسلوب سے کھوج لگانا کہ اس کی اصل شکل، خواہ معلوم ہو یا غیر معلوم، اس طرح نمایاں ہو جائے کہ کسی قسم کا ابہام نہ رہے۔یہ کھرے کو کھوٹے سے، حق کو باطل سے، مغز کو چھلکے سے الگ کرنے کا عمل ہے۔نامور محقق **فاقی عبدالودود** تحقیق کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''کسی امر کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے کو کوشش ہے''۔[1]

تحقیق اصل میں سچائی کی جستجو کا نام ہے۔یہ مفروضے سے نتائج کی طرف، مشاہدے سے تجربے کی طرف، شے سے حقیقت کی طرف اور نامعلوم سے معلوم کی طرف ایک سفر ہے۔دھندلے نقوش کو واضح کرنے کا عمل ہے۔

ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش تحقیق کی تعریف ایسے کرتی ہیں:

''مخصوص حالات میں مخصوص شواہد اور روایات کی روشنی میں اُس صداقت کی تلاش ہے جو محقق کی دسترس میں ہو''۔[2]

آغاز وارتقاء:

اگر تاریخ کے عالمی منظرنامے پر نظر کریں تو تحقیق کے ابتدائی آثار ہمیں یونانی مفکرین کے ہاں دکھائی دیتے ہیں، جہاں ارسطو نے یہ طریقہ وضع کیا تھا کہ کسی چیز کو ثبوت یا دلیل کے بغیر سچ تسلیم نہ کیا جائے۔

پھر قبل مسیح کے شاعر ہومر کے نام کے ساتھ لوگوں نے بے شمار الحاقی کلام منسوب کر دیا تھا اس کی چھان پھٹک نے انگریزی میں تحقیق کی بنیاد رکھی بلکہ الحاق کا یہ عارضہ دنیا کے ہر بڑے شاعر کے کلام کو لاحق ہوا۔جس کا خاطر خواہ علاج کرنے کے لیے دنیا بھر کے محققین آج تک کوشاں ہیں۔

مسلمانوں کو تحقیق کا راستہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور قرآنی احکامات نے سمجھایا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو جب تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو'' (الحجرات

علم حدیث اور اسماء الرجال کا وقیع اور وسیع علم، تحقیقی دنیا کی ناقابلِ یقین اور ناقابلِ تقلید مثالیں ہیں۔جن میں روایت کو درایت کی روشنی میں پرکھتے ہوئے ایک لاکھ سے زائد لوگوں کے کردار، شخصیت اور ماحول کا تجزیہ کرتے ہوئے ان کی درجہ بندی کی گئی۔امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن تیمیہ اور ترمذی ان علوم کے نامور محققین میں شمار ہوتے ہیں۔جب حکمت کو مومن کی گم شدہ میراث قرار دیا گیا ہے۔تو مسلمان تشنگان علم دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئے۔اور ہر شعبے میں تحقیق

کے ان منٹ نقوش چھوڑے۔ ان میں مسلم محققین میں **فارابی، غزالی، ابن خلدون، ابن سینا، ابن رشد، خوارزمی، جابر بن حیان، البیرونی** کی تحقیق کے جلائے ہوئے چراغ دنیا کو آج تک روشن رکھے ہوئے ہیں۔

اردو میں با قاعدہ تحقیق کا آغاز سر سید تحریک سے ہوتا ہے جہاں سر سید احمد خاں کی ''آثار الصنادید'' خطبات احمدیہ اور رسالہ اسباب بغاوت ہند، مولانا حالی کی سوانح عمریاں، اور شبلی کی سوانح و سیرت نگاری اس سلسلے کی روشن مثالیں ہیں۔ بیسویں صدی میں۔ سید سلمان ندوی، عبدالسلام ندوی، حافظ محمود شیرانی، مولوی محمد شفیع، مولوی عبدالحق، علامہ فیض الحسن سہارنپوری، ڈاکٹر محی الدین قادری زور، عبدالحی، نصیر الدین ہاشمی، ڈاکٹر شوکت سبزواری، ڈاکٹر تحسین فراخی، ڈاکٹر رفاقت علی شاہد اور اکرام چغتائی کے نام اہم ہیں۔

یہاں ''نعت رنگ'' کے پہلے پچیس شماروں میں شائع ہونے ولاے تحقیقی مضامین کا جائزہ لیا جائے گا۔

نعت کا سفر:

سید آل احمد رضوی کا تحقیقی مضمون ہے۔ سید آل احمد رضوی ایک عالم بے بدل تھے قرآن مجید اور احادیث قدسی کے حوالے کے بغیر بات نہیں کرتے تھے انھوں نے نعت کے معنی، مفہوم اور خصوصیات، عربی زبان اور شاعری سے اخذ کیے اور ''نعت کے سفر'' کے زیر عنوان نہایت عالمانہ انداز میں پیش کیے ہیں۔ مقالہ نگار نے ان نعتوں کا بھی ذکر کیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پڑھی جاتی تھیں۔ یا جن کو لڑکیاں گاتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خوش ہوتے اور حوصلہ افزائی کرتے تھے اس طرح ہندوؤں کی مقدس کتابوں ویدوں اور گیتا میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ملتا ہے۔ یہ فاضل مقالہ نگار کا شجر علمی ہے کہ اُنھوں نے گوتم بدھ کی تعلیمات، زرتشت کی تعلیمات کے علاوہ زبور، انجیل میں موجود نعت کے حوالے بھی دیے ہیں اور پیغمبروں سے منسوب کلمات اور دعاؤں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا حصہ عربی میں نعت گوئی کے تفصیلی ذکر پر مشتمل ہے۔ تاریخی اور تنقیدی پر ہر دو اعتبار سے مقالہ اعلیٰ درجے کا ہے۔

تخلیق پاکستان اور ہماری نعتیہ شاعری:

آفتاب احمد نقوی کا مضمون ہے اس میں انھوں نے گفتگو کے آغاز میں تبلیغ اسلام کی ابتدائی کوششوں سے کیا ہے۔ جس میں سب سے زیادہ فعال کردار صوفیائے کرام نے ادا کیا۔ ان کا طریقہ تبلیغ دین کی تشریح یہی تھی کہ دین نام ہے اللہ سے محبت کا اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ان کا مطالعہ تاریخ کا ماحصل یہ ہے کہ:

> ''مسلمان علماء صوفیا جن میں سے ایک غالب اکثریت شعرا کی تھی کے ہاں حمد و نعت یہ روایت کہیں اپنے نام کے ساتھ اور کہیں اپنے مفہوم کے ساتھ آگے بڑھی تاکہ مسلمانوں کی سیاسی بالا دستی جو سینکڑوں سال تک محیط ہے کم زور ہوئی اور پھر ۱۸۵۷ء میں بالکل ختم ہوگئی لیکن عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شمع اپنی لو دینے میں کبھی بھی پیچھے نہ رہی''۔ [۳]

۱۸۵۷ء اور اس کے بعد بھی جب دورِ ابتلا آیا، مسلمان شاعروں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا۔ اردو میں یہی

نہیں ان تمام زبانوں میں جنھیں مسلمان بولتے ہین اوہ نبی اور جہاد کی روح پھونکنے کے لیے نعتیں اور نظمیں عام ہوئیں اس سے اسلامی اخوت مستحکم ہوئی۔ آفتاب احمد نقوی نے ایک ایسے موضوع پر قلم اٹھایا جس کی وسعتیں بے پایاں ہیں یہ ایک مضمون یا مقالے میں نہیں سمیٹا جا سکتا۔ مضمون نگار نے اپنی قدرتِ اظہار سے دریا کو کوزے میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے اس سے ایک بلیغ مقالہ کی راہ ہموار ہوئی ہے۔ ایک مشکل موضوع کو چھیڑنا اور مختصر تحریر میں اس کے مختلف پہلوؤں کا اشارہ کرنا بھی ایک کمال ہے۔

نعتیہ شاعری میں ہائیکو کی روایت:

سید صبیح رحمانی کا مضمون ہے جاپانی صنف ہائیکو اردو شاعروں میں بے حد مقبول ہوئی۔ پاک و ہند کے اکثر شاعروں نے آزمائی ہوئی اصناف کے ساتھ اس کو بھی آزمانے کی کوشش کی۔ اس کے تلفظ سے اختلاف ہے عام طور پر ''ہائیکو'' لکھا جاتا ہے جبکہ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی اسے ''ہائیک'' لکھتے ہیں۔ ہائیکو کو متعارف کروانے میں جاپانی قونصل خانوں نے مستعدی دکھائی ہے۔ وہ اپنے کلچر سے محبت کرتے ہیں اور اس کو فروغ دینے میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ مضمون نگار کو اعتراف ہے کہ شروع میں ''ہائیکو '' کی ہیت کو سختی سے اپنایا گیا لیکن اب شعرا ان پابندیوں پر توجہ نہیں دے رہے ہیں۔ ہائیکو کے مضمون کے اعتبار سے خاص موضوع اور مزاج ہیں۔ مضمون نگار نے ہائیکو میں تنوع آفرینی کی مثال سرشار صدیقی کی ''خاکہ نگاری ہائیکو'' سے دی ہے۔ اب نعتیہ مضامین کے لیے اس صنف کا رواج عام ہو گیا ہے۔ اس حصوص میں مضمون نگار نے انجم اعظمی، علیم صبا نویدی، ریاض مجید، سرشار صدیقی، اقبال نجمی، اکرم کلیم، مظفر وارثی، اور صبیح رحمانی کو نمایاں ہائیکو گو شعرا میں شامل کیا ہے۔

چند مزید نعت نمبر:

آفتاب احمد نقوی کا تعلق گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور سے رہا ہے۔ تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ انھوں نے کالج کے مجلّہ ''اوج'' کی ذمہ داری بھی سنبھالی ہوئی تھی انھیں کی نگرانی میں ''اوج'' کا تاریخ نعت نمبر (دو جلدوں) میں شائع ہوا اس میں ''پاکستان میں نعت نمبروں کی روایت'' کے عنوان سے انھوں نے ایک تعارفی مضمون تحریر کیا تھا جس میں پاکستان میں شائع ہونے والے ۲۶ نعت نمبروں کا ذکر تھا۔ زیرِ نظر مضمون بھی اسی نوعیت کا ہے اس میں مئی ۱۹۷۴ء سے ۲۶ مئی ۱۹۹۴ء تک شائع ہونے والے خصوصی شماروں کا ذکر ہے اس قسم کے کام کو عام طور پر اہمیت نہیں دی جاتی ڈاکٹر نقوی کے ''اوج'' کے اشاریے کو ''نعت رنگ'' زیرِ نظر اشاریے کے بعد یہ اضافہ و تکمیل کتابی شکل دی جائے ڈاکٹر نقوی نے ان خصوصی نعت نمبروں کا اجمالاً تذکرہ مرتب کیا ہے۔ رسالہ ''محبوب'' لاہور مئی ۱۹۷۲ء شاعری راولپنڈی (اپریل ۱۹۸۴ء) ''محراب و منبر'' کراچی (اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۹ء) اوج لاہور (۹۳۔۱۹۹۴ء)، سیرت طیبہ کراچی (اگست تا اکتوبر ۱۹۹۳ء) بلال راولپنڈی (۳۰ مئی ۱۹۹۲ء)۔

نعت گوئی ایک عظیم سچائی، ایک بے کنار موضوع:

جاذب قریشی کا یہ مضمون معلوم عام حقیقتوں کی طرح ہے اگر اس میں کچھ نیا پن ہے تو وہ ان کی ''لفظیات'' ہے آجکل عام طریقہ یہ ہے کہ بات ابلاغ اور تفہیم کی خاطر نہیں لفظوں کو گرفت میں لینے کی قدرت کا اظہار ہے ابتداء میں حضور کی عظمت،

آپ کے ثنا، اعمال کی عظمت اوران کی عالمی توثیق کے حوالہ سے بات کرنے کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا کا پہلا نقش''، ''خدائے قدوس کی آواز'' میں چھپ چکا ہے۔نعت گوئی کی تاریخ کا آغاز صحابہ کے تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر فارسی شعرا کا ذکر ہے اس حصہ میں ''اسم شماری'' کے سوا کچھ نہیں۔ فارسی کے نعت گو شعرا میں عطار، نظامی، خاقانی، رومی، سعدی، جامی، امیر خسرو، عرفی، نظام الدین اولیا کی نعت گوئی کی اہمیت پر زور دیا۔ اردو کے شاعروں میں قلی قطب کے نام کے بعد غالب اور پھر حالی کا ذکر ہے ان کے بعد امیر مینائی، محسن کاکوروی، اور بیدم وارثی کے نام بلحاظ ترتیب زمانہ گنائے گئے ہیں۔ محسن کاکوروی کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ انھوں نے

> ''اپنی لازوال نعت کے ذریعہ اسلامی تہذیب کو مٹی اور اپنے موسموں کی خوشبو کو نعت کا پیراہن دیا ہے''

کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ محسن کے زیر اثر جس نئے رجحان کا ذکر کیا ہے اس سے متعلق شاعروں کے کلام نہ سہی ان کے نام ہی گنوا دیئے۔ پاکستان کے چند شاعروں کے نام بھی گنائے ہیں اور حفیظ تائب حنیف اسعدی اور مظفر وارثی، اعجاز رحمانی، اور مسرور کیفی کی نعت گوئی پر ایک ایک دو جملے لکھ کر مضمون ختم کر دیا ہے۔

پاکستان میں نعتیہ انتخاب:

غوث میاں کا مضمون ہے اس میں وہ بتاتے ہیں کہ اردو میں شاعری کے انتخاب کو یکجا کرنے کی روایت بہت قدیم ہے۔ ہر باذوق اپنے پسند کے اشعار جمع اور مرتب کرتا تھا۔ جسے اصطلاحاً بیاض کہا جاتا ہے۔ بڑے بڑے کتب خانوں میں بیاضی ادب کے ہزاروں قلمی نسخے موجود ہیں۔ محققین نے ان کی جانب کم توجہ کی ہے۔ حالاں کہ ان میں اکثر بیاضیں بعض امور میں سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ پاکستان کے قیام کے بعد ایک بڑی تحریک نعت گوئی کی مقبول ہوئی۔ پچھلے سال میں جس وسیع پیمانے پر نعت گوئی ہوئی ہے اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ جہاں سینکڑوں کی تعداد میں نعت گو شاعر ہیں وہاں قلیل تعداد ایسے صاحب ذوق حضرات کی ہے جو نعت کے سرمایہ گراں مایہ کے مالک ہیں۔ ان چند مال داروں میں ایک غوث میاں بھی ہیں جن سے شرف نیاز سے محروم ہوں۔ نعتیہ کلام اکثر شائع ہوتا ہے لوگ اپنے ذوق کے مطابق نعتیہ کلام کا انتخاب بھی کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح کے انتخاب کا ایک طویل سلسلہ ایسا بھی ہے جو زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے۔ غوث میاں نے انھیں کے بارے میں یہ مضمون لکھا ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق پہلا نعتیہ انتخاب ''جلوہ نورانی'' ہے۔ جسے فقیر محمد حاجی حسن کھتری نے مرتب کیا تھا اور جسے انجمن محبوب سبحانی نے مئی ۱۹۳۶ء کراچی سے شائع کروایا۔ کراچی ہی سے شائع ہونے والا دوسرا انتخاب ''محفل میلاد شریف'' کو غلام احمد نظامی نے مرتب کیا تھا۔ اسی طرح پاکستان کے مختلف شہروں سے شائع ہونے والے انتخاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ قیام پاکستان کے قبل کی اشاعتوں کا ذکر کرنے کے بعد قیام پاکستان کے بعد کے انتخاب سنہ وار فہرست کے طور پر مرتب کیے۔ یہ کام جو غوث میاں نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے کیا ہے ہماری نظر میں غوث میاں کا یہ کام لائق تحسین ہے۔

جدید نعتیہ ادب اور بارگاہ رسالت میں استمداد، استغاثہ و فریاد:

شبیر احمد قادری کا مضمون ہے اردو شاعری کے ساتھ نعت گوئی ابتدا ہی سے لازم رہی زمانہ کے لحاظ سے انداز بدلتے رہے۔قدیم ترین تصانیف میں نعت کی شمولیت مذہب سے رغبت کی وجہ سے رہی اگر چہ اس میں فن اور بیان کا حسن نہیں۔ایک رسم تھی کہ ہر تصنیف کی شروعات حمد ونعت سے کی جائے۔دور ابتلا میں رنگ بدلا نعت غم دوراں کو سہنے کا بہانہ تھی اور اظہار میں انفرادی اور اجتماعی غم در آیا۔شہر آشوب کی سی اس کیفیت کی جھلکیاں حالی سے قبل بھی ملتی ہیں۔جبکہ مضمون میں مصنف غم تک محدود نہیں رہا بلکہ استدعا، چارہ سازی پر اختتام کلام ہونے لگا حالی کے دور سے لے کر آج تک عالمی سطح پر بھی مسلمانوں کو چین و سکون میسر نہیں اس سے نجات کی بات کا کوئی صورت نہیں نکلی ان ہی باتوں کو مضمون نگار نے بنیاد بنایا اور اپنے بیان کو مستند بنانے کے لیے ڈاکٹر ریاض مجید، ڈاکٹر تحسین فراقی، ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، کے طویل اقتباسات سے کام لیا ہے۔مضمون نگار نے **اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان، علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خان، حافظ لدھیانوی، حفیظ تائب، انور مسعود، احمد ندیم قاسمی، نعیم صدیقی، ریاض مجید، جعفر بلوچ، سلیم کوثر، عزیز احسن، صبیح رحمانی** اور دیگر شعرا کے کلام سے استغاثہ اور استمداد کی مثالیں پیش کی ہیں۔آخر میں نصف درجن ماخذات کا حوالہ دیا ہے جن سے استغاثہ اور استمداد کی مثالیں پیش کی ہیں۔معلومات اور زاویہ نظر کے اعتبار سے یہ تحریر ایک اہم کاوش ہے۔اگر چہ اس موضوع پر لکھنے کی گنجائش پھر بھی ہے۔

رشید وارثی کا مضمون ''**اُردو نعت میں انبیائے سابقین کی رفعت کا استحضار**'' ہے۔انہوں نے شعر گوئی کی شرعی حیثیت سورہ شعرا کی روشنی میں کہیں اور بتلایا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ کرتے بجز ان شعرا کے جو ایمان لے آئے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور وہ کثرت سے اللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کرتے ہیں ان ارشادات کے تحت مضمون نگار اس نکتہ پر پہنچے ہیں کہ:

> ''اگر اشعار میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، اس کے حبیب پاک ﷺ کی توصیف اور مسلمانوں کو وعظ و نصیحت ہو تو ایسی شاعری عبادت ہے''۔[۵]

جہاں تک غزل کا تعلق ہے چاہے فارسی کی ہو یا اُردو کی وہ حد اعتدال سے باہر ہے بلکہ اسلامی اقدار کی مخالفت پر فخر کیا جاتا ہے۔نعت میں بھی انبیا سابقین کے مرثیے کا خیال رکھے بغیر محقق مضمون آفرینی کے شوق میں نت نئے مضامین باندھے جاتے ہیں نعت گو شعرا کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے سب انبیا پر ایمان ضروری ہے۔نبی پاک کی رسالت آفاقی ہے بعض دیگر انبیائے کرام بھی اسمائے صفات سے متصف ہیں۔اسی طرح کی سب باتیں اس مضمون میں شامل ہیں رشید وارثی اپنی بات کو سمجھانے کے لیے لاتعداد اشعار درج کرتے ہیں اپنے مضمون میں لیکن اس مضمون میں انھوں نے کم اشعار نقل کیے ہیں۔

اُردو نعت میں جدید اسالیب:

عزیز احسن کا مضمون ہے وہ کراچی کے ان لوگوں میں شامل ہیں جنھوں نے علم وفن میں پاکیزہ خیالی اور تقدیس حرف پر زور دیا ہے اور ان عناصر کو شاعری بالخصوص حمد ونعت کے لیے لازمی قرار دیا ہے وہ اقلیم نعت کے اہم رکن ہیں شاعر ہیں اور اپنے انفرادی لہجہ واسلوب میں اظہار کرتے ہیں زیر نظر مضمون ان کا ایک تحقیقی مضمون ہے جو ''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۳ میں شائع ہوا

عزیز احسن نے اس مضمون میں اُردو شاعری کے بدلتے ہوئے رجحانات لہجے،اور لفظیات کی نشاندہی کی ہے ان کے خیال میں:

''ولی دکنی سے احمد ندیم قاسمی ایک غزل کے لہجے میں جو تبدیلیاں آئیں اور اسالیب میں جو نکھار پیدا ہوا اس کے باعث غزل کی ہیت وکہی جانے والی نعتوں کا لہجہ بھی کسی نہ کسی طرح بدلا اور نعتیہ نظموں میں Pehtoric انداز خاص حد تک کم ہوا ہے'' ۔٦

اب جدید اسالیب اختیار کیے گئے ہیں ان کی خصوصیات کی نشاندہی نہایت ماہرانہ انداز میں کی سلسلہ کلام میں عزیز احسن نے غیر متعلق طور پر یہ سوال اٹھایا کہ نعت گو شعرا کا ادبی مقام کیا ہے؟ اور خود ہی جواب دیا ہے کہ عمومی شاعروں کو جس مرتبہ پر فائز کیا جاتا ہے اس مرتبہ سے نعت گو شعرا کو محروم نہیں رکھا جا سکتا جدید شعری رویہ اور آہنگ کا بلاشبہ ایک ہی ممتاز شاعر ہے وہ عارف عبدالمتین ہے عزیز احسن نے ان کے حوالے سے بات کی ہے۔ اس کے بعد **احمد ندیم قاسمی**، **سرشار صدیقی** کی نعتیہ شاعری پر سرسری سا تبصرہ کیا ان کے اشعار کو نقل کیے ہیں لیکن ''جدید اسالیب'' کی نشاندہی نہیں کی گئی۔ اس کے علاوہ **حفیظ تائب** دور جدید کے نعت گو شعرا میں ایک بڑا نام ہے نعت کے جدید اسالیب کا ذکر ہو تو تائب صاحب کا نام پہلے آتا ہے اسی طرح **حنیف اسعدی**، **جمیل نقوی**، **سعید وارثی**، **انور سدید**، **خورشید رضوی**، **ریاض مجید**، **مظفر وارثی**، **عاصی کرنالی**، **صبا اکبر آبادی**، **عنایت علی خان** وغیرہ کے احوال اور آثار میں جدید اسالیب تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ عزیز احسن نے بہت محنت اور توجہ سے مضمون لکھا ان کا مطالعہ وسیع ہے۔

''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر چار میں ''غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری'' نور احمد میرٹھی کا تحقیقی مضمون ہے نور احمد میرٹھی نے اپنے لیے دو اہم تحقیقی شعبے منتخب کر لیے ہیں ایک ''نعت اور غیر مسلم شعرا''۔ دوسرا موضوع ''میرٹھ کا دبستان شاعری'' زیر نظر مضمون ان کے پہلے تحقیقی شعبے سے تعلق رکھتا ہے۔ مضمون کا ابتدائیہ طویل ہے۔ یعنی نعت کی تعریف، اہمیت ابتداء عربی میں نعت گوئی اور اُردو میں نعت گوئی کا آغاز۔ اس کے بعد وہ اصل موضوع کی طرف آتے ہیں اس حصے میں چند نمبر مسلم شعرا کی نعتیہ شاعری سے بحث کی گئی اور اپنے مطالعہ کی بنیاد پر ان کی خصوصیات کلام کو پیش کیا گیا اور اپنی رائے کے ساتھ کسی مصروف لکھنے والی کی رائے ٹانک بھی دی جس سے اچھا تاثر نہیں ملتا مضمون میں شفقت رضوی، شکیل احمد ضیا، ڈاکٹر محمد سعد اللہ، ڈاکٹر ریاض مجید، راجا رشید محمود، عالم خان، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر طلحہ رضوی برق، انیس چشتی، ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی، ان سب کے جلو میں نور احمد میرٹھی کھو کر رہ گئے زیادہ تر ان حضرات کے خیالات کو بیان کیا۔ لیکن جو کچھ انھوں نے ثابت کیا وہ بھی بھرپور ہے۔ غیر مسلموں کی شاعری میں وہی عقیدت اور احترام کے جذبات ہیں جو مسلمانوں کی نعتوں میں موجود ہیں۔ وہ بھی سیرت طیبہ کے تمام پہلوؤں سے واقف ہیں ان کے کلام میں وہ بے اعتدالیاں موجود نہیں جو مسلم شعرا کے کلام میں ملتی ہیں۔ خاص طور پر ''ہندو مسلم ثقافتی یک رنگی'' کے اظہار میں مسلمان شعرا قابو سے باہر ہو کر بندی انداز کی مجازی شاعری کرتے ہیں۔ ممنون میں جن غیر مسلم شعرا کے کلام پر تبصرے ملتے ہیں ان کی فہرست خاصی طویل ہے ان میں چند یہ ہیں۔

عرش ملسیانی، کن پرشاد شاد، ہری چند اختر، آرزو سیارن پوری، شنکر لال ساقی، راجا مکھن لال، لالہ جسونت رائے

منشی، جگن ناتھ پرشاد عزت، دلورام کوثری، ادیب لکھنوی، جگن ناتھ آزاد وغیرہ ہر ایک کا تعارف کسی اہل قلم کے توسط سے کیا گیا ہے اس سے مضمون نگار کے مطالعہ کی وسعت اور تحقیق کی امنگ کا اندازہ ہوتا ہے۔ مضمون کے ایک حصے میں غیر مسلم شعرا کے کلام سے انتخاب کیا گیا ہے۔ جو کم و بیش چھ صفحات پر مشتمل ہے، ان کتب کا تذکرہ بھی مضمون میں شامل ہے جن میں غیر مسلم شعرا کی نعت گوئی پر ابواب شامل ہیں۔

جدید اردو نعت اور آنکھیں:

منصور ملتانی کا مضمون ہے جس میں انہوں نے اردو نعت میں ''آنکھ'' اور اس کے ہم معنی الفاظ کا توجہ سے مطالعہ کیا اور یہ اندازہ کرنا چاہا ہے کہ یہ الفاظ کس کس طرح استعمال ہوئے ہیں۔ ایک لحاظ سے یہ انوکھا اور چونکا دینے والا مضمون ہے شاید ہی اس بارے میں کبھی کسی نے غور کیا ہو حالاں کہ حقیقت بھی یہ ہے کہ تمام انسانی جذبات و کیفیات کا اظہار کا موثر ذریعہ آنکھ ہے ''حضور اور آنکھ'' کے تعلق کے بارے میں منصور ملتانی نے لکھا ہے:

> ''اس کا ذکر تو شاہ دو عالم سید المرسلین کے حسن ظاہری کا لازمہ ہے اور پھر وہ آنکھیں جنھوں نے حضور کے چہرہ انور کو دیکھنے کی سعادت حاصل کی وہ آنکھیں جو آپ کے اس دنیائے فانی سے کوچ کرنے پر آنسوؤں کے دریا میں غرق ہیں۔۔۔''[۷]

اردو نعت گوئی میں ہیت کے تجربوں کی ضرورت:

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا مضمون ہے فرمان فتح پوری ہماری ادبی اور سماجی زندگی میں ایک متحرک رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس مضمون سے وہ اپنا رشتہ باندھتے ہیں اس کی مبادیات سے لے کر منتہائیوں تک ان کی نظر رہتی ہے۔ اس حقیقت سے تو سب واقف ہیں کہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری پاکستان کے پہلے اہل علم و قلم ہیں جنھوں نے نعت کے موضوعات پر ایک یادگار تالیف ۱۹۷۴ء میں شائع کی۔ یہ کتاب رجحان ساز ثابت ہوئی۔ جس کی نہج پر توسیع معلومات اور بہتر صورت میں ابلاغ کا حق ادا کرنے کی نیت سے کئی ایک کتابیں اور لاتعداد مضامین تحریر میں آئے۔

زیر نظر مضمون میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ نعت گوئی بصورت ہئیت زیادہ تر غزل میں کہی جاتی ہے۔ یہ روایت زمانہ قدیم سے چلی آرہی ہے لیکن قدیم ادوار میں مثنویوں کا بھی رواج رہا جو طوالت اور تنوع کے اعتبار سے شاعر کی غیر معمولی توجہ کے متقاضی ہوئے۔ قصیدہ کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے کہ اس نہج اور اس کی تعمیر میں بڑی ذہنی مشقت صرف ہوتی ہے محسن کاکوروی اور امیر مینائی نے قصیدہ گوئی کو اس وقت اپنایا جب ان کے ذہن اور قلم پر استادانہ فکر اور تحریر کے جوہر پیدا ہو چکے ہیں۔ حالی نے مسدس سے رغبت دلائی۔ اقبال نے ترکیب بند اور ترجیع بند لکھے امجد حیدر آبادی رباعی کے لیے وقف رہے دو اور فرد کے رجحان کی بنا پر نعت کے لیے یہ سارے پیمانے رائج رہے لیکن مقبولیت ہمیشہ غزل کی ہئیت کو حاصل رہی اس لیے نعتیہ غزل بھی گانے کی چیز بن کر رہ گئی۔ اس صورتحال نے ''نعت خوانی'' کا ایک حلقہ پیدا کیا۔

اس مجموعی صورتحال پر ڈاکٹر فرمان نے اپنے مضمون میں اس کا اظہار کیا ہے اردو میں رائج اصناف سے تو سب واقف

ہیں۔رباعی،قطعہ،مسدس،قطعہ،ترجیع بند،ترکیب بند میں بھی تبدیلی کے ساتھ نئی صورتیں نکالی جاسکتی ہیں۔پاکستانی زبانوں میں رائج اصناف کواردو میں شامل کیا جاسکتا ہے۔کافی،ماہیے،ٹپے،ہمارے اپنے ہیں۔

ان کے ساتھ جس اپنائیت کا اظہار ہونا چاہیے تھا نہیں ہوا ہے۔ڈاکٹر فرمان نے عمومی انداز میں ایک بات کی ہے۔نئے ہئیتی تجربوں پر پڑھا لکھا شخص ان ہئیتوں کو اس زمرے میں اپنے مزاج کے مطابق شامل کرسکتا ہے۔ناموں کی گردان صرف طویل بیانی کے لیے کی جاتی ہے تحریر کی خوبی اختصار اور ابلاغ ہونا چاہیے ہے،ڈاکٹر فرمان کی تحریر ان کا حق ادا کرتی ہے۔

منصور ملتانی اپنے مطالعہ کی بنیاد پر یہ بھی لکھتے ہیں کہ قدیم ادوار کی نعتیہ شاعری میں اولاً تو ''آنکھ'' کا استعمال ہی خال خال ملتا ہے ثانیاً آنکھ صرف آلہ بصر کے طور پر اظہار عقیدت میں شامل ہے۔وہ ۱۸۵۷ء کے بعد سے نعت گوئی کا جدید دور شمار کرتے ہیں اسی دور میں آقائے نامدار کے خدوخال پر خصوصی توجہ دی گئی ہے اس لحاظ سے آپ کی آنکھ کا ذکر بار بار ملتا ہے۔منصور ملتانی نے مختلف حالتوں اور کیفیتوں میں آنکھ یا اس کے متبادل الفاظ یا آنکھ کے محاورے مدنظر رکھ کر ان اشعار کا انتخاب کیا ہے جو موضوع سے متعلق ہیں۔اس سے مضمون نگار کی ندرت خیالی بھی سامنے آتی ہے اور ان کا وسیع مطالعہ بھی داد طلب ہے۔

اُردو میں منظوم سیرت نگاری،ایک جائزہ:

منصور ملتانی نے اُردو میں گیارہ منظوم سیرت کے نمونے تلاش کیے اور ان کے تعارف میں یہ مضمون تحریر فرما کر قارئین کے لیے بکھرے ہوئے مواد کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔اُردو کے مضمون نگاروں کی طرح منصور ملتانی نے بھی اصل موضوع پر مواد پیش کرنے سے قبل ایک طویل تمہید تحریر کی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات عالیہ اور اسوہ حسنہ کے ذکر کے ساتھ درود شریف کی فضیلت بیان کی۔پہلی منظوم سیرت نگاری میں نوازش علی خان شبدر کی تصنیف ہے اس کا تعارف ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کی تحریروں کے ذریعے کیا گیا آغا محمد باقر کی ''ہشت بہشت'' کے لیے ''دکن میں اُردو'' نصیر الدین ہاشمی سے استفادہ کیا گیا۔اس سلسلہ کی دور جدید کی معروف تصنیف حفیظ جالندھری کا ''شاہنامہ اسلام'' ہے مضمون نگار نے اس پر کھل کر اپنی رائے دی اس کے علاوہ محشر رسول نگری کی منظوم سیرت ''فخر کونین'' کو ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے الفاظ میں متعارف کروایا اور آخر میں ''سید البشر'' کا تعارف ہے جو مضمون نگار کی اپنی شعری کاوش ہے۔یہ ۱۹۹۰ء میں شروع کی گئی تھی اور ۱۹۹۷ء میں مکمل ہوئی۔اس میں حیات نبوی کے واقعات کو سانٹ میں نظم کیا گیا ہے موضوع نہایت اہم ہے مضمون نگار نے اپنی حد تک بہتر معلومات پیش کرنے کی سعی کی ہے۔

اُردو نعت کے موضوعات:

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کا مضمون ہے۔یحییٰ نشیط نے ایک وسیع موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔نعت کے موضوعات محدود نہیں بکثرت ہیں ان میں اکثر اظہار کے لیے موزوں اور فکر کی دعوت دینے والے ہیں۔چند روایت کا حصہ ہیں جن کی صداقت تسلیم شدہ نہیں ہے ان سے اجتناب ضروری ہے ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط نے مضمون کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا (۱) خالص نعت (۲) مولود

نامے(۳)نورنامے(۴)معراج نامے،(۵)وفات نامے،(۶)اسرائیلیات(۷)مسمیات۔ان سب نکات کے بارے میں ڈاکٹر نشیط نے تفصیل سے تذکرہ کیا ہے اور بڑی تحقیق سے ان کی روایت کا ذکر کیا۔یہ مضمون مضمون نگار کی وسیع معلومات اور تحقیقی ذہن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مدح نگاری کی روایت اور مدح رسالت:

اپنے اس مضمون میں ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے عام انسانوں کی مدح اور مدح رسول اکرم کے درمیان جو حقیقی فرق ہے اس کی وضاحت کے لیے یہ مضمون لکھا۔عام مدح کے حوالہ سے ان کا کہنا ہے کہ نیک طینت محسن کے احسان کو نہیں بھولتے۔وہ ہمیشہ ممنونیت کے احساس کے ساتھ مدح سرا رہتے ہیں مگر اکثر کم ظرف مداح ہوتے ہیں۔اس کے برخلاف مدح رسول کریم جذبوں کی صداقت کے حوالے سے مدح کا افضل ترین مقام ہے۔مضمون نگار نے عرب کے فضلا کے حوالے سے حمد اور مدح کے درمیان فرق کے سلسلہ کو چھ نکات کے ذریعے واضح کیا ہے۔انھوں نے ''مدح نگاری اور عرب'' کی ذیلی سرخی قائم کر کے جاہلی دور کے شاعروں کے رویہ کا ذکر کیا ہے کہ وہ کسی کی تعریف کو اپنی انا کے خلاف سمجھتے تھے مضمون نگار نے تاریخی واقعات بیان کیے ہیں۔جاہلی دور کے بعد اہل اسلام کے ساتھ مدح نگاری کا جذبہ قابل قدر رہا۔انھوں نے لکھا ہے:

> ''مدح نگاری ایک انفعالی کیفیت کا فعالی اظہار ہے اسلئے مدح نگار بیک وقت تاثیر پذیر بھی ہوتا ہے وہ ممدوح کی شخصیت سے مترشح ہونے والی صفات کو مقبول کرنا ہے اس دو گونہ عمل میں اگر کسی ایک تہذیب و تنقیح مناسب طور پر نہ ہو سکے تو نتیجہ غیر تسلی بخش نکلتا ہے''۔[۸]

ڈاکٹر محمد اسحاق نے موضوع سے انصاف کیا ہے اور ہر پہلو کی ذیل میں نکات کے ڈھیر لگاتے ہیں اس مضمون سے مضمون نگار کے وقار علمی کا پتہ چلتا ہے۔

دکن کے چند نعت گو شعرا:

سید ابراہیم ندوی کا یہ مضمون ''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۵ میں چھپا۔مضمون نگار نے صحیح عنوان قائم نہیں کیا مضمون کا موضوع ''دکن کے چند عربی نعت گو شعرا'' ہونا چاہیے تھا کیوں کہ مضمون میں دکن کے دکنی یا اردو شعرا کا ذکر نہیں ہے صرف عربی نعت گو شعرا کا تعارف ہے۔

مضمون نگار نے اپنے مطالعے کی بنا پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ دکن میں جہاں ایک عرصہ تک اسلامی حکومت قائم رہی وہاں کے شعرا نے بھی نعتیہ کلام کو اپنا موضوع سخن بنایا۔دکن کے عربی نعت گو شعرا کے نام لکھنے کے بعد مضمون نگار نے سب کا تعارف کروانے اور نمونہ کلام سے مستفیض کرنے کے ان میں سے صرف دو شاعروں کا انتخاب کیا۔ایک مولانا وحید الدین المعالی اور دوسرے علامہ سید ابراہیم !ان کے کلام پر عربیت چھائی ہوئی ہے۔

گنگا سہائے تمیز لکھنوی کی چند نایاب نعتیں:

پروفیسر شفقت رضوی کا مضمون ہے۔

ایک غیر مسلم نعت گو تمیز لکھنوی کی چند جو گلدستہ ''وسیلہ نجات'' میں شائع ہوئی تھیں۔ مضمون نگار نے تمیز لکھنوی کے احوال سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ غیر مسلم شعرا کے جو یا ان کی نعتوں کے جو انتخاب شائع ہوئے ہیں ان میں بھی اس شاعر کا ذکر نہیں۔ گل دستہ وسیلہ نجات بمبئی سے شائع ہوتا تھا اس کے ابتدائی ۱۳ شمارے مضمون نگار کی نظر سے گزرے تھے۔ ان میں سے پانچ شماروں میں تمیز لکھنوی کا نعتیہ کلام چھپا تھا۔ جسے مختصر سے نوٹ کے ساتھ شائع کروایا گیا ہے۔

ہندکو میں نعت رسول:

نعت دنیا کی ہر زبان میں کہی جاتی ہے۔ پاکستان کی علاقائی زبان ہندکو مستثنیٰ نہیں ہے پروفیسر خاطر غزنوی اس کی قدامت کے قائل ہیں ان کے بیان کے مطابق:

> ''ہندکو برصغیر کی وہ زبان ہے جو بیرونی حملوں سے بہت پہلے پشاور سے الہٰ آباد تک اور ہزارہ کے علاقوں میں کاغان سے دریائے سندھ کے دہانے تک بولی جاتی تھی''۔9

ہندکو ادب کی اولین تحریر ''ڈولیاں'' کو قرار دیا جاتا ہے جو قبل مسیح میں نثر میں تحریر ہوئی تھی۔ اس زبان کی تاریخ کا سراغ اسلام کے برصغیر میں آنے کے بعد ملتا ہے مضمون نگار نے معلوم شاعروں میں محمد دین مائیو کا ذکر کیا ہے جن کی ایک حمدیہ مثنوی ہے۔ شیخ تا یزید انصاری بھی قدیم ہندکو کے شاعر ہیں ان کے ہندکو اشلوک پنجاب میں بہت مقبول رہے۔ ان کے علاوہ مضمون نگار نے استاد احمد علی سائس ان کے ہم عصر استاد عبداللہ سائیں غلام دین۔ استاد فقیر جلالی کو شعرائے قدیم میں شمار کیا مضمون عنوان کے حوالے سے خاطر خواہ معلومات فراہم نہیں کرتا اس میں نہ تلوادوار کا ذکر ملتا ہے اور نہ عہد بہ عہد رجحان کا ضرورت ہے کہ اس موضوع پر مفصل تحقیقی کام ہو۔

اُردو نعت اور شاعرانہ رویہ:

عزیز احسن کا مضمون ہے اپنے اس زیر نظر مضمون میں انگریزی ہی سلطا نہیں مغربی مفکرین کو برج، چارلس آگسٹن، بھی مسلط ہیں جبکہ موضوع اردو نعت اور شاعرانہ رویہ ہے عزیز احسن صرف اتنی سے بات کہنا چاہتے ہیں کہ نعت میں مضامین پر ہی توجہ نہ دی جائے ان کو شاعرانہ پیرایہ میں بیان کیا جائے۔ اور یہی نہیں سانیٹ کے نو عدد نکات بطور ''ہدایت نامہ'' کو سامنے رکھ کر ان کی لفظ لفظ پیروی کی جائے تب شاعرانہ رویہ پیدا ہوتا ہے۔ ساری زبانوں کے نعتیہ ادب کا محاسبہ کرنے کے بعد عزیز احسن کو دو چار ایسی نظمیں ضرور ملی گئی ہیں جو ان کے معیار پر پوری اترتی ہیں ان میں گوئٹے کی۔ ''محمدز سانگ'' ہے شان الحق حقی نے اس نظم کا جو ترجمہ کیا ہے اسے درج کرنے کے بعد اس کی توضیح وتشریح وتفہیم وتوصیف وتحسین میں پورے تین صفحے صرف کر دیے۔ اقبال کی بلوری اردو، فارسی شاعری میں صرف ''مسجد قرطبہ'' ایسی نظم نظر آئی کہ شاعرانہ رویہ کے باعث ایک تخلیقی شاہکار کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔

سندھی نعتیہ شاعری پر ایک نظر:

اپنے اس مضمون میں حبیب الرحمٰن سیال میں کہتے ہیں۔ پاکستان کے تمام علاقہ اپنی اپنی تہذیب، روایات، شاعری اور ادب کے ذخیروں میں مالا مال ہے۔ سندھ کی تاریخ، تمدن اور ادبی روایت بہت پرانی ہے۔ اور اس ظہور اسلام کے وقت سے تعلیمات اسلام کا سایہ ہے۔ سندھ کی شاعری بالخصوص نعتیہ شاعری کو دیگر زبانوں میں متعارف کروانے کا سلسلہ خوش آئند ہے۔ اس کام کو پیر حسام الدین راشدی، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، نواز علی شوق، میمن عبدالمجید ہی نے آگے نہیں بڑھایا بلکہ جرمن مستشرق خاتون اپنی میری شیمل نے بھی اپنی صلاحتیں اس کے لیے وقف کر دی تھیں۔ حافظ حبیب الرحمٰن نے سندھ میں نعتیہ شاعری کو ادوار کے اعتبار سے پیش نہیں کیا ہے بلکہ اصناف کے حوالہ سے لکھا ہے۔ سندھی ادب میں ''مولود'' کا نام دیا گیا آگے چل کر ''مولود'' کو ایک صنف بنا کر اس میں آپ سے متعلق تمام کلام کو شامل کر دیا گیا۔ ان کے علاوہ مضمون نگار نے شاعری کی جن اصناف پر لکھا ہے ان میں ''بیٹھا کھری''، ''سکھرہ''، ''نثر'' کے بیت وغیرہ ہیں۔ انھوں نے علم بدیع کے حوالہ سے بھی گفتگو کی ہے۔

سندھی نعتیہ شاعری کی اقسام، اصناف ان کی خصوصیات، علم بدیع وغیرہ ان تمام پر عمومی نوعیت کی بحث ہے جو یقیناً کامیاب ہے۔ اس میں نمونے کے اشعار کی کمی ہے۔ جن سے تفہیم میں آسانی ہوئی۔ بہر حال اس کوشش کو نہ سراہے بنا بغیر بدذوقی ہوگی۔

اُردو نعت میں تلمیحات کا غیر محتاط استعمال:

رشید وارثی کا تحقیقی مضمون ہے۔

''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر۶ میں جو تحقیقی مضامین درج ہوتے ان میں سے ایک عزیز احسن کا یہ مضمون ہے اس میں انھوں نے نعت گوئی میں تلمیح کے ناروا استعمال کی جانب توجہ دلائی اس کے جواز کے لیے انھوں نے قرآن شریف میں موجود تلمیحات کا ذکر کیا ہے رشید وارثی نے جن الفاظ کے لیے محتاط رویہ اپنانے کو کہا ہے ان مین اہل کتاب، امت، گمراہ، وحی، الہام، تلامذہ رحمٰن، حضور کی سنت گلہ بانی، غار حرا میں چالیس برس اجالا کرنا، معراج کے حوالہ سے غیر حقیقت پسندانہ بیان، حضرت عمر کیلئے قبول اسلام کی دعا، ان سب پر رشید وارثی نے کمال علم سے موضوع کے اہم نکات پر توجہ دلائی ہے۔

شعرائے میرٹھ کی نعت گوئی:

نور احمد میرٹھی نے اس مضمون کی ابتدا میں میرٹھ شہر کے بسنے کی تاریخ، وہاں کی جغرافیائی حالات، شعرا اور سابقین و معاصرین کے ناموں کی مراحت کی ہے اور ایسے شعرا کا ذکر کیا ہے جو نعت گوئی کے لیے مشہور ہیں۔ مضمون میں نور احمد میرٹھی نے اس انداز میں بیان نہیں کیا جیسا کہ کرنا چاہیے تھا صرف شاعر کے نام، تاریخ پیدائش، تاریخ وفات لکھ کر چند شعر نقل کر دیے ہیں۔ ایسے تذکرہ بھی نہیں کہ سکتے زیادہ تر ''بیاض'' کیا جا سکتا ہے اس میں جو شعرا ملتے ہیں ان میں۔ اسماعیل میرٹھی، مصطفیٰ خان شفیتہ، ساغر نظامی، سلیم احمد، احمد طاہر، بیدل، مظفر وارثی، آسی، جمیل احمد جمیل وغیرہ شامل ہیں۔

غالب کا نعتیہ کلام:

ضیا احمد بدایونی کا مضمون ''غالب کا نعتیہ کلام'' کئی حصوں پر مشتمل ہے جن میں سے بعض عنوان سے مطابقت نہیں رکھتے ہیں ابتدائی حصے میں یہ بیان کیا گیا کہ امت کا حقیقی محرکات کیا ہیں۔ دوسرے حصے میں عربی نعت گوئی کے نقوش پیش کیے گئے ہیں اس میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت عمر ابن الخطاب، حضرت کعب بن زہیر اور حضرت کعب بن مالک کی نعت گوئی سے بحث کی گئی ہے جو ظاہر ہے موضوع سے متعلق نہیں تیسرے حصے میں فارسی نعت گوئی کا سرسری جائزہ ان حصوں کو تمہیدی سمجھ لیا جائے تب بھی کوئی نئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں غالب کی نعتیہ کلام کا ذکر آنے سے قبل ان کی غزل گوئی معرض بحث میں آئی اصل موضوع کی طرف آئے ہوئے ''گریز'' کے طور پر مضمون نگار نے لکھا ہے کہ:

> ''یوں تو غالب نے جو کچھ لکھا ہے اس پر ان کی پرواز تخیل اور ندرت بیان کی چھاپ ہے۔لیکن
> بقول حالی ان کو چند موضوعات سے خاص مناسبت تھی یعنی تصوف، جب اہل بیت، حسن طلب ہم
> اس پر نعت اور حب رسول کا اضافہ کرنے کی جرات کرتے ہیں''۔[10]

مضمون نگار نے غالب کی مثنوی ''ابر گہر بار'' کو ان کی لاجواب مثنوی قرار دیا۔ غالب کی مثنویوں میں نعت کے پہلو پر تفصیل سے روشنی ڈالی اسکے بعد قصائد کا جائزہ لیا۔ بلاشبہ یہ مضمون ضیا احمد کا بہت کار آمد ہے۔ اسے غیر ضروری طوالت نہ دی جاتی تو قاری کی توجہ زیادہ حاصل کی جا سکتی تھی۔

حمد، عبد شکور کا فخر اور عبد مجبور کا سہارا:

پروفیسر محمد اقبال جاوید نے ''حمد'' کے موضوع پر اپنے گراں قدر خیالات کا اظہار کیا ہے عام طور پر شکر اور حمد کو ہم معنی سمجھا جاتا ہے۔ مضمون نگار نے ان کو مختلف قرار دیا ہے۔

اس کے بارے میں وہ کہتے ہیں:

> ''شکر صرف متعدی صفوں پر ہوتا ہے جبکہ حمد ہر صفت پر کی جاتی ہے لازم پر بھی اور متعدی پر بھی''[11]

اس کی مزید وضاحت فرمان نبوی، فرمان حضرت علی اور کلام مولانا امین احسن اصلاحی سے کی گئی ہے حمد اللہ کی لازم قرار دی ہے ''الحمد للہ'' کے کلمہ کو اللہ کا پسندیدہ کلمہ قرار دیا ہے مالک دو جہاں کا کوئی نام صرف اللہ ہی ہو سکتا ہے۔

مضمون نگار نے اللہ کی تعریف اور شکر کی تلقین کرتے ہوئے وہ صفات بیان کی ہیں جو حقیقت میں توصیف کے لائق ہیں۔ اور ان مہربانیوں کا ذکر کیا جو شکر اور حمد کی متقاضی ہیں۔ اس کی ذات مقتدر، با اختیار ماہر ہے وہ مالک دو جہاں ہے وہ جمیل ہے، ہر جمال کا خالق ہے اور ہر جمال اسے پسند ہے۔ غرض کہ حمد کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر مضمون نگار نے اپنے خاص انداز بیان سے روشنی نہ ڈالی ہو۔ ان کا ہر لفظ دل اور دماغ کے تاروں کو چھیڑتا ہے۔ ایسی اثر انداز ہونے والی تحریریں کم پڑھنے کو ملتی ہے۔

حمد و مناجات، بیسویں صدی میں:

ضیا احمد بدایونی کا تحقیقی مضمون ہے۔ مضمون کے آغاز اس اعتراف کے ساتھ کیا گیا ہے اللہ تعالی کی حمد و ثنا کا حق بھلا کوئی بشر کیا ادا کر سکتا ہے۔ جب کہ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے لا احصی ثنا علیک سے اپنے عجز کا اظہار فرمایا۔ اس کے باوجود

عربی، فارسی اوراردو کے شاعروں میں کم ہوں گے۔ جنھوں نے کسی نہ کسی انداز میں حمد ومناجات گوئی کا حق ادا نہ کیا ہے۔ مضمون نگار کو چاہیے تھا کہ وہ اس کا تفصیل کے ساتھ تعارف کرواتے۔ لیکن ان کی تحریر میں حمد اور مناجات کہنے والے معروف شاعروں میں کسی کا نام نہیں ملتا۔ اردو میں ایک درجن سے زائد ایسے اعلیٰ پایہ کے مجموعے شائع ہوئے ہیں جو صرف حمد ومناجات پر مشتمل ہیں اور یہ سب بیسویں صدی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان کا ذکر اس مضمون میں نہیں ہے۔ انھوں نے اعتراف کیا ہے کہ:

> ''میں نے طوالت سے بچنے کے لیے بیسویں صدی کے اردو حمد اور نعت گو شعرا میں سے صرف تین ایسے نمائندہ شعرا کا انتخاب کیا ہے جس سے ادب اسلامی سے دلچسپی رکھنے والے افراد کی اکثریت بخوبی واقف ہے''۔ ۱۲

یہ تین حضرات مولانا محمد ثانی مرحوم، سید عبدالرب صوفی، اور مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی مضمون نگار نے نہ تو ان شعرا کا مکمل تعارف کروا سکے اور نہ ان کے کلام کا تجزیہ کر سکے مضمون سرسری نوعیت کا ہے جسے تھوڑی محنت سے بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

سریش بھٹ کی ایک مراٹھی نعت کا تجزیہ:

ڈاکٹر سید یحییٰ اشیط نے بھارت کے مغربی صوبے مہاراشٹریہ کی صوبائی زبان میراٹھی کا مطالعہ کیا ہے ان کے خیال میں یہاں کی زبان اور اس کا ادب بالراست عرب کلچر اور زبان سے متاثر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حمد ونعت اور سلام جیسی خالص مذہبی اصناف سخن بھی مراٹھی میں ملتی ہیں۔ غیر ممالک تک جو تجارتی روابط رہے ہیں ان میں بندرگاہوں کی خصوصی اہمیت رہی ہے۔ سورت کی بندرگاہ قدیم زمانہ میں بھی تجارتی منڈی تھی۔ بمبئی کی بندرگاہ ترقی یافتہ نہ ہونے کے باجود چھوٹے پیمانے پر تجارتی مرکز تھی۔ اسی طرح بھارت کے انتہائی جنوب کی بندرگاہیں بشمول کیرالہ ان تمام علاقوں میں مسلمانوں کی ثقافت اور زبان کے اثرات ملتے ہیں۔ مراٹھی ایک ترقی یافتہ زبان ہے وسیع علاقے میں بولی جاتی ہے اس کے لسانی رشتے گجراتی، دکنی سے ملتے ہیں۔ دکنی اردو کی نسبت ان قریبی زبانوں کے لسانی اثرات کی حامل ہے جس پر تحقیق ہونا باقی ہے۔ میراٹھی زبان کے شاعر سریش بھٹ کا تعلق دور جدید سے ہے۔ وہ میراٹھی کے مشہور ادیب، عالم، شاعر، کالم نویس اور مقرر ہیں۔ اردو غزل کی روح کو انھوں نے مراٹھی غزل میں منتقل کیا ہے۔ ''یلغار'' ان کی مراٹھی غزلوں کا مجموعہ ہے۔ وہ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ مگر نظم بھی کہتے ہیں۔ انھوں نے مراٹھی زبان میں جو ''نعت شریف'' لکھی ہے اسے ڈاکٹر یحیٰی نشیط نے اردو کے مروجہ حروف میں شائع کرتے ہوئے اس کا منظوم ترجمہ بھی شائع کیا ہے۔ ان کے مفاہیم کے سلسہ میں ان کا کہنا ہے بعض قرآن سے اور بعض عربی شاعری سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں نظم کی اہمیت ڈاکٹر صاحب کی توجیہات اور توضیہات کی وجہ سے بہت بڑھ گئی ہے۔

نعت کے جگنوؤں کے تعاقب میں۔۔۔ماضی کا سفر:

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کا مضمون ہے اس میں انھوں نے ماضی کے سفر میں مسلمان گھروں میں پاپ میوزک کے بجائے، حمد، نعت،، منقبت، سلام کا رواج تھا یہ رواج زمانے کو دکھانے کے لیے نہ تھا۔ اپنے دل میں لگی پیاس کو بجھانے کے لیے تھا۔ اب نہ عقیدتوں اور محبتوں کی پیاس ہے اور نہ اس کو بجھانے کی سبیل کشفی صاحب نے اس تاثراتی مضمون یا بھولی بسری یادوں میں جو کچھ

بیان کیا ہے مسلمان کے تہذیبی دور کا ایک ہلکا سا نقشہ ہے۔ اس میں تمام خاندان کے تمام افراد کے سروں پر خدا اور رسول کا سایہ نظر آتا ہے۔ ان کے اعمال کے سر چشمہ احکام خداوندی و احادیث رسالت پناہی ہوتے، نعت، درود میلاد، سلام ان کے نغمے نہیں، مضمون کشفی صاحب کے خاندانی روایت کا آئینہ ہے۔ ہر مسلمان گھرانے کے لوگ اپنے گزرے ہوئے ماحول کی جھلک قدرے تبدیلی کے ساتھ اس جام جم میں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ ہمارا ماضی ہی نہیں ہے وہ خزانہ ہے جسے لٹا کر ہم خوش ہیں لیکن ایک سوالیہ نشان اُبھرتا ہے زیاں میں خوشیاں منانے والی قوم جو نا آشنائے نفع ہو کب تک زندہ رہ سکتی ہے۔

ہندو شعرا کی حمد نگاری:

نور احمد میرٹھی نے اپنے اس مضمون میں بتایا کہ ہندو شاعروں نے حمد نگاری مسلمانوں سے محبت میں نہیں لکھی بلکہ ان کے حمد یہ کلام میں دل کی دھڑکنیں صاف سنائی دے رہی ہیں۔ انھوں نے طاہر سلطانی کی مرتب کتاب ''اذانِ دلیر'' کا مطالعہ کیا جس میں ۴۹ شعرا کا حمد یہ کلام ہے۔ نور احمد نے اس میں سے کم و بیش ۵۰ شعرا کے نام مع نمونہ کلام شامل کیے گئے ہیں شاعروں کے حالات پر روشنی نہ ڈالی اور نہ ان کے کلام پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

شعر کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے:

مضمون کو ابتداء میں ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے شعرا کی تعریف کے بارے میں اقوال پیش کیے اسلام کے حوالے سے شاعری کا ذکر کیا۔ عرب میں شعر کی حیثیت مسلم تھی اور اس کی طاقت کو ہر کوئی جانتا تھا اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ مختلف مواقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کی تعریف کی اور شاعر کیلئے اظہار خوشنودی کیا ان ابواب میں مقالہ نگار نے اپنا سارا علم اور اپنی قوت استدلالی صرف کر دی جسکے لیے وہ داد کے مستحق ہیں جہاں شعر کی مذمت کی گئی اس کی توجیح بھی کی۔ ان کے مضامین پڑھنے سے معلومات میں اضافہ فکر میں گہری سوچ کے نئے افق روشن ہوتے ہیں ''نعت رنگ'' میں جو مضامین ڈاکٹر اسحاق کے چھپے وہ سارے دل و دماغ کو متاثر کرنے کے باعث بنے۔

اُردو حمد و نعت، فارسی روایت کے تناظر میں:

اُردو حمد و نعت فارسی روایت کے تناظر میں ڈاکٹر عاصی کرنالی کا ایک اچھا مضمون ہے مضمون اپنے موضوع کے اعتبار سے مختصر ہے اس میں تمہید طویل باندھی گئی اس میں پہلے اُنھوں نے حمد کے بارے میں بتایا پھر اس میں فارسی روایت پر روشنی ڈالی ابتدا میں اُنھوں نے بتلایا کہ انسان ہمیشہ سے ایک بلند و بالا مقتدر ہستی کا تصور رکھتا ہے۔

> ''یہ تصور کہ ایک ہستی ایسی ضرور ہے جو اس کے وہم و گمان کی دسترس اور علم و خبر کی رسائی سے نہ صرف بالاتر ہے بلکہ وہ اس کی خالق، اس کے ارادوں پر مختار اور حیات کائنات کی منتظم اور اُن کی تقدیرات پر غالب ہے''۔ ۱۳؎

بت پرستی، مظاہر پرستی، آتش پرستی وغیرہ اس اعتقاد کی مختلف صورتیں ہیں انسان نے جن عناصر کو بالاتر قوت تسلیم کیا ان کی شان میں گیت گائے ان کے آگے دعائیں مانگی یہی اس کے تصور کے مطابق حمد یا اس سے ملتی جلتی شعری کیفیت تھی۔ پروفیسر

عاصی کرنالی نے سلسلہ بیان میں ظاہر کیا ہے کہ اسلام نے اللہ کی توحید خالص کا نظریہ پیش کیا۔ اسی عقیدے کا شعری پیکر حمد قرار پایا۔ ذکر رسول اللہ کے بعد عربوں اور ایرانیوں کی فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے اس تاریخی حقیقت کو بیان کیا ہے کہ برصغیر جنوبی اشیا میں ایک عرصہ تک فارسی کا چلن رہا اور فارسی شاعری کی روایت نے اردو کے جنم لیتے ہی اس پر اثر انداز ہونا شروع کر دیا۔

اُردو شاعری کو فارسی کی روایات میں اتنا رنگا کہ دونوں شعری روایتیں ہم رنگ و ہم آہنگ ہوگئیں۔

اس مضمون کو ہم پڑھنے کے بعد کہہ سکتے ہیں ہ یہ عاصی کرنالی کا اچھے موضوع پر غیر مکمل تحریر ہے۔

''گلزار نعت' ایک نایاب نعتیہ گلدستہ' رفاقت علی شاہد کا مضمون ہے۔

اُردو کے صحافتی ادب میں گل دستوں کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن ہمارے محققین اس طرف کم توجہ دیتے ہیں کیوں کہ ان کی تلاش ایک صبر آزما کام ہے اگر اب بھی ان کی جانب توجہ نہ کی گئی تو چند سالوں بعد گل دستوں کے رہے سہے نقوش بھی ناپید ہو جائیں گے۔ اس امر کا احساس کرتے ہوئے رفاقت علی شاہد نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لیے اردو کے گل دستوں کو موضوع تحقیق بنایا ہے۔ انھیں زیر نظر مضمون میں ''گلزارِ نعت'' کے صرف دو شمارے مل سکے جو جلد۲ کے شمارہ۔ ۱۲ اور ۱۳ ہیں اس گلدستہ کی جلد۲ کا شمارہ ۱۲، ۳۰ جون ۱۸۹۴ء کو شائع ہوا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ اس کا اجرا پہلی جنوری ۱۸۹۳ء سے ہوا اور ہر پندرھویں روز اس کا ایک شمارہ چھپتا تھا۔ مضمون لگار نے ''گلزار نعت'' میں موجود اطلاعات کے حوالے سے بتلایا ہے کہ دوست محمد خان عتیق ایک اور گل دستہ ''عطف سخن'' بھی شائع کرتے تھے مضمون نگار کو اس کا بھی ایک شمارہ مل گیا جو آٹھویں اور جلد کا گیارھواں شمارہ ہے۔ اور یک جون ۱۹۲۶ء کو شائع ہوا تھا۔ قیاس یہ ہے کہ ''گلزار نعت'' نعتیہ کلام کی اشاعت کے لیے جاری ہوا ہوگا ''گلزار نعت'' میں عشقیہ کلام اور ممکن ہے ''لطف سخن'' میں نعتیہ کلام بھی شائع ہوتا رہا ہوگا یہ مضمون رفاقت علی شاہد کی محنت اور تحقیق کا منہ بولتا ثبوت ہے''۔

نعتِ نبی بلوچی و براہوی میں:

غوث بخش صابر کا مضمون ہے بلوچی پاکستان کے مغربی علاقہ کے علاوہ ایران، افغانستان اور دیگر متصل جگہوں میں عوام کی ایک بہت بڑی تعداد کا ذریعہ ابلاغ ہے۔ اسی کے ساتھ براہوی بھی ہے۔ یہ دونوں قدیم زبانیں ہیں۔ ماہرین ان زبانوں کے وجود کو پانچ ہزار سل قبل تک وسعت دے کر قدیم تہذیبوں سے ان کا رشتہ استوار کرتے ہیں۔ شاعری کے حوالہ سے غوث بخش صابر نے بلوچی اور براہوی کی روایات کا ذکر کیا ہے ان زبانوں میں نظم کا رواج عام رہا ہے۔ یعنی نظم میں، حمد، نعت، منقبت صحابہ، گریز اور اسکے بعد اصل موضوع بیان ہوتا ہے اس طرح حمد اور نعت گویا ان زبانوں میں نظم کا رواج عام رہا ہے۔ بلوچی اور براہوی کلام میں کثرت سے الفاظ عربی اور فارسی کے ملتے ہیں یہ خصوصیت ملا فاضل، ملا قاسم، ملا ابراہیم، ملا عبداللہ، ملا بہادر، مضمون نگار نے ابراہیم کا ذکر قدرے تفصیل سے کیا ہے اور بتلایا ہے کہ:

> ''ملا ابراہیم کا موضوع جنگی اور واقعاتی شاعری رہا ہے اُنھوں نے طویل اسلامی جنگ نامے نظم کیے ہیں۔ ہر نظم کا اللہ جل شانہ کی حمد اور سرور کائنات کی نعت سے آغاز کیا ہے''۔[۱۴]

بلوچی زبان کی نسبت براہوی میں شعری روایت قدرے مختلف ہے اس میں عربی اور فارسی کی تقلید میں حمد،نعت، مناقب اورغزل عنوانات سے قائم رہےاسی طرح انداز بیان میں بھی فارسی کی پیروی کی گئی۔ براہوی کے شاعروں میں مضمون نگار نے محمد عمر دین پوری، حاجی عبدالمجید، حاجی گل مست، علامہ بنو جان کا خصوصیت سے ذکر کرنے کے بعد تاج محمد تاجل پر خصوصی توجہ دی ہے انھیں براہوی شاعری میں بھٹائی، سچل سرمست بلھے شاہ اور رحمان بابا کا ہم پلہ بتلایا ہے۔ان کی ایک نعت کا اردو میں ترجمہ دیا ہے۔

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور شعرائے جلال پور جٹاں:

گجرات سے مشرق کی طرف تقریباً بارہ کلومیٹر کے فاصلے پر قصبہ جلال پور جٹاں ہے جس کی پہچان پارچہ بافی ہے۔ یہاں کی شاعری کی تاریخ تین سو سال پرانی ہے لیکن اس قدیم زمانہ کے شاعروں کے ہاں نعت گوئی کا رجحان نہیں ملا۔بیسویں صدی میں یہاں کے لوگوں نے تبلیغ دین اور سیاست کے ساتھ نعتیہ شاعری کی طرف بھی خاصی توجہ کی۔مضمون نگار نے اس علاقہ کے شاعروں کا تذکرہ مرتب کیا ہے جس میں ۳۶ شاعروں کا مختصر حالات کے ساتھ ان کے کلام کے نمونے دیے ہیں شاکر کنڈان کی یہ کوشش لائق ستائش ہے۔انھوں نے یہ صراحت نہیں کی شعرا کا کس ترتیب میں ذکر کیا ہے۔ یہ نہ تو تاریخ کے اعتبار سے ہے اور نہ حروف تہجی کے اعتبار سے۔البتہ اُنھوں نے ماخذات کا حوالہ دے کر اپنے بیان کو مستند بنایا ہے۔

اُردو نعت پر تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی کتب:

''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر۱۰ میں پروفیسر شفقت رضوی کا یہ تحقیقی مضمون بہت شاندار ہے۔اردو میں نعت گوئی تو عام رہی ہے اوراس کے متعدد ادوار گزرے ہیں ہر دور کی خصوصیات جداگانہ ہیں جہاں تک نعت گوئی کا تعلق ہے، اردو زبان اس دولت سے مالا مال ہے۔لیکن نعت پر تعارفی مضامین تو ملتے ہیں لیکن کم شفقت رضوی نے اردو نعت پر تاریخ کے اعتبار سے تحقیق یا تنقید کے اعتبار سے جو کام ہوا اور کتابی صورت میں شائع ہوا۔شفقت رضوی نے اپنی تحریر کو جن کتابوں تک محدود رکھا ہے ان کی فہرست مضمون کی ابتدا میں دے دی ہے۔ یہ شمارہ میں آٹھ ہیں جو سال اشاعت کے لحاظ سے زیر بحث لائی گئی ہیں۔مضمون نگار نے جو فہرست مرتب کی ہے اس میں ڈاکٹر طلحہ رضوی برق کی کتاب ''اردو کی نعتیہ شاعری'' مطبوعہ جنوری ۱۹۷۴ء کو اولیت کا شرف دیا ہے۔ پاکستان کے دیگر اہل قلم حضرات نے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب ''اردو کی نعتیہ شاعری'' مطبوعہ ۱۹۷۴ء کو یہ اعزاز دیا ہے۔مضمون کے دوسرے حصے میں نعت کی تعریف سے بحث کی گئی ہے اور یہ نکتہ اُٹھایا گیا ہے کہ نعت صرف موضوع سخن ہے یا صنف سخن ہے۔مضمون نگار کا خیال ہے صنف کا تعین کیفیت ظاہری سے بھی ہوسکتا ہے اور موضوع شاعری سے بھی۔مضمون میں آٹھوں کتابوں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے اور ہر ایک کی خوبیوں اور اور برائے نام خامیوں کی نشان دہی کی گئی ہے مضمون تقریباً سو صفحات پر مشتمل ہے اس مضمون کو بہت زیادہ پسند کیا گیا احمد صغیر صدیقی نے اس کے بارے میں رائے دی۔

> ''شمارہ (۱۰) میں سب سے شان دار کام شفقت رضوی کا ہے اور کیا خوب ہے -- یہ مضمون جو انھوں نے تھمیں ''اردو نعت پر تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی کتب'' کے نام سے دیا، ایک شاندار کام ہے

بہت سی عمدہ باتیں جو میرے ذہن میں ذخیرہ ہو رہی ہیں''۔ ۱۵

''قصیدہ بردہ شریف، کچھ اور منظوم اردو تراجم'' پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مضمون ہے۔ ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط نے اپنے ایک مضمون (مطبوعہ ''نعت رنگ'' نمبر ۸) میں قصیدہ بردہ شریف کے چار منظوم اردو تراجم کا ذکر کیا تھا۔ موضوع کے لحاظ سے اسے تشنہ اور نامکمل جان کر پروفیسر اقبال جاوید نے دیگر (۱۶) تراجم کا احوال رقم کر کے بڑی حد تک مضمون کو مکمل کیا۔ ممکن ہے ان کے علاوہ بھی تراجم ہوں۔ بعض اس کے اشعار کی تعداد ۱۷۲ اور بعض ۱۶۰ بتاتے ہیں قصیدہ، دس ابواب پر مشتمل ہے (۱) عشق رسول کے ذکر میں (۲) خواہش نفسانی کے رک جانے کے بارے میں (۳) مدح رسول سے متعلق (۴) ولادت باسعادت کا ذکر (۵) برکات وحدت کے بارے میں (۶) قرآن پاک کی عظمت کے سلسلہ میں (۷) واقعہ معراج کے بیان میں (۸) جہاد سے متعلق (۹) طلب مغفرت اور التجائے شفاعت کے سلسلہ میں (۱۰) مناجات اور عرض حاجات۔

مضمون کے مندرجات کے بارے میں مضمون نگار نے وضاحت کی ہے کہ:

''احقر کے پیش نظر آٹھ منظوم اُردو تراجم کا اجمالی تعارف ہے اور ہر تعارف کے ساتھ بطور نمونہ اُردو واشعار کی ترتیب سے دے رہا ہوں احقر کی یہ محض تعارفی نوعیت کی ہے اور بعض نایاب اردو تراجم کو محفوظ کرنا مقصود ہے کسی نوع کا تقابلی، تنقیدی فنی محاکمہ پیش نظر نہیں''۔ ۱۶

اُردو نعت میں ''صلعم'' کا استعمال اور اس کے مضمرات:

جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی یا مخاطب کے لفظ کی ساتھ درود شریف کا اضافہ لازم ہے اس کے بجائے درود شریف کی ایک طرح سے تخفیف کر کے ''صلعم'' لکھنے کا رواج اسی طرح عام ہے جس طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کے بجائے ۷۸۶ پر اکتفا کیا جائے۔ عربی لغت کے اعتبار سے یہ ایک مبہم لفظ ہے۔ اس میں صلی اللہ سے ''صل'' علیہ سے ''ع'' اور وسلم کا آخری حرف ''م'' لے کر صلعم بنالیا گیا ہے حالاں کہ ہر مسلمان کو چاہیے وہ نبی پاک کے نام کے ساتھ پورا درود پڑھے اور لکھے رشید وارثی نے اپنے مضمون میں اس رواج کی مذمت کی ہے۔ انھوں نے متعدد کتب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جس کاتب نے درود شریف پورا لکھنے کی بجائے صلعم پر گزارہ کیا ہے وہ کسی نہ کسی آفت میں مبتلا ہوا ہے مضمون نگار نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ برصغیر کے علما کی جو کتابیں شائع ہوئیں ان میں ''صلعم'' لکھا گیا ہے لیکن مصنفین اور مولفین نے اس پر توجہ نہیں کی چناں چہ شاعری میں بھی یہ لفظ در آیا ہے۔ رشید وارثی نے درود شریف کی فضلیت اور اس کو تحریر کرنے کے بارے میں قرآن مجید کے مفسرین و مترجمین کے حوالے سے اور احادیث کے حوالہ سے درود شریف کی فضیلت اور درود پڑھنے کے ثواب اور فوائد پر روشنی ڈالی ہے انھوں نے لکھا ہے:

''بعض اوقات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر ''م'' بھی لکھا جاتا ہے کیوں کہ ''م'' کی حیثیت قرآن کریم کے رموز اوقاف کی علامتوں کی طرح ایک حرف علامت کی ہے جبکہ ''صلعم'' کی حیثیت املا اور تلفظ کے اعتبار سے ایک لفظ ہے''۔ ۱۷

مضمون کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ''صلعم'' کے استعمال پر بہت اچھا مضمون لکھا ہے۔

نعت گوئی اور سیرت و نعت کی محافل کا مطالعہ اعلیٰ تعلیم میں:

''نعت رنگ'' میں شمارہ نمبر۱۲ میں کشفی صاحب کا یہ تحقیقی مضمون ہے سید کشفی جامعہ کراچی میں برسہا برس تدریس کے فرائض انجام دے وہ صدر شعبہ اردو بھی رہے ہیں۔ وہ اعلیٰ تعلیم کے نصاب سے خوب واقف ہیں اس کے بارے میں ان کے خیالات تصویر کے خدو خال کو پوری طرح پیش نہیں کرتے۔ یہاں ہر مضمون کے نصاب پر بے مقصدیت کا غلبہ ہے۔ ابتدائی درجوں سے لے کر اعلیٰ ترین درجوں تک اردو پڑھائی جاتی ہے لیکن یہ تعین کیے بغیر کہ کس درجے تک زبان کی تعلیم ہونا چاہیے اور کن درجوں میں ادب کی۔ نصاب کا مقرر کرنا اور نصاب کی کتابوں کا مراتب کرنا کسی معیار کے مطابق نہیں، کشفی صاحب نے ادب کو معاشرے کا حصہ قرار دیا ہے۔ اس مناسبت سے معاشرے میں موجود رسوم اور اعمال کو ادب کے عناصر کے طور پر قبول کرنا اور اچھائیوں کی تعریف کے ذریعے حوصلہ افزائی کرنا، خامیوں کی اصلاح کرنا، ادب کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ ادب کے ذریعے معاشرے کا مطالعہ ہوتا ہے۔ نعت، میلاد کے جلسوں، سیرت کی محفلوں اور نعت خوانی کے اجتماعات کے مطالعے اور ذکر کے بغیر معاشرے کا مطالعہ نہیں ہوسکتا۔ ادب میں تعلیمات قرآنی، احادیث نبوی، سیرت النبی، سوانح، تاریخ، سماجیات سب آجاتے ہیں۔ اس لیے اعلیٰ تعلیم میں ان موضوعات سے متعلق نظم و نظر کے شہ پارے داخل کیے جاسکتے ہیں۔ کشفی صاحب کا یہ مضمون بے حد جامع اور پراثر ہے ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کے اس مضمون کو رہنما بنالیں اور بہار مدینہ کی مہکار کو تعلیمی تمدن کا معیار بنالیں۔

کیا نعت ایک صنف سخن ہے:

سید حسین احمد نے صنف سخن کے حوالے سے وہی سوال اُٹھایا ہے۔ جو ان سے پہلے کئی بار اُٹھایا گیا اور اس کا جواب بھی فراہم کیا گیا۔ مضمون نگار کا کہنا ہے صنف سخن متعین کی جاتی ہے ہیئت ظاہری ہے۔ جیسے مثنوی، مخمس، مسدس، قصیدہ وغیرہ۔ اس طرح نعت ایک موضوع سخن ہے اور جب تک اس کی ہیئت ظاہری کا تعین نہ ہو، یہ موضوعاتی شاعری ہی کہلائے گی جس کے لیے کوئی بھی صنف استعمال کی جائے۔ مضمون نگار نے مرثیہ اور اجزائے مرثیہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی کہ مضمون کو طوالت دے دی۔ شاعری میں غزل، نظم، رباعی، مرثیہ وغیرہ کی تقسیم سے پہلے نعت تھی۔ اور اسے نعت ہی کہا اور شمار کیا جاتا ہے۔ نعتیہ غزل یا نعتیہ رباعی کا نام تو بہت دور میں لکھے، پکارے گئے، مضمون نگار کہتے ہیں کہ غزل، نظم، مرثیہ، قصیدہ، نعت، حمد کسی بھی صنف پر شعر کہنے والا شاعر ہی کہلاتا ہے۔ اس کے لیے تحقیق نہیں ہوتی کہ یہ غزل کا شاعر، یہ نظم کا شاعر ہے اور آخری نتیجہ کے طور پر انھوں نے لکھ دیا ہے کہ جب معاشرے میں نعت کی اصطلاحی طور پر ایک معنی یا مفہوم پر اتفاق کیا جاسکتا ہے تو اس کے ''صنف سخن'' کے بارے میں کیا حقیقی عذر مانع ہے۔

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔نعت کے آئینے میں:

پروفیسر اقبال جاوید کا یہ تحقیقی مضمون شمارہ نمبر۱۳ میں شائع ہوا۔ اقبال جاوید اپنی تحریروں کو اپنے فکر و فن میں جن لفظوں اور ترکیبوں کو ترتیب دیتے ہیں انھیں اپنی تحریر میں شامل کر کے عبادت کا کرتے ہیں اپنے مضمون میں بتایا کہ محمد نام پہلے پہل

حضرت سلیمان علیہ السلام کی تسبیحات میں آیا جنھوں نے آپ کی آمد کی خبر دی تھی۔اس مضمون میں اکثر مقامات پر ’’محمدؐ‘‘ صلی اللہ علیہ وسلم اور ’’احمدؐ‘‘ صلی اللہ علیہ وسلم نام آئے ہیں۔ان میں دو ایک جگہ نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے جب کہ اکثر جگہ نہیں ہے۔یہ مضمون نگار کی غلطی سے یا کمپوزنگ کی۔مضمون کے آخری ۲۵ صفحات ان اشعار پر مشتمل ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کون کون سے نام شاعروں نے استعمال کیے ہیں۔

نعت میں ذکر میلادِ سرکار:

میلادِ سرکارِ دو عالم کے بارے میں راجا رشید محمود کا یہ مضمون اپنی طوالت اور وسعت معلومات کی بنا پر ایک مقالہ اور کتاب ہے۔سو صفحات پر پھیلا ہوا جس میں سوا پانچ سو مصادر و ماخذ کے حوالے ہیں۔موضوع عنوان سے ظاہر ہے جس کی تفصیل ذیلی عنوانات کے ذریعہ دی گئی ہے۔ان ذیلی عنوانات سے ہی موضوع کی وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔(۱) نورِ سرکار کا ظہور (۲) قصیدہ ہائے نور از اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا،ان کے کلام نعتیں اور ان کی تتبع میں نعت (۳) حضور لباس بشریت میں (۴) ربیع الاول (۵) ۱۲ ربیع الاول (۶) حضور کی آمد آمد کا ذکر (۷) صبح ولادت (۸) میلادیہ قصائد (۹) میلادیہ مسدس (۱۰) میلادیہ نعتوں اور نظموں کا حوالہ (۱۲) میلادیہ نظمیں (۱۳) میلادیہ آزاد نظمیں (۱۴) میلادیہ نعتیں (۱۵) میلادیہ نعتوں اور نظموں کا حوالہ (۱۶) جشن ولادت (۱۷) عید میلاد النبی (۱۸) محفل میلاد (۱۹) میلاد غیر مسلموں کی نظر میں۔

ہر ذیلی عنوان کے تحت درجوں اشعار مع شاعر کے حوالے کے درج نہیں مضمون کیا ہے،موضوع پر انسائیکلو پیڈیا ہے۔ نعت جیسی مقدس صنف شاعری پر اتنی توجہ اور محنت سے کام کرنے والے رجا رشید کے سوا شاید ایک دو ہی ہوں۔نوجوان نسل کو ان سے استفادہ کرنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔

جنوبی پنجاب میں اردو نعت کا پچاس سالہ جائزہ:

ڈاکٹر عاصی کرنالی نے جنوبی پنجاب میں ملتان، ڈیرہ غازی خان اور بہاولپور کو شامل کیا ہے۔جہاں کی عمومی زبان تو سرائیکی ہے لیکن اردو اور پنجابی بھی وہاں بولی اور سمجھی جاتی ہے ابتدا میں اُنھوں نے نعت گوئی کی روایت اور عربی میں تفصیل سے روشنی ڈالی جس کی اتنی ضرورت نہیں تھی اس کے بعد انھوں نے جنوبی پنجاب میں نعت گوئی کے عام ہونے کا ذکر شروع کیا اور اس کے فروغ میں مشاعروں، تلاوت قرآن، محافل سیرت، محافل میلاد، نعت خوانی کے کردار سے بحث کی گئی ہے یہ بھی بتلایا ہے کہ اردو میں مروج ہیں۔نعت کے حوالے سے جو تحقیقی اور تنقیدی کام ہوا ہے اسکا سہرا چار حضرت کے سر باندھا ہے۔اور آخر میں تین درجن نعت گو شعرا کی فہرست مع ان کی نعتیہ تصانیف شامل ہے ضرورت تھی کہ اس دبستان کو بھرپور انداز میں متعارف کروایا جاتا۔

سعد اللہ مسیح جہانگیری کی فارسی نعتیں:

ابو سعد اللہ مسیح عہد شہنشاہ جہانگیر و اکبر میں گزرے ہیں۔ان درباروں میں خاص لوگوں کا غلبہ رہا جنھوں نے سعد اللہ مسیح کو نہ تو دربار میں آنے دیا اور نہ ان کی قابلیت کا اعتراف ہونے دیا، سعد اللہ کا اہم کارنامہ ’’رامائن‘‘ کا منظوم فارسی ترجمہ ہے۔

اس کی دوسری تصنیف ''پیغمبر نامہ'' ہے۔ مضمون نگار نے ''پیغمبر نامہ'' اور ''رامائن'' کے حمدیہ اور نعتیہ حصوں کے تجزیاتی مطالعے کو اپنی تحریر کا موضوع بنایا۔ مطالعہ حسب ذیل ذیلی عنوانات کے تحت ہے۔ (۱) تعارف پیغمبر نامہ مسیح پانی پتی (۲) پیغمبر نامہ کی بسم اللہ (۳) اسمائے حسنٰی کا استعمال (۴) اختتامیہ ''پیامبر نامہ'' (۵) بسم اللہ ''رمائن مسیح''، (۶) حمد منافی مناجات، (۷) فی نعت سرورِ کائنات، (۸) معراج نامہ رسولِ مقبول۔ ان عنوانات کے تحت جو اشعار بطور حوالہ دیے گئے ہیں مضمون نگار نے ان کی مصنوعی وظاہری خصوصیات کی بھی نشان دہی کی ہے۔ جس سے سعد اللہ کے فکر وفن کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ مثلاً ''پیغمبر نامہ'' کے ابتدائی حصے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''پیغمبر نامہ'' میں بھی آغاز کلام روائتی طریق پر حمد ہے مضمون سے ہوتا ہے لیکن مسیح کی طباعی اور ذہنی رسائی نے حمد باری تعالیٰ میں نکات آفرینی کے ایسے جوہر دکھائے کہ کس طرح بھی یہ افتتاحی اشعار رسمی سطح یا حیثیت کے حامل نہیں رہے''۔[۱۸]

اسی طرح کے رہنمائی کرتے ہوئے تبصروں سے مضمون معمور ہے جو مسیح کے اشعار کی تفہیم اور تحسین کے لیے مد ہیں۔

ظہورِ قدسی پس منظر (اُردو نعت کے آئینے میں):

پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مضمون ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور قدسی سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کی کیا نوعیت تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی تمنا کیوں کروٹیں لے رہی تھیں۔ اس کا پس منظر کیا تھا! ظہور قدسی کے وقت سرزمین عرب کی ذہنی، روحانی، اور اخلاقی حالت کیا تھی۔ یہ چند موضوعات ہیں جن کا مطالعہ اقبال جاوید نے اردو شاعری کے ذریعہ کیا ہے اور ان کی تفصیلات میں اشعار کے گلستان سجائے ہین۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل حالات کو راسخ عرفانی، خالد بزمی، محمد صادق، جگن ناتھ آزاد، عاصی کرنالی، احسان دانش نے اشعاری آئینہ دکھلایا ہے، مضمون کے تیسرے حصے میں اقبال جاوید نے انبیا، ماقبل دانش وران یونان، روم اور تمام اعلیٰ انسانی قدروں کے مٹنے کے آثار پیش کیے ہیں۔ اس کے بعد کے حصے میں مضمون نگار نے سرزمین عرب کی جغرافیائی اور تاریخی حالات کا ذکر کیا ہے بالخصوص حضور کی تشریف آوری سے قریب تر عہد کی تصویر کھینچی ہے اس سے ان کا مقصد اسی دور کی ذہنی پستی اور شرک کا اظہار کرتا ہے۔ جس کی بنا پر نور کا ظہور ایک لازمی۔ مضمون نگار نے اپنے بیان کو موثر بنانے کے لیے حالی کی مسدس کے بندوں کا سہارا لیا ہے۔ مضمون نگار نے اپنی تحریر کے آخری حصے میں حضور کی ولادت باسعادت کے بارے میں تاریخ اور شعری روایات کا جائزہ لیا ہے۔ یہ موضوع نیا نہیں اسکو حسن ترتیب سے پیش کر کے اس میں جان پیدا کر دی ہے۔

اُردو میں نور ناموں کی روایت:

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط نے نبی پاک کے ''پیکر نور'' ہونے کی دلیل قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے دی۔ مقالے کے شروع میں پھر اُنھوں نے اُردو میں لکھے جانے والے نور ناموں کا ذکر کیا اسی طرح وہ ''نور'' کے لفظ سے مزین اشعار نقل کرتے چلے گئے ہیں جن میں باحسن، برہان الدین جانم، غواصی، ابن نشاطی کے اشعار شامل ہیں۔ اُنھوں نے حسنی کے ''نور نامہ'' کے

ایک مخطوطے کی اطلاع دی ہے جو نیشنل میوزیم دہلی میں محفوظ ہے لیکن نہ تو شاعر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی اور نہ ''نور نامہ'' کے بارے میں تفصیل دی۔ مختار کے بعد ایک غیر معروف شاعر عنایت اور اس کی تصنیف ''نور نامہ'' کا ذکر آیا مقالہ نگار نے فتاحی اور عنایت کے اشعار کے تقابل کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ:

> ''شاعر عنایت نے فتاحی کی ''مفید الیقین'' کی نہ صرف خوشہ چینی کی ہے بلکہ اکثر اشعار جوں کے توں اپنی تصنیف میں شامل کر لیے ہیں یہ معاملہ تحریف یا توارد کا نہیں سرقہ کا ہے''۔ [۱۹]

دکنی کی چند مثنویوں کے ذکر کے بعد مقالہ نگار نے حسب روایت شمالی ہند کا ادبی سفر اختیار کیا ہے۔ نور ناموں کے ذکر میں سب سے پہلے امیر مینائی ''مثنوی نور تجلی'' کا بھی ذکر کیا ہے جو تین روایت پر مشتمل ہے۔

مقالہ کا ایک حصہ ان مختلف اشعار پر مبنی ہے جس میں نور لفظاً استعارے یا اصطلاحاً استعمال ہوا اس کے ساتھ حفیظ جالندھری کے ''شاہنامہ'' میں بیان کردی قصص کا خلاصہ بیان کر کے مقالہ کو خواہ مخواہ طوالت دینے کی کوشش کی۔

میانوالی میں نعت نگاری:

پروفیسر محمد م فیروز شاہ کا مضمون ہے۔ میانوالی ایک بڑا شہر نہیں لیکن اچھی روایتوں کا مرکز ہے، پروفیسر محمد فیروز شاہ نے اس بستی کا ذکر ان شعرا کے حوالے سے کیا ہے جن کے دلوں میں حب رسول اللہ کی جاویدان خوشیوں کا سرور ہے۔ مضمون نگار نے اس بستی کے شاعروں کا اس طرح تذکرہ مرتب نہیں کیا۔ جس کا عام رواج ہے۔ بلکہ نعت کی خصوصیات کے سائے میں شاعروں کا ذکر کا یہ انداز نیا، دلچسپ ہے۔ فیروز شاہ نے نعت کے اہم رجحانات کے نقش کو شعراے میانوالی کے شعروں کے ذریعے اُبھارا ہے۔ اُنھوں نے ''میانوالی میں نعت نگاری کے اہم رجحانات میں سراپا نگاری کے عنصر'' کو نمایاں قرار دیتے ہوئے گلزار بخاری، سوز زبدی، سردار ممتاز کے اشعار دیے ہیں۔ اس کے علاوہ مضمون نگار نے امیر عبداللہ اشبر، اجمل نیازی، ابوانعانی عصری، محمد بخش رخمی، منصور آفاق کے اشعار دیے ان میں غلام حیدر کا یہ شعر خوب ہے۔

گلشن دہر سر سبز ہونے لگا رحمتوں کی چیل میں بہار آ گئی
بزم ہستی کے رخ پر نکھار آ گیا ہر طرف ایک سہانا سماں چھا گیا

اسی طرح موضوع سخن کو شاعران انداز میں بیان کرتے ہوئے موضوع سے مطابقت رکھنے والے خوب صورت اشعار نہیں کے۔ اس کے علاوہ ضیاء اسلام پوری، اسلم ناظم، اظم نیازی، فاروق روکھڑی، اسلم ظفر سنبل، منور علی ملک، انجم جعفری، نصیر شاہ ظفر، منظور حسین منظور، سلار نیازی، نور محمد ساغر اور خود مضمون نگار (فیروز شاہ) میانوالی کے نعت گو شعرا کی نمائندگی کا فرض اس مضمون میں ادا کیا۔ فیروز شاہ نے مضمون میں میانوالی کے تمام نمائندہ شاعروں کو شامل کر کے اور ان کو قارئین سے متعارف کرنے کی سعی بلیغ کی ہے۔ یہ لائق ستائش ہے۔

ظہور قدسی اُردو نعت کے آئینے میں:

''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۱۶ میں یہ پروفیسر محمد اقبال جاوید کا تحقیقی مضمون ہے۔ اس میں اُنھوں نے بتایا کہ تورات ہو

یا زبور، انجیل ہو یا یوحنا قدیم صحافت کا ورق ورق کسی نہ کسی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے تابندہ ہے اور مختلف اسلامی کتب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فارقلیط کہا گیا۔ اور کہیں اناحیل کہا گیا اور اس طرح اپنے مضمون میں ظہور قدسی کے سلسلے میں اُردو میں مختلف نعت گو شعرا کے اشعار کا ذکر کیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر ہے اس میں حالی، اقبال، حافظ مظہر الدین، آثم فردوسی، ذکی کیفی، احسان دانش، اور اسی طرح مختلف شعرا کے اشعار بیان کیے۔ یہ اشعار ملاحظہ کریں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا ذکر ہے۔

ہوا جہاں میں تری ذات پاک کا جو ورود
نظر کی حد سے بھی آگے تھے روشنی کے حدود

(احسن دانش)

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

(احمد رضا خاں بریلوی)

موضوع کے لحاظ سے پروفیسر اقبال کا یہ اچھا مضمون ہے اس میں مضمون نگار نے اپنے موضوع پر دل کھول کر بحث کی اور تحقیقی معلومات پہنچائیں۔

نعتیہ شاعری میں ذکر احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

ڈاکٹر محمد سلطان شاہ کا یہ مضمون عنوان کے لحاظ سے یہ گمان گزرا کہ اس تحریر میں وہ اشعار ہوں گے جن واحادیث نبوی کی ترجمانی کی گئی ہو لیکن یہ مضمون منکرین حدیث کے خلاف شاعری کے حوالے سے ہے لیکن قارئین ''نعت رنگ'' کے لیے ڈاکٹر محمد سلطان کی یہ تحریر بہت مفید ہے۔ اس میں اُنھوں نے مختلف شعرا کے اشعار درج کیے جس میں ''فتنہ انکار حدیث'' کے بارے میں اشعار لکھے پیش کیے اس کے علاوہ اُردو شعرا کے کلام سے ضرورت واہمیت حدیث اور حقانیت حدیث سے متعلق اشعار دیے ہیں۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ مختلف شعرائے نعت نے اکادُکا اشعار میں سنتِ وحدیث کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس بارے میں مضمون نگار کہتے ہیں۔

> ''میں نے محسوس کیا کہ محمود کی شاعری میں اُردو کے تمام شعرا سے زیادہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ملتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ خالصتاً نعت گو شاعر ہیں''۔ ۲۰

اس اقتباس سے پتہ چلتا ہے کہ مضمون نگار کے نزدیک راجا رشید محمود کے ہاں احادیث مبارکہ کا پرتو دیگر شعرا کی نسبت زیادہ ہے۔

ذکری المولد اور نہج البردۃ:

یہ مضمون ڈاکٹر ابو سفیان کا تحقیقی مضمون ہے اپنے اس مضمون میں مصر کے جدید شعرا احمد شوقی کے دو مشہور نعتیہ قصائد

''ذکری المولد''اور''نہج البردۃ'' کا ذکر کیا''ذکری المولد'' میں رسالت سے قبل کی تصویر کشی کی گئی اور اس حوالے سے اس قصیدے کے مختلف اشعار کا ذکر کیا اس کے علاوہ''نہج البردۃ'' بھی نعتیہ شاعری کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے اس میں ایک آپ کی عظیم شخصیت کے مختلف گوشوں کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی گئی اور اپنے اس قصیدے میں جناب سرورکونین میں گل ہائے عقیدت پیش کیے۔ مضمون نگار نے بہت عمدگی سے اپنے مضمون کو بیان کیا۔اور شوقی کے بارے میں بتایا کہ:

''شوقی کی نعتیہ شاعری مستند ہے، الفاظ کے انتخاب میں غیر معمولی مہارت ہے، عشقِ رسول میں سوقی کے یہاں انتہائی صداقت ہے،شوقی کی نعتیہ شاعری قوتِ تاثیر سے عبارت ہے''۔۲۱

مضمون نگار نے شوقی کی نعتیہ شاعری کے بارے میں بہم معلومات دیں اور اُن کے نعتیہ قصیدوں کا ذکر کیا۔

جدید اُردو نعت کی صورت پذیری کا موسم:

''جدید اُردو نعت کی صورت پذیری کا موسم'' ریاض حسین چودھری کا بہترین مضمون ہے اپنے اس تحقیقی مضمون میں اُنھوں نے جدید نعت گوشعرا کا ذکر کیا اور کہا کہ:

''نعت اب صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل، فضائل اور خصائص تک محدود نہیں ہے سیرت اطہر کی روشنی بھی قصرِ توصیف کی فیصلوں پر چراغ جلا رہی ہے''۔۲۲

اس حوالے سے اُنھوں نے قتیل شفائی، منیر نیازی، ظفر اقبال، محسن نقوی، اقبال عظیم، بیدل حیدری وغیرہ نعت گوشعرا کے اشعار پیش کیے۔مضمون نگار اپنے مضمون میں یہ بیان کرتے ہیں کہ نعت قدیم بھی ہے اور جدید بھی جدید نعت میں آج کے حالات کے مطابق لوگوں نے اپنے مصائب کا ذکر اپنے اشعار میں کیا اپنے طویل مضمون میں ریاض حسین نے جدید نعت گوشعرا کا تذکرہ بڑی تفصیل سے کیا۔

ضلع رحیم یار خان کے نعت گو:

گوہر ملسبانی نے اپنے اس مضمون میں رحیم یار خان کے نعت گوشعرا کا تذکرہ کیا اور اس طرح''نعت رنگ'' کے قارئین کو رحیم یار خان میں نعتیہ ادب کے حوالے سے جو کام ہو رہا اور جو نعت گوشعرا ہیں اُن کے بارے میں بتایا۔ان نعت گوشعرا میں نادم صابری، ندیم نیازی، ضیاء الدین، حفیظ شاہد، گوہر ملسبانی، وغیرہ شعرا کے بارے میں بتایا۔

فروغ نعت میں نعتیہ صحافت کا کردار:

فروغ نعت میں نعتیہ صحافت کا کردار پروفیسر محمد اکرم رضا کا ایک تحقیقی مضمون ہے اپنے اس مضمون میں اُنھوں نے پہلے نعتیہ صحافت کے بارے میں بتایا پھر مختلف رسائل اجرائد کا ذکر کیا ان کے مدیر اور اُن میں شائع ہونے والے مختلف نعت نمبروں کی وضاحت کی اور اس میں مختلف شہروں سے شائع ہونے والے جرائد کا ذکر کیا اپنے موضوع کے لحاظ سے مضمون نگار کو اس پر زیادہ معلومات سے آگاہ کرنا چاہیے تھا۔

مثنوی ’’ظہور رحمت‘‘ ایک تعارف۔ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری:

مثنوی ’’ظہور رحمت‘‘ ایک تعارف ڈاکٹر ابوسفیان کا تحقیقی مضمون ہے اس میں انھوں نے مثنوی ’’ظہور رحمت‘‘ کے بارے میں بتایا کہ اس سید علی محمد شاد عظیم آبادی نے لکھا جن کا تعلق بہار بھارت سے ہے۔اس میں پہلے اُنھوں نے شاعر کا تعارف کروایا۔کہ شاد عظیم آبادی اُردو، فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے یہ مثنوی ایک سو بیس بند پر مشتمل ایک مسدس ہے اسکا دیباچہ سید سلمان ندوی نے لکھا اس مثنوی کے موضوع میں نبی پاک کی آمد۔پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج کا ذکر ہے پھر جنگ احد کا ذکر ہے۔اس کے علاوہ مضمون نگار نے ساری مثنوی آخر میں درج کی جس سے ڈاکٹر ابوسلیمان کے تحقیقی رجحان کا پتا چلتا ہے۔

اخلاق محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نعت کے آئینے میں:

گوہر ملسیانی کا مضمون ہے اپنے اس مضمون میں گوہر ملسیانی نے پہلے نعت کی تعریف،،عربی اور فارسی میں نعت گوئی کی روایت کا ذکر کیا جو کہ موضوع کے لحاظ سے اتنا ضروری نہیں تھا کہ اُسے بیان کیا جائے پھر وہ اپنے موضوع پر آئے جس میں اُنھوں نے سرورکونین کے اخلاق حسنہ کے جو اوصاف تھے اُن کو بیان کیا اور اُس کے بارے میں جن نعت گوشعرا نے اپنا کلام لکھا اُن اشعار کا ذکر کیا۔ان میں جود وسخاوت، صادق اور راست گفتاری، محبت وشفقت،عفو رحم،مساوات،عدل وانصاف،ان سب اوصاف حمیدہ کے بارے میں بتایا۔

آزاد نظم میں نعت کی جلوہ گری:

سلیم شہزاد کا یہ ایک بہترین مضمون ہے اس میں اُنھوں نے آزاد نظم میں نعت کا ذکر کیا اس میں اُنھوں نے مختلف شعرا کی ’’آزاد نظموں‘‘ کو بیان کیا جن میں ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔عبدلعزیز خالد کی شاعری کا بڑا حصہ مدحت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔خالد نے آزاد نظموں میں بھی بہت سی حمدیں، نعتیں اور منقبتیں لکھیں ان کی ایک نعتیہ آزاد نظم پیش کی۔

تو کہ موضوع مزامیر زبور
تیری توصیف کا کس ابن بشر کو مقدور
عجز اظہار و بیاں کا، کرے اقرار زباں
جو تری شان کے شایان ہوں، وہ الفاظ کہاں
تری تصویر کشی سے معذور
فانی انسان کا فن
اے خداوند سخن

(عبدالعزیز خالد، مجموعہ ماذ ماذ)

اس کے علاوہ مضمون نے عارف عبدالمتین، شبنم رومانی، احمد صغیر صدیقی، تحسین فراقی، زبیر کنجاہی، اور صبیح رحمانی کی نعتیہ

آزاد نظم کا ذکر کیا۔ موضوع کے لحاظ سے یہ ایک اچھا مضمون تھا۔

پاکستان میں نعت گوئی کی تحریک:

ڈاکٹر غفور شاہ قاسم کا مضمون ہے اپنے اس مضمون میں ڈاکٹر غفور شاہ قاسم نے پاکستان میں نعت گو شعرا کے بارے میں بتایا اس بارے میں ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں:

''نعت پاکستانی ادب کی ایک بڑی اہم اور مقبول صنف سخن ہے آج صنف نعت پاکستان کی سب سے ممتاز صنف سخن بن چکی ہے''۔ ۲۳

ڈاکٹر غفور شاہ قاسم نے پاکستان کے قیام کے بعد جن شعرا نے نعت گوئی میں مقام حاصل کیا اُن کا تفصیلاً ذکر کیا۔ ان نعت گو شعرا میں، مولانا ضیاء القادری، شمس مینائی، درد کا کوروی، محمد ذکی کیفی، اثر صہبانی، اسد ملتانی، بہزاد لکھنوی، ماہر القادری، نعیم صدیقی، عبدالعزیز خالد، حافظ لدھیانوی، اور حفیظ تائب وغیرہ شعرا کا ذکر کیا۔ یہ ڈاکٹر غفور شاہ قاسم کا بہترین تحقیقی مضمون ہے۔

ہندو شعرا کی منظوم سیرت نگاری:

''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۲۱ میں ڈاکٹر محمد سلطان کا یہ تحقیقی مضمون شائع ہوا اس میں ڈاکٹر محمد سلطان نے ہندو شعرا کے بارے میں بتایا کہ اُنھوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنی شاعری میں بیان کیا ہندو شعرا نے سب سے زیادہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ بیان کیا ان میں گرسرن لال ادیب لکھنوی، منشی جیا لال، امر چند قیس جالندھری، کالی داس گپتا رضا، بھگوان داس بھگوان، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں واقعہ معراج بڑی اہمیت کا حامل ہے مسلم شعرا کی طرح ہندو شعرا نے بھی یہ واقعہ نظم کیا۔ اس کے علاوہ مضمون نگار نے اپنے مضمون میں دو ہندو شعرا نے پوری سیرت مبارکہ کو بیان کیا ان میں امرناتھ سیڈھا شوق اور چرن سرن ناز مانک ہیں ان کی دو کتابیں ''مدنی موھن عرف پیغمبر اسلام (منظوم)''، ''پیر اعظم'' میں یہ ایک بہترین مضمون ہے جس کے ذریعے ہمیں ہندو شعرا کے نعتیہ کلام کے بارے میں پتا چلا۔

قصائد عزیز اور عزیز لکھنوی کے نعتیہ قصائد:

رفاقت علی شاہد نے اپنے مضمون میں عزیز لکھنوی کے نعتیہ عقائد کے بارے میں بتایا۔ قصیدے میں ذوق اور غالب کے عزیز لکھنوی کا نام سرفہرست ہے ''قصائد عزیز'' میں عزیز کے اہم قصیدے شامل ہیں ڈاکٹر رفاقت علی شاہد نے اُن قصائد کی فہرست دی ان میں حسن وعشق، بہار ربیع، مراجیہ، نوید بعثت، سرجوش، نور ہدایت، شمع رسالت، شارع الاسلام، ذرۃ البقا، شمع حرم آثار قیامت، برق تجلی، آئینہ عبرت، چراغ کعبہ، پیمانہ تولا، عزیز لکھنوی نے یہ قصائد ثواب دارین کے لیے تحریر کیے۔ اُن کی قصیدہ نگاری میں یہ اہم ہے کہ اُنھوں نے کسی امیر، وزیر یا سرکاری اہل کار کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں لکھا۔ مضمون نگار نے اپنے مضمون میں عزیز لکھنوی کے نعتیہ قصائد بھی پیش کیے ہیں۔

اُردو نعت میں ضمائر کا استعمال:

''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۲۲ میں ڈاکٹر اشفاق انجم کا یہ مضمون ہے دراصل فخر موجودات، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام اور تقدس کی وجہ سے اُردو شعرائے کرام نے عربی اور اُردو ضمائر کی بجائے نعت نگاری میں لفظ ''آپ'' اور ''ان'' کو رواج دیا ہے کیوں کہ ''تو''، ''تم'' اور ''تیری'' جیسی ضمیریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں۔ مضمون نگار کو داد دینا چاہیے کہ اُنھوں نے دلائل و براہین کے علاوہ اردو ادب میں لکھی گئی نعتوں کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ اہل محبت اور اہل عشق نے اپنی نعتوں میں لفظ ''آپ'' کا استعمال ترجیحاً پسند کیا ہے۔

دکنی میں نعتیہ شاعری:

بھارت کے قلم کار پروفیسر محمد علی اثر نے نہایت تحقیق و جستجو سے کام لے کر دکنی زبان میں نعتیہ شاعری کے بارے میں مضبوط اور معلومات انگیز۔ معلومات پیش کی ہے اُنھوں نے دکنی زبان کی صنف غزل سے نعتیہ اشعار کی تلاش کی اور دکنی دور کے شعرا کا نعتیہ کلام بھی پیش کیا۔ یہ پروفیسر کا بہترین تحقیقی مضمون ہے۔

دیار مغرب کے اُردو شعرا کی نعتیہ شاعری:

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کی نہایت عمدہ کاوش ہے اس مقالے میں اُنھوں نے شعریت اور شرعیت کا امتیاز نہایت ہی مختصر اور جامع الفاظ میں پیش کیا اُنھوں نے بہت سے شعرا کے کلام کو موضوع بنایا اور دیار مغرب میں لینے والے شعرا کی نعتیہ شاعری کو درج ذیل نکات میں بیان کیا۔ جن میں شرعیت و شعریت کا امتیاز، اسالیب کا تنوع، عصر مسائل، تاثراتی نقوش، سایہ بے سایہ کی طلب، خاک مدینہ، معجزات نبی، توار یا تتبع، قرآن و احادیث سے استنباط، شخصی تداخل۔ ڈاکٹر یحییٰ نشیط کا یہ بہترین تحقیقی مضمون ہے۔

نعت گوئی، ایک عظیم سچائی ایک بے کنار موضوع:

جاذب قریشی کا یہ مضمون معلوم عام حقیقتوں کی بازگشت ہے۔ اگر اس میں کچھ نیا پن ہے تو وہ اس کی اختراع کردہ ''لفظیات'' ہے۔ آج کل عام روش یہی ہے کہ بات ابلاغ اور تفہیم کی خاطر نہیں لفظوں کی گرفت میں لینے کی قدرت کے اظہار کے لیے کہی جائے۔ ابتدا میں حضور کی عظمت، آپ کے افکار، عمال کی عظمت اور ان کی عالمی توثیق کے حوالے سے بات کرنے کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ ''محمد کی ثنا کا پہلا نقش'' ''خدائے قدوس کی آواز'' میں قرآن حکیم کی ''آیات کے درمیان'' اسی طرح قرآنی آیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ متعدد جگہوں پر مدحت مصطفیٰ کی ''خوشبو لکھی ہوئی'' ہے۔ نعت گوئی کی تاریخ کا آغاز صحابہ کے تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر فارسی شعرا کا ذکر ہے۔ اس حصہ میں ''اسم شماری'' کے سوا کچھ نہیں۔ فارسی کے نعت گو شعرا میں عطار، نظامی، خاقانی، راوی، سعدی، جامی، امیر خسرو، عرضی، قدسی، اور اقبال کی نعت گوئی کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ اُردو کے شاعروں میں محمد علی قطب کے نام کے بعد غالب اور پھر حالی کا ذکر ہے۔ ان کے بعد امیر مینائی، محسن کاکوروی اور بیدم وارثی کے نام بلا لحاظ ترتیب زمانہ

گنائے گئے ہیں۔محسن کا کوروی کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی لازوال نعت کے ذریعہ ہنداسلامی تہذیب کو اور اپنی مٹی اوراپنے موسموں کی خوش بوکونعت کا پیراہن دیا۔اور پھر یہ اطلاع فراہم کرتے ہیں کہ محسن کا کوروی کو یہ نعتیہ اُسلوب آگے چل کر غیر منقسم ہندوستان میں ایک نیا رجحان ثابت ہوا۔ بیسویں صدی کے نعت گوشعرا کی اسم شماری میں مولانا احمد رضا خاں، علامہ اقبال، محمد علی جوہر،ظفرعلی خاں، حسرت موہانی، جوش حفیظ جالندھری کے علاوہ لطف بدایوانی کوحوالہ کے لائق سمجھا گیا۔ پاکستان کے چندشاعروں کے نام بھی گنائے ہیں۔اور حفیظ تائب، حنیف اسعدی اور مظفر وارثی، اعجاز رحمانی، اور مسرور کیفی کی نعت گوئی پر ایک دو جملے لکھ کر مضمون کوختم کر دیا ہے۔

انتخاب نعت:

راجارشید محمود کا مضمون ہے پاکستان کے قیام کے بعد نعت گوئی کو جومقبولیت ہوئی اسی سلسلہ نعتوں کے انتخاب پر مشتمل کتابوں کو کسی طرح نہیں کیا جاسکتا۔ یہ اس قوم کی ذات رسالت مآب سے بے پناہ محبت اور عقیدت کی غمازی ہے کہ ہر سال نعت گوشعرا کا اضافہ ہوتا رہا ہے۔نعتیہ مجموعے شائع ہوتے رہے اورنعتوں کے انتخاب کا سلسلہ جاری رہا۔ ''خالص ادب'' کے ماننے والے ''مذہبی ادب'' کے اس شعبہ کے ایک ذیلی کام کی وسعت کو ملاحظہ کریں۔تو وہ حیران ہوں کہ عام شعری انتخاب جواس دور میں شائع ہوئے وہ ''انتخاب نعت'' کے پائے سنگ کے برابر بھی نہیں پاکستان میں نعت کے حوالہ سے جو چند معتبر معروف نام لیے جاتے ہیں ان میں بلاہ شبہ راجا صاحب بھی شامل ہے۔ جو ایک طرح ''نعت'' کے لیے وقف ہیں اوران کا سارا خاندان اس سے وابستہ ہے۔ جیسے حفیظ تائب نے ''خانوادۂ نعت'' کا موزوں لقب دیا ہے۔ وہ نعت کہتے بھی ہیں۔اس کے فروغ میں حصہ بھی لیتے ہیں اوراس کی ترقی میں شریک بھی ہیں۔ پڑھے لکھے طبقے کا شائد ہی کوئی ہوجوان کے ماہنامہ ''نعت'' سے ناواقف ہو جو ۱۹۸۸ء سے تا حال پابندی سے نکل رہا ہے۔ وہ نعت کے حوالے سے جوبھی کام ہوا ہے۔اس سے پوری طرح واقف ہیں۔ زیر نظر مضمون میں انہوں نے نعتوں کے انتخاب کوموضوع بنایا ہے۔ ابتدائیہ میں واضح کیا ہے کہ انتخاب کئی اعتبار سے ہوتا رہا ہے۔ زیادہ تر ذاتی پسند کے لحاظ سے انتخاب کیا جاتا ہے۔ راز کاشمیری نے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی ردیف کی نعتیں جمع کی ہیں۔تابش قصور نے ''یارسول اللہ علیک وسلم'' کی ردیف میں بعض انتخاب مخصوص علاقوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔بعض ترتیب زمانی کے اعتبار سے مرتب ہوئے ،بعض موضوعات کے لحاظ سے حفیظ تائب نے بقید حیات پاکستانی شاعروں کی نعتیں ''بہار نعت'' کے عنوان سے مرتب کی ہیں۔بعض رسائل میں نعت کے انتخاب شامل کیے گئے ہیں۔ جیسے نقوش ،صنوبر خانہ، خاتون پاکستان وغیرہ۔ اس تمہید کے بعد راجا صاحب نے قیام پاکستان کے بعد شائع ہونے والی نعتیہ انتخاب کا سن وار ذکر کیا ہے۔

جوصفحہ ۸۴ سے ۱۰۳ تک پھیلا ہوا ہے۔ان کی تعداد درجنوں تک پہنچتی ہے کہیں کہیں ایک دو جملوں میں انتخاب کی نمایاں خصوصیت کی طرف اشارے بھی ہیں۔ عام لوگوں کی نظر میں اس کام کی کوئی اہمیت نہیں۔ ترقی یافتہ مما لک میں یہ ایک قابل احترام رہنما کام تصور کیا جاتا ہے۔ جسے اصطلاحاً Biblography کہا جاتا ہے۔اُردو میں اس جانب اب توجہ کی جانے لگی ہے۔ مگراس کی مثالیں خال خال ہیں۔ ''کتابیات'' یا اشاریہ'' کی اہمیت کسی محقق سے پوچھے جوخاص موضوعات کے حوالہ سے ماخذات کی تلاش

میں سرگردانی رہتے ہیں۔ کتابیات یا اشارے نہ ہونے کی وجہ سے ایک محقق کو درجنوں کتابوں کی ورق گرداں کے بعد چھوٹی سی کامیابی ہوتی ہے۔ راجا مرشیہ اشاریہ ان کے لیے دولت غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو پاکستان میں ''نعت گوئی'' کے موضوع پر تحقیق اور تنقید کا کام کرنا چاہتے ہیں، راجا رشید محمود نے اشاریہ مرتب کیا ہے ایک اہم خدمت انجام دی ہے۔

دکن کی صاحب کتاب نعت گو شاعرات:

عنوان سے خیال ہوا تھا کہ دکن کی صاحب کتاب شاعرات کا ایک مکمل تذکرہ سامنے آئے گا لیکن مضمون کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ یہ مضمون دو شاعرات کے تعارف تک محدود ہے۔ پہلی شاعرہ لطف النسا امتیاز ہیں جو مہ لقا بائی چندا کی ہم عصر ہیں۔ امتیاز نے ۱۲۱۲ء میں اپنا دیوان مرتب کیا تھا۔ اس کے ایک سال بعد مہ لقا بائی چندا کا دیوان مرتب ہوا۔
(چندا کا دیوان ہم نے مرتب کر دیا ہے جو مجلس ترقی ادب لاہور سے شائع ہوا ہے) امتیاز کا دیوان گوشہ گمنامی میں رہا اس لیے اکثر مورخین ادب نے اولیت کا سہرا چندا کے سر باندھا ہے۔ چندا کے دیوان میں با قاعدہ نعت نہیں۔ ۱۲۵ غزلوں میں بمشکل ۲۰۴ شعر نعتیہ نکل آئیں تو بہت ہیں یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی باعث دلچسپی ہوگا کہ اپنی ۱۲۵ غزلوں میں سے تقریباً ۱۲۰ غزلوں کے مقطعوں میں حضرت علی کا ذکر کسی نہ کسی طور پر ضرور موجود ہے۔
امتیاز کا قلمی دیوان ادارہ ادبیات اُردو وحید آباد میں موجود ہے۔ اس کا ذکر سب سے پہلے نصیر الدین ہاشمی نے ان پر مضمون لکھ کر کیا تھا۔ مضمون نگار نے نہایت اختصار سے امیتاز کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کی نعت گوئی چند اشعار اُردو اور فارسی تک دکھاتی ہے۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ دیوان میں مکمل نعتیں ہیں یا نہیں اگر ہیں تو ان کی تعداد کیا ہے؟ فارسی کے حوالہ سے لکھا ہے فارسی میں بھی نعتیں لکھیں جو ان کے اُردو دیوان میں شامل ہے۔؟ امتیاز کی فارسی نعت کافی طویل ہے۔
دوسری شاعرہ جن کا ذکر مضمون میں موجود ہے شرف انسا شرف ہیں جن کا تعلق حیدر آباد سے تھا۔ ان کا دیوان بھی ادارہ ادبیات اُردو میں محفوظ ہے۔ اس دیوان میں غزلیات اور مختصر قصیدوں کے علاوہ نعتیں بھی ہیں ان کے بھی چار شعر نقل کیے گئے ہیں اور شاعرات کے بارے میں ڈاکٹر رضیہ سلطانہ کی رائے بھی درج ہے۔ مضمون کا آخری حصہ بالکل غیر متعلق ہے۔ مضمون نگار نے امتیاز اور شرف کے ساتھ چندا کو نعت گو شاعرات کے ضمن میں شمار کیا ہے جو غلط فہمی کی بنا پر ہے۔ مضمون سرسری سا ہے۔

مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت:

یہ رشید وارثی کا مضمون ہے رشید وارثی ان چند عالم حضرات میں سے ہیں جن کو مضامین قرآن، احادیث مبارکہ سیر و تاریخ کے علاوہ عربی، فارسی اور اُردو شاعری پر بڑی حد تک عبور حاصل ہے۔ وہ جس موضوع کو چھیڑتے ہیں اس کے بارے میں تفصیلی معلومات کی فراہمی میں رات دن مصروف رہتے ہیں۔ امور جب تحریر کرتے ہیں تو ان کی کوشش ہوتی ہے کہ موضوع کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے۔ اس طرح وہ موضوع سے خاطر خواہ انصاف کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ زیر نظر مضمون ''یثرب'' کے بارے میں ہے زیادہ تر لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ یثرب مدینہ منورہ کا پرانا نام ہے۔ یہ نام کیوں اور کب بولا اس کی

تفصیلات سے کم لوگ واقف ہیں۔رشید وارثی نے اس کے بارے میں جو تحقیق کی ہے۔اس کا حاصل اس مضمون میں بیان کر دیا ہے۔

یثرب کے بارے میں ایک روایت یہ بیان کی جاتی رہی ہے۔کہ حضور اکرم ﷺ کے ورود مسعود تک اس سرزمین کی آب وہوا عام مزاجوں کے مطابق نہ تھی یہاں تک کہ وہاں کا پانی اونٹ پیتے تو بیمار ہو جاتے تھے۔اس لیے زمانہ جاہلیت میں اہل مکہ یثرب والوں کو بخار کی ابتلا کا طعنہ دیا کرتے تھے۔مضمون نگار نے اس شہر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ حضرت نوحؑ کی اولاد جب ان زمین کے مختلف مقامات پر جا کر آباد ہوئی تو ان میں سے ارم بن ہشام بن نوح کی اولاد میں سے یثرب نامی شخص یہاں آ کر آباد ہوا تھا۔

جب حضور اکرم اور صحابہ کرام نے مکہ سے ہجرت کی اور حکم خدا کے مطابق اس شہر میں قیام کیا تو وہاں کے پانی کی تاثیر سے بیمار ہو گئے۔اس پر حضور نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ پانی کی تاثیر بدل دے ان کی دعا قبول ہوتی۔ساتھ ہی رسول اکرم نے خدا کے حکم کے مطابق اس شہر کا نام مدینہ رکھا اور لوگوں کو فرمایا کہ اسے یثرب نہ کہا کریں۔جب رشید وارثی نے بعض حوالوں کے ساتھ مدینہ منورہ کو مکہ معظّمہ پر ترجیح کی صورت بتلائی۔یہ انسانی عقلی دلیل ہے۔حکم الٰہی یا حکم رسول نہیں ہے۔مکہ معظّمہ کا شرف اپنی جگہ کہ اس کو خدا کا گھر کہا گیا ہے۔اس میں وہ مکیں ہے یا نہیں یہ بحث انسانی شعور سے باہر ہے۔اس کے احترام کے لیے کیا یہ دلیل کافی نہیں کہ حج اور عمرہ مسلمانوں کے لیے لازم ہے طواف کعبہ کے بغیر حج یا عمرہ مکمل نہیں۔جس قدر تاکید حج کی ہے کیا ایسی تاکید من جانب اللہ یا من جانب رسول اللہ مدینہ کی زیارت کی موجود ہے؟مضمون کے دوسرے حصہ میں یثرب کے لغوی معانی بیان کیے ہیں۔یثرب کا لفظ ثرب یثربہ، ثربہ، اور ثرب علیہ سے مشتق ہے۔سب کا معنی ہے ملامت کرنا، عار دلانا، کسی جرم پر ذلیل کرنا اور ثرب اس شخص کو کہتے ہیں جو بخشش میں بخل سے کالے، عربی کی مستند نعت المنجد کے حوالہ سے معنی بیان کیے ہیں برائی کرنا، اور فساد برپا کرنا اور کسی پہلو سے بھی اس کے معنی اچھے نہیں لگتے۔حضور نے اپنے عہد مبارک میں افراد کے نام تبدیل کیے تھے۔جیسے عاصیہ کا نام بدل کر جمیلہ رکھا، عبدالحجر کا نام بدل کر عبداللہ رکھا، شہاب نام بدل کر ہشام رکھا۔

رشید وارثی نے مضمون کے اگلے حصہ میں مختلف حوالوں سے بتلایا ہے کہ مدینہ کو یثرب کہنے کی سختی سے ممانعت ہے۔قرآن شریف میں مدینہ کے لیے لفظ یثرب صرف ایک بار آیا ہے۔اور وہ بھی منافقوں کی زبان سے ادا ہوا ہے۔ہجرت سے قبل کی دو ایک احادیث میں یثرب استعمال ہوا ہے۔لیکن ہجرت کے بعد کسی حدیث میں نہیں ہے۔ہجرت کے بعد سرکار دو عالم نے مہاجرین اور انصر کے درمیان ایک تحریر لکھ دی تھی جس میں یہود سے بھی معاہدہ تھا۔اس معاہدہ کے مطابق ان کے دین و مال کی حفاظت کا یقین دلایا گیا تھا۔ان کے حقوق واضح کیے گئے تھے۔تاریخ میں اس کو ''میثاق مدینہ'' ہی لکھا گیا ہے۔

جب تک یثرب کا نام بدلا نہ تھا اور نیا نام معروف ومقبول نہ ہوا تھا عربی کے دو ایک شاعروں نے یثرب اپنے اشعار میں استعمال کیا جلد وہ متروک ہو گیا۔اُردو اور فارسی میں اس کے استعمال کی بہت زیادہ مثالیں ملتی ہیں اقبال نے بھی مدینہ کے لیے یثرب استعمال کیا ہے جو درست نہیں ہے۔

رشید وارثی کے اس مضمون کے بعد اُردو کے شعرا بالخصوص نعت گو شعرا کو احتیاط سے کام لینا اور اس لفظ کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے یہ امر خوشگوار ہے کہ قارئین ''نعت رنگ'' نے اس مضمون کو توجہ سے پڑھا اس کے مشمولات کی تائید کی اور اس کی توصیف تحریر کر کے مرتب ''نعت رنگ'' کو بھیجی رشید وارثی صاحب کا مضمون مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت تحقیق کی ایک عمدہ مثال ہے اب تک ہم نے یہی پڑھا تھا کہ مدینہ شریف کو یثرب کہنے کی ایک حدیث میں ممانعت آئی لیکن رشید وارثی صاحب نے قرآن پاک، احادیث شریف، تفاسیر، تواریخ، اور عربی ادب کے حوالوں سے بڑی وضاحت کے ساتھ ایسی عالمانہ بحث کی ہے کہ ہر زاویہ یہ قاری مطمئن ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ خصوصاً قرآن میں لفظ یثرب کے واحد استعمال کو جواز بنانے والوں کو حضرت موسیٰ کو دیے گئے معجزات کو ''سحر مبین'' کہنے والے فرعون کے درباریوں کا حوالہ دے کر انہوں نے بخوبی قائل کر دیا ہے۔

اُردو مرثیے میں نعتیہ شاعری کے امتیازات:

یہ ڈاکٹر بلال نقوی کا تحقیقی مضمون ہے ڈاکٹر نقوی نے اُردو مرثیہ پر اعلیٰ ترین جامعاتی سطح پر تحقیق کام کر کے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی ہے۔ اس صنف کی جانب جسے مرثیہ کہا جاتا ہے کم اہل علم و نقد نے توجہ کی ہے۔ اُردو مرثیہ کی آبرو انیس، دبیر اور شبلی کے ناموں سے وابستہ ہے۔ ان ناموں کو نکال دیں تو باقی کچھ نہ بچے۔ اس کی جانب شاعرانہ تیور کے ساتھ شاعر متوجہ نہ ہوتے اور نقاد نے اُس پر تنقید کو ضروری نہ سمجھا ان دو وجہوں نے مرثیہ کی صنف کو بہتر اور مؤثر بننے نہ دیا حالاں کہ ایسی صنف ہے جس میں مثنوی کا تسلسل، نظم کا پھیلاؤ غزل کی جادوگری اور قصیدے کا شکوہ یکجا ہو جاتے ہیں۔ مرثیہ اس اعتبار سے ایک انفرادیت کی شناخت رکھتا ہے۔ کہ اس میں حمد کا جلال نعت کا جمال، منقبت کا عقیدہ مندانہ تصور، سلام کی جامعت اور مدح و ثنا کی وجدانی کیفیات کا تنوع بہت شدت سے نمایاں ہوا۔ اس کے باوجود یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ مرثیہ میں شامل مذہبی عنصر کے باوجود حمد و نعت کی جگہ خالی ہی رہی یہ بھی نہیں ہے کہ مرثیہ میں حمد اور نعت بالکل نہیں ملتے۔ ملتے ہیں مگر کم اس کی وجہ پر ڈاکٹر نقوی نے روشنی نہیں ڈالی بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ انیس اور ان کے سابقین کے مرثیوں میں نعت کا عنصر موجود ہے۔

ڈاکٹر بلال نقوی کے ہاں الفاظ ہت ہیں مطالب کم، کے حوالے سے دعوے ہیں ثبوت نہیں۔ ایک بے ربطی کے عالم میں مشہور مرثیہ نگاروں کے مرثیوں میں سے نعت کے چند بند نقل کر دینے سے بات واضح نہیں ہوتی کہ نعت مرثیہ کا لازمی جزو ہے۔ حالانکہ مرثیہ کے تمہیدی حصے میں اس کی بڑی گنجائش ہے۔ ڈاکٹر بلال اور ان کے ہم نوا بیسویں صدی کی مرثیہ کے تمہیدی حصے میں اس کی بڑی گنجائش ہے۔ ڈاکٹر بلال اور ان کے ہم نوا بیسیویں صدی کی مرچیہ گوئی پر جان دیتے ہیں۔ اسے جدید طرز کے مرثیے قرار دیتے ہیں کیوں کہ ان کے تمہیدی حصے میں قطعی بے تعلق اور بے ربط مباحث و موضوعات کی جگہ حمد و نعت کو دی گئی ہوتی تو مضمون سے ربط بنتا، بہر حال بات وہیں ہے جہاں تھی۔

(۱) مرثیہ میں حمد و نعت کو وہ جگہ نہیں دی گئی جو دینا چاہیے تھے۔ (۲) مرثیہ کی تابنا کی تین ناموں کی رہین منت ہے۔ انیس، دبیر اور شبلی، اس کے ماقبل کچھ ہے۔ نہ مابعد (۳) بیسویں صدی میں مرثیہ زندہ رہا، ''مرثیہ کا نقش مضمون'' ختم ہو گیا۔ صرف شاعری باقی رہ گئی۔

نعت گوئی کا تصورانسان:

جہاں پانی پتی کا مضمون ہے۔ کہ مضمون کے آغاز میں اسلام کو چار چیزوں کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے۔ ایمان، عقائد، عبادات اور اخلاقیات اوران کی اہمیت اور حیثیت اسی ترتیب سے بتلائی گئی ہے۔ حالانکہ یہ ایک دوسرے سے الگ نہیں۔ مضمون نگار نے اپنی بحث کا آغاز حسب معمول محمد حسن عسکری اور سلیم احمد کے فرمودات سے کیا ہے۔ محسن کا کوروی کی نعت گوئی پر لکھا تھا حسن عسکری کے نزدیک حالی اور محسن دونوں ہی کو حضور نبی کریم کی طرف ایک جہت سے سروکار رہا۔ حالی نے آپ کی بشری یا انسانی جہت کو لے لیا۔ ماوراتی یا نوری جہت کو چھوڑ دیا۔ اسے ''نکتہ دانی'' کی کوشش ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کی بحث کا جواز اس وقت پیدا ہوتا ہے جب محسن نے بشری جہت سے اور حالی نے ماوراتی جہت سے انکار کیا ہوتا۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بحث صرف حضور کے بارے میں کیوں دیگر انبیاء مرسلین کے بارے میں کیوں نہیں یہ صحیح ہے کہ قرآن شریف کی آیات میں احادیث نبوی میں کہیں حضور کی بشریت کا ذکر ہے لیکن نورانی صفت کا ذکر ہے۔ ان کو الگ الگ کیوں سمجھا جاتے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا حسن عسکری کا مطالعہ محدود تھا۔ ان کی نظر میں محسن اور حالی کے کلام کے کچھ نمونے تھے۔ جن کی بنیاد پر انہوں نے رائے قائم کر لی۔ وہر نہ محسن کے کلام میں حضور کے بشر ہونے اور حالی کے کلام میں ماورا انسان ہونے کا تصور موجود ہے۔ چنانچہ مضمون نگار نے بھی حالی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حالی کی مسدس سے قطع نظر کر کے دیکھیں تو ہمیں ان کے دیوان میں ''قدیم رنگ'' کے کم از کم دو نعتیہ قصائد اور ایک نعت ایسی ضرور ملتی ہے جن کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا حالی کی نظر میں دونوں جہات تھیں۔ مضمون نگار نے حسن عسکری کی حمایت میں حالی کی مسدس پر اعتراض کیے ہیں حالی جیسا آدمی رسول کریم کو عام انسانوں کی سطح پر لا کر خود آپ کی زبان مبارک سے اپنی بندگی کا اعتراف کیا ہے۔ مضمون نگار نے موضوع زیر بحث کے دونوں نکات کے بارے میں قرآنی آیات، احادیث نبوی، اور بعض بزرگ ہستیوں کے ارشادات سے فائدہ اٹھایا ہے اور حاصل کلام کے طور پر لکھا ہے کہ آنحضرت ہم آپ جیسے بہتر نہیں افضل البشر ہیں عام انسانوں جیسے انسان نہیں کامل انسان ہیں اس بحث کے دوران مضمون نگار نے اشعار کے جو حوالہ دیے ہیں ان میں فارسی اور اُردو کے شعر موجود ہیں۔ ان سے ان کے وسیع مطالعہ کی شہادت ملتی ہے چنانچہ اس اظہار کے بعد کہ حقیقت محمدیہ کے عقیدے پر کھ ایک محسن کا کووری ہی کا تو اجارہ نہیں بلکہ ولی وسودا اسے لے کر غالب، اقبال اور حفیظ جالندھری کے دور تک کم وبیش سبھی شعرا اپنے مضامین نعت کے لیے اس عقیدے سے اخذ و استفادہ کرتے چلے آئے ہیں۔ تقریباً دو درجن اشعار اس کی حمایت میں دیے۔

اس مضوع پر غور وفکر کرنے کے دوران جمال پانی پتی کی نظر سے رشید وارثی کا ایک مضمون گزرا جس میں انہوں نے حضرت باقی باللہ کے قول کی تشریح میں مجدد الف ثانی کی عبادت نقل کی ہے۔

مضمون نگار رشید وارثی کے اخذ کردہ نتائج سے مطمئن نہیں رشید وارثی نے حضرت خواجہ باللہ کا قول ''انا احمد بلا میم'' نقل کیا اور اس قول کی تشریح میں مجدد صاحب کی جو عبارت نقل کیا اور اس قول کی تشریح میں مجدد صاحب کی جو عبارت نقل کی ہے اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ذات محمدیہ اور حقیقت محمدیہ دونوں حقائق نہیں۔ ان دونوں میں حقیقت تو بس ایک ہی ہے۔ یعنی حقیقت محمدیہ۔ یہی

ذات محمد یہ کی حقیت ہے۔ مضمون نگار نے ایک پرانی بحث کو نعت گوئی کے حوالہ سے یا شاعری کے حوالہ سے اٹھایا ہے۔ انہیں اس کا جواب اقبال کے ہاں مل گیا۔ انہوں نے جاوید نامہ کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں ''زندرود'' نے یہ سوال علاج سے کیا ہے اور علاج کا جواب ہی مضمون نگار کی نظر شافی و کافی ہے۔ مضمون ایک علمی بحث کے لاتعداد نکات سے متعلق ہے۔ وہاں جمال پانی پتی نے اپنی وسیع معلومات اور قوت استدلال سے کام لے کر ہر نکتہ کی مکمل وضاحت کی ہے۔

قصیدہ بردہ شریف کا ایک تحقیقی وتنقیدی مطالعہ:

ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری کا تحقیقی مضمون سے عربی نعت گو شعرا میں حضرت حسان بن ثابت کے بعد سب سے زیادہ شہرت عام اور بقائے دوام کی سند جس شاعر کو ملی وہ محمد بن سعید بن حماد بن حسن بن عبداللہ بن منہاج بن حلال کے حصہ میں آئی جو اپنے مقام سکونت بوصیری کی مناسبت سے مشہور ہیں۔ وہ یکم شوال ۶۰۸ ءم، مارچ ۱۲۱۳ء کو مصر کے قصبہ دلاص میں پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا وہ علم حدیث سیر و مغازی، علم کلام، علم ادب، بدیع، بیان، صرف ونحو میں مہارت رکھتے تھے۔ اور فن خطاطی میں بھی دست گاہ کامل حاصل تھی۔ ساری زندگی امرا کے درباروں سے منسلک رہے۔ ان کی شان میں قصائد لکھے اور درباری میں عمر کے جس حصہ کو ضائع کیا اس کی تلافی کے طور پر وہ قصیدہ مدحیہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا۔ جو عربی کا شاہکار اور زندہ جاوید کارنامہ قرار پایا۔ اس تعارف کے بعد ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری نے بوصیری کے عہد کی شاعری کا مختصر سا خاکہ پیش کیا ہے۔ جس کے ذریعے واضح کیا ہے کہ اپنے عہد کے شعرا میں بوصیری کو ایک بلند مقام حاصل تھا۔ انہوں نے قصیدہ کا تجزیہ یوں کیا ہے۔ کہ مروجہ طور پر قصیدے میں ۱۶۰ اشعار ہیں۔ اس میں اطاقی اشعار شامل کیے جائیں تو تعداد ۱۷۲ تک پہنچی ہے۔ قصیدے کی دس فصلیں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں

۲۔ خواہش نفسانی سے رک جانے کے بیان میں

۳۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں

۴۔ آپ کی ولادت باسعادت کے بیان میں

۵۔ آپ کی دعوت کے برکات کے بارے میں

۶۔ معراج کے بیان کے بارے میں

۷۔ آپ کے جہاد کے بارے میں

۸۔ اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت اور رسول اکرم سے التجائے شفاعت

۹۔ مناجات اور عرض مناجات یہ قصیدہ عوام اور خواص میں بے حد مقبول رہا ہے۔ مضمون نگار نے مشائخ میں اس کی مقبولیت کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔

۱۰۔ علمائے عربی نے اس کی شروح لکھیں۔ اس کا ترجمہ لاطینی، جرمنی، فرانسیسی، انگریزی، فارسی، ترکی، اُردو کے علاوہ دیگر

زبانوں میں بھی کیا گیا ہے۔اور دنیا بھر کی زبانوں میں اس کے بارے میں مقالے اور مضامین لکھے گئے ہیں۔
مضمون نگار نے قصیدہ بردہ شریف کے بارے میں بنیادی نوعیت کی معلومات فراہم کر کے غیر عربی دان طبقہ کے لیے اس کے تعارف کا اہتمام کیا ہے جو ایک اہم کوشش ہے۔

اُردو نعت میں آفاقی قدروں کی تلاش:

عزیز احسن نے اس مضمون کی ابتداء میں لفظ اس کے لغوی معنوں اور لفظ کے شعری استعمال میں معنوں میں وسعت پیدا کی جاسکتی اور ناموزوں طریقے سے برتا جائے تو اس کی بدصورتی ہو کر سامنے آتی ہے وہ عام آدمی اور ادب تخلیق کرنے والوں کے درمیان فرق بتلاتے ہیں کہ ادب تخلیق کرنے والا طبقہ عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے کہ وہ لفظوں کو برتنا اور ان کے پوشیدہ معانی کو اپنی تحریروں کے ذریعہ اُجاگر کرنا جانتا ہے۔ایذرا پاؤنڈ کے ''اقوال زریں'' سے گزر کر حمید نسیم کے ن۔م۔راشد کی شاعری پر اظہار خیال سے گزرتے ہوئے راشد کی نظم ''سوچتا ہوں کہ اُسے واقف الفت کروں یا نہ کروں'' کے تجزیاتی عمل پر مائل ہو گئے۔اور پھر اپنی دانست میں راشد نے نظم میں جن الفاظ کو غیر ضروری طور پر استعمال کیا تھا۔اس کی نشان دہی کی۔اسی کے عہد نظم ''رخصت'' کا پوسٹ مارٹم کیا۔یہ سب لغت میں آفاقی قدروں کی تلاش کے نام پر ہوا ہے۔وہ بھی عزیز احسن کے لفظوں میں نہیں حمید نسیم کے ذریعہ حمید نسیم کے تنقیدی کارنامہ کا اقتباس کئی صفحات پر محیط ہو گیا ہے۔لیکن آفاقی قدریں نظر نہیں آئیں۔پورے ساڑھے چار صفحات کی غیر ضروری بحث سے گزرنے کے بعد حمد و نعت کی طرف آئے۔لفظ کے استعمال میں احتیاط کے تقاضے کو مدنظر انہوں نے ''راعنا'' اور ''من سیوف الھند'' کی مثالیں دی ہیں۔اور بنی نجار کی لڑکیوں کا ذکر کیا ہے۔جو دف بجا کر حضور کی تعریف میں کہہ رہی تھیں، ''ہم میں ایسا نبی ہے جو کل کی ہونے والی بات کی خبر دیتا ہے'' حضور نے لڑکیوں کو ایسا کہنے سے منع کیا اور کہا ''یہ بات مت کہو اور جو تم پہلے کہتی تھی وہی کہو'
عزیز احسن نے عنوان کے مطابق ''آفاقی قدروں کی تلاش'' کا کام ایک طرح غیر مکمل چھوڑ دیا

کاروان نعت کا شوق منزل اور آشنائی (تعریف، تاریخ، فروغ، رجحانات اور تقاضوں کے تناظر میں):

پروفیسر محمد اکرم رضا نعت کی خدمت گزاری کے حوالے سے ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔جس قافلہ، صاحبان علم و فضل نے نعت کی اصلاح، فروغ اور ترقی میں پہل کی اور اپنی جہد کو ایک تحریک کی صورت میں آگے بڑھایا اس میں پروفیسر محمد اکرم رضا کا نام نمایاں اور ممتاز تھا۔وہ ایک سنئیر لکھنے والے ہیں۔
نعت سے ان کا رشتہ گہرا اور دیرپا ہے، مطالعہ تجزیہ اور تحریر کی منزلوں سے گزر کر وہ ایک رہنما قوت بن گئے ہیں۔زیرنظر مقالہ کی شان بھی یہی ہے کہ جن موضوعات کا انتخاب کیا اور ان پر ستر صفحات میں اظہار کیا۔وہ مقالہ کے حدود سے تجاوز کر کے تصنیف کی صورت اختیار کیے ہوئے ہے۔مقالہ کے ذیلی عنوان سے اندازہ ہوتا ہے کہ پروفیسر اکرم رضا، ''کاروان نعت کے شوق منزل آشنائی'' میں نعت کی تعریف، تاریخ فروغ، رجحانات اور تقاضون جیسی تفصیلات سے گزریں گے، مقالہ کے مطالعے کے بعد

معلوم ہوا کہ متذکرہ ضمنی موضوعات میں سے اکثر پر'نعت رنگ'' ہی میں اعادہ کیا ہے۔انہی طویل تمہید میں پروفیسر اکرم رضا نے نعت کی توصیف بیان کرنے میں کوئی کمی اٹھا نہ رکھی ڈاکٹر سید عبداللہ کی رائے پیش کر کے گویا ان کے الفاظ کے وسیلہ سے اظہار کیا ہے۔نعتیہ شاعری کی مشکل یہ ہے کہ اگر یہ ایک طرف مذہبی شاعری ہے تو دوسری طرف اس کے رشتہ عاشقانہ شاعری سے ملتے ہیں اور اس کے باوجود حق یہ ہے کہ نہ یہ مذہبی شاعری ہے اور نہ عاشقانہ شاعری بلکہ ایک ہی صنف ہے جو ایک عجیب قسم کے مگر گہرے روحانی تجربے سے اُبھرتی ہے۔ڈاکٹر سید عبداللہ کے احمد رضا خان بریلوی کے نعت کے بارے میں خیالات رقم کر کے ان کو بھی اپنا ترجمان بنا لیا ہے۔نعت کے بارے میں بنیادی بتلانے کے بعد پروفیسر اکرم اس کی اجمالی تاریخ کی طرف متوجہ ہوئے۔اور اس کا آغاز عربی میں نعت گوئی کی روایت سے کیا ہے۔انہوں نے ممنون بن قیس کو اس شرف کا حق دار قرار دیا ہے کہ اس نے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کرتے ہوئے پہلا قصیدہ لکھا ممنون بن قیس حضور سے ملاقات اور اسلام قبول کرنے کے جذبے کے بعد حضور سے ملنے آیا تھا مگر کفر مکہ نے اس ڈر سے کہ قبولیت اسلام کے بعد اس کی شاعری تبلیغ اسلام کے لیے مدد معاون ثابت ہوگئی۔اس کو بہت کچھ اپنے پاس سے لے کر واپس بھیج دیا، ممنون بن قیس قبول اسلام سے محروم واپس چلا گیا مگر اس کے اشعار آج بھی موجود ہیں۔عربی شاعروں میں حضرت حسان بن ثابت حضرت کعب بن زہیر اور ان کے قصیدہ''بانت سعاد المعروف قصیدہ بردہ'' کا بھی ذکر کیا گیا۔جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دیکھا اور آپ کو نعتیہ کلام سنانے کی سعادت حامل رہی۔مقالہ میں غیر صحابی عربی شعرا کے حوالہ نسبتاً نئے ہیں لیکن ان کے کلام کی تفصیلا اور خصوصیات پر روشنی نہیں ڈالی گئی۔ صرف اسم شماری سے کام لیا گیا ہے۔ان میں سیدنا ابو حنیفہ کے بارے میں صرف اس قدر معلومات فراہم کی گئی ہیں کہ''سیدنا ابو حنیفہ'' کا''عقیدہ النعمان'' جہاں فن نعت گوئی میں اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔چند عربی شعرا کے اذکار کے بعد سرسری طور پر فارسی میں نعت گوئی پر اظہار خیال کیا ہے۔انہوں نے فارسی کی نعتیہ شاعری کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ فارسی کی نعتیہ شاعری کو اس لحاظ سے اہمیت حاصل ہے کہ فارسی ہی نے نعت گوئی کو ایک مقبول عام صنف سخن کی حیثیت سے شعر و ادب کے میدان میں نمایاں کیا اور نعت کی مقبولیت فارسی میں اس وجہ سے ہے کہ اس پر طویل عرصہ تک تصوف کا غلبہ رہا اور صوفیائے کرام فارسی کو عشق نبوی کے اظہار کا ذریعہ بنا کر بیان کیا۔فارسی شعرا کے جو نام گنوائے گئے ہیں اُن میں شیخ مصلح الدین، امیر خسرو، حکیم قاآنی، اوحد الدین انوری، حافظ شیرازی، نظامی، خاقانی، ان میں قدسی، شیخ سعدی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ذکر میں ہر ایک چار چار مصرعوں کو ان کی شاعری کی جان قرار دیا ہے۔صوفیائے کرام کی ان خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے جو انہوں نے اسلام کی تبلیغ اور نعتیہ شاعری کی نشو و نما اور فروغ میں انجام دیں اولیت کا شرف سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور فخر الدین نظامی کو عطا کیا ہے۔مقالہ نگار نے یمنی دور میں ہونے والی نعتیہ شاعری کی بھی تعریف کی ہے اور اس دور کی زبان کو''بالکل ابتدائی مدارج'' کی بتلایا ہے۔یہ بات ابتدائی دور یا بہتی دور تک مختص نہیں، یہی زبان ولی اور کسی حد تک سراج کے دور تک جاری رہی اصل میں یہ ''دکنی'' ہے جسے اُردو والوں نے''قدیم اُردو'' کہہ کر اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے۔دکن کے شعرا میں دسویں صدی ہجری کے اشرف (نوسرہار) اور خوب محمد چشتی ہے، اگر زبان میں تبدیلی واقع ہوئی اور اس نے ایک روپ اختیار کیا تو ظاہر ہے اس تبدیلی کی

وجوہ بتلانے کی زحمت گوارانہیں کرتے۔نعت گوئی کے فروغ کے حوالے سے محمد قلی قطب شاہ عبداللہ قطب شاہ، ملاوجہی، سید باقی، باقر آگاہ نصرتی، سید ہاشمی سیجاپوری، معراج ناموں وغیرہ کا سرسری ذکر بھی موجود ہے۔شمالی ہند کے قدیم نعت گو شعرا میں مولانا کافی مرادآبادی، غلام امام شہید، کرامت اللہ شہیدی کا ذکراس لیے کیا گیا کہ وہ ایسے خوش بخت شاعر ہیں۔ان تینوں شعرا کی نعتوں کے بارے میں اپنی آراالکھ کرقاری کی رہنمائی کی ہے بعد کے شعرا میں حالی،محسن کاکوروی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، امیر مینائی، جگر مرادآبادی، اصغر گونڈوی، محمد علی جوہر، علامہ محمد اقبال، ظفرعلی خاں، بہزادلکھنوی، حمید صدیقی، طاہرالقادری، شورش کاشمیری، احسان دانش، سہیل اعظم گڑھی کے نام پیش کیے۔ ہرایک کے بارے میں ان کی اپنی رائے ہے۔نعت کی طویل تاریخ بتانے کے بعدمقالہ نگار نے اپنے اطراف موجودعصر حاضر کےنعت گویوں کو یکجا کر کے ایک انجمن سجاتے ہیں۔اس میں احمد ندیم قاسمی، عبدالعزیز خالد، حفیظ تائب، مظفر وارثی، راجا شید محمود، اقبال مظہر، ریاض مجید، خالد شفیق، صبیح رحمانی، جعفر بلوچ، راسخ عرفانی، مسرور کیفی، آفتاب کریمی جیسے ان تمام شعرا کے حصے میں عقیدت کے پھول آئے ہیں۔

مقالہ کے آخری حصے میں ان جرائد کا تعارف ہے۔جنھوں نے نعت کی اصلاح، تنقید، تجزیہ، فروغ اورنشوونما میں غیر معمولی خدمات انجام دیں۔ماہنامہ ''نوروظہور'' (قصور) الحبیب، رواج (خاص خبر)

شام وسحر (لاہور) حمد ونعت کراچی، نعت (لاہور) ''نعت رنگ'' (کراچی) اورآخر میں نعت کے رجحانات سے بحث کی گئی ہے کہ رجحان کیا ہے اور کیا ہونا چاہیے۔مقالہ وسیع موضوعات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ بظاہر ہے کہ کم صفحات ان سب کا احاطہ احسن طریقے سے نہیں کر سکتے۔اس لیے کہیں کہیں تشنگی کا احساس ہوتا ہے اور کہیں اجمال تفصیل کی ہے۔مقالہ کے اہم حصے دورجدید کی نعت گوئی کے بارے میں ہے۔آج کے شعرا کے نام اران کے کام ریکارڈ پرآجائیں تو تاریخ کی تدوین میں آسانی ہو۔نعت کے حوالے سے رسائل اورمجلوں کی خدمات کو سراہ کرمقالہ نگار نے ان کا واجب حق ادا کردیا ہے۔

برصغیر پاک وہند میں عربی نعتیہ شاعری (ایک جائزہ):

پروفیسر علی محسن صدیقی کا مضمون ہے۔ پروفیسر علی محسن صدیقی عربی، فارسی کے عالم ہونے کے ساتھ علم دین سے بھی بہرور ہیں۔ انہوں نے اپنے ہم رتبہ عالم ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کی کتاب ''برصغیر پاک وہند میں عربی نعتیہ شاعری'' کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ اپنے اس مضمون میں تحریر کیا ہے۔ یہ تبصرہ ہی نہیں ایک مکمل مضمون ہے۔کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پروفیسر علی محسن صدیقی نے ہر بات کا سیر حاصل جائزہ لیا ہے۔مشمولات کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔اوران کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ کیا ہے، یہ کام بہ ذات خودتوجہ طلب اورمحنت طلب تھا۔ یہ پروفیسر صاحب کا ذوق علمی ہے کہ انہوں نے کتاب کا بغور مطالعہ کیا، نکات کو نوٹ کیا، مصنف کی رائے کے ساتھ اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے۔ پہلے باب کے حوالے سے انہوں نے لکھا کہ ''نعتیہ شاعری کو ایک نئی صنف سخن قرار دینے میں جودلائل دیے ہیں۔ وہ قوی نہیں ہیں کیوں کہ شاعری جذبوں اور تخیل کا حسین مرقع ہی ہوتی ہے اور یہی خصوصیت اسے نثر سے ممتاز کرتی ہے۔ دوسرے باب کے بارے میں پروفیسر قریشی نے اسلام میں شعر کی حیثیت سے بڑی فاضلانہ بحث کی ہے۔شعروشاعری کے متعلق آیات قرآنیہ اوراحادیث نبویہ کا جائزہ لے کر یہ ثابت کیا ہے کہ شاعری اگر

مثبت اقدار و انداز کی ترجمان ہو تو وہ جائز بلکہ مستحسن ہے۔

تیسرے باب کے مندرجات تو پروفیسر علی محسن صدیقی نے متعدد حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک پر الگ الگ رائے دہی ہے ان کی رائے میں اصل مقالہ کا آغاز چوتھے باب سے ہوتا ہے۔ ماقبل کے تین ابواب مصنف کی جامعیت کن سعی کے مظہر ہیں۔ اور پانچ سو صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، چوتھا باب اصل موضوع سے براہ راست تعلق رکھتا ہے۔ دیگر ابواب پر بھی بغور مطالعہ کے بعد اپنی رائے دی ہے۔ اس کتاب کے بارے میں ان کی مجموعی رائے یہ کتاب عربی نعتیہ شاعری کا ''دائرہ معارف'' ہے اُردو میں اس موضوع پر اتنا سیر حاصل مقالہ لکھا اُردو زبان پر عربی نعتیہ شاعری کے حوالے سے قرض تھا۔

اُردو کا سحبان محمد صلی اللہ علیہ وسلم:

ڈاکٹر سید تقی عابدی کا مضمون ہے۔ میر مہدی مجروح صرف اعتبار سے متعارف نہیں ہیں کہ وہ غالب کے عزیز شاگرد تھے اور اچھے غزل گو تھے بلکہ ان کو دہلی کی اجڑتی محفل کی آخری شمع بھی تصور کیا جاتا ہے۔ وہ دہلی کی زبان اور ادبی مزاج کے پاسبان اور ترجمان تھے، ان کی غزل گوئی کی ایک زمانہ دھوم تھی، ڈاکٹر سید تقی عابدی کا تعلق سرزمین حیدرآباد دکن سے ہے۔ اور انہوں نے کینڈا میں مستقل سکونت اختیار کر رکھی ہے وہاں کی علمی و ادبی محفلوں میں ان کی ذات کی وجہ سے زندگی نظر آتی ہے، وہ شعر بھی کہتے ہیں حمد و نعت کے علاوہ ان کے مراثی بھی فکر جدید کی ترجمانی کے ساتھ فن کے رموز آشنائی کے مظہر ہیں میر مہدی مجروح کو اب زمانہ بھولتا جا رہا ہے۔ ان کی وفات ۱۹۰۳ء میں ہوئی اپنی ضعیف العمری میں رحلت سے چند ماہ قبل میں انہوں نے علی گڑھ کالج میں اپنی زندگی کا آخری مشاعرہ پڑھا تھا جسے نہایت اہتمام سے حسرت موہانی نے منعقد کیا تھا۔ جب کہ وہ کالج کے طالب علم تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کو اگر یاد کیا تو غالب کے شاگرد کی حیثیت سے حالاں کہ ان کی اپنی ایک حیثیت تھی، ڈاکٹر تقی عابدی نے تو اردو ادب کا جو ذخیرہ کنیڈا میں جمع کیا اس میں مجروح کا نایاب کلام بھی شامل ہے۔ اس مضمون میں ڈاکٹر تقی عابدی نے نعت کے حوالے سے مجروح کی شعری تخلیقات کو احسن طریقہ سے متعارف کروایا ہے۔ مجروح کا اس نوعیت کا غالباً یہ پہلا مطالعہ ہے۔ مضمون نگار نے ان کی تصانیف ''مظہر معانی'' (مجموعہ ۱۸۹۸ء) ''ہدایۃ الائمۃ''، ''انوار العجاز'' اور ''طلسم راز'' کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''مظہر معانی'' میں قصائد، غزلوں، مخمس اور رباعیات کے علاوہ قطعات تاریخ وفات بھی ہیں، اس میں ایک نعتیہ قصیدہ اور دو نعتیہ غزلیں بھی ہیں۔ ''ہدایۃ الائمۃ'' نعتوں اور سلاموں کا مجموعہ ہے اس نایاب نعتوں اور سلاموں کا مجموعہ ہے۔ اس نایاب مجموعہ کا ایک نسخہ مضمون نگار کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس میں بارہ نعتیہ غزلیں، اکیاسی رباعیات، ساٹھ سلام اور آٹھ نوحوں کے علاوہ مخمس، دعائیہ غزل اور ایک فارسی تضمین بھی ہے۔ زیر نظر مضمون میں ڈاکٹر تقی عابدی نے ''مجروح کے اشعار جمع کیے گئے وہ ہیں۔ (۱) مولود نگاری، (۲) نور نگاری، (۳) معراج نگاری، (۴) سراپا نگاری، (۵) ذکر رحمت للعالمیں، (۶) ذکر بخشش و شفاعت (۷) ذکر دیار مدینہ، (۸) ذکر باعث تخلیق کائنات (۹) ذکر مطالب عرش (۱۰) ذکر علم لدنی واضی (۱۱) ذکر مہر نبوت، (۱۲) ذکر حضور کا سایہ نہ ہونا، (۱۳) ذکر حضور کے سر پر ابر کا سایہ ہونا، (۱۴) ذکر حبیب خدا، (۱۵) نامی گرامی محمد کا ذکر، (۱۶) ذکر یکتائی، (۱۷) اس اعظم (۱۸) ترک دنیا مجروح کے کلام کا مطالعہ، موضوعات کا انتخاب

اوران کے تحت مناسب اشعار کو جمع کر کے پیش کرنا مضمون نگار کے ذوق شعری اور حسن نظر کے شاہد ہیں۔

سید ضمیر جعفری کی ایک دلآویز نعت:

پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مضمون ہے۔مضمون نگار نے جو ابتدائیہ تحریر کیا ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سید ضمیر جعفری کی نظم ونثر دونوں سے غیر معمولی طور پر متاثر ہیں۔اس تاثر کو انھوں نے اپنی رنگینی بیان سے اس طرح واضح کیا ہے کہ مداح وممدوح یکساں طور پر دل پذیر معلوم ہوتے ہیں وہ ضمیر جعفری کی غزلوں کو بھی پسند کرتے ہیں اوران کے رنگ تغزل کے بھی شیدائی ہیں اس لیے نعت پر بحث کرنے سے قبل ان کے قلم سے ضمیر جعفری کی غزلوں کے درجن بھر اشعار ضبط تحریر میں آ گئے ہیں۔ جہاں تک نعت کا تعلق ہے۔ضمیر جعفری کا سرمایہ بہت مختصر ہے۔مضمون نگار اس بات کے قائل ہیں کہ نعت نیاز وناز کی وہ دنیا ہے۔ جہاں کمیت نہیں کیفیت دیکھی جاتی ہے اپنی پسند کے معیار کے اظہار کے لیے انھوں نے مشفق خواجہ اور علامہ طالب جوہری کے اقوال نقل کیے ہیں۔مضمون نگار نے نعتیہ غزل کے کئی شعر لکھ کر بجائے ان کی تشریح اور وضاحت کرنے کے محض اپنے تاثر کے بیان پر اکتفا کیا ہے۔اور صورتحال یہ بنی ہے کہ نثر میں نعت گوئی ہوگئی مگر اشعار سے ربط نہ رہا۔اس نعت کو پڑھ کر والہانہ جذبوں کو توانائی اور تعلیم یافتہ بصیرتوں کو رعنائی ملتی ہے۔

اقبال کی نظم ''ذوق وشوق'' پروفیسر افضال احمد انور کا مضمون ہے۔اقبال کی نظم ''ذوق شوق'' پر اکثر مباحث ہوتے رہے ہیں کہ یہ حمد ہے یا نعت؟ اختلاف کی وجہ ابہام ہے جو نظم کی ابتدا سے آخر تک طاری ہے۔اقبال نے کسی شعر میں کھل کر نہیں بتلایا کہ ان کا تخاطب کس سے ہے۔قاری پر فیصلہ چھوڑ دیا گیا کہ وہ مبہم اشاروں میں مخاطب کو تلاش کرے چناں چہ افضال احمد نے اپنی تحقیق اور تفشیش کے دوران ان کو تلاش کر لیا ہے۔اس کی نسبت خدا سے قرار پائی یا رسول خدا سے! ڈاکٹر عبادت بریلوی، پروفیسر منور مرزا، یوسف سلیم چشتی، مولانا غلام رسول مہر، شہید یان اقبال ہیں۔ان کے اخذ کردہ نتائج کی عموماً تائید کی جاتی ہے۔ان معتبر ماہرین اقبالیات نے ثابت کیا ہے کہ یہ نظم نعت رسول مقبول ہے۔ جب کہ ڈاکٹر عبدالغنی کا خیال ان کے برخلاف ہے۔انھوں نے اپنی مختلف تحریروں اس موضوع پر بحث کی ہے۔اور ہر بار اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ نظم دراصل حمد ہے۔ پروفیسر افضال احمد انور کو ان سے اختلاف ہے۔انھوں نے ڈاکٹر عبدالغنی کی تمام تحریروں کے بعد نوٹ کیا کہ اپنے موقف کی تائید کے سلسلے میں ان کے پاس سات نکات ہیں۔ پھر افضال الدین احمد نے ان ساتوں دلائل کو استدلال اور اشعار کی معنی شہادت کے ذریعہ رد کر دیا ہے۔اور اپنے موقف کی حمایت مضبوط دلائل دیے ہیں۔ساتھ ہی انھوں نے سید قدیر نیازی کا بیان نقل کیا جو نظام کی شان نزول اور اس کے پس منظر سے پوری طرح واقف تھے کہ وہ اقبال کے ہم نشینوں میں تھے ان کے بیان کے مطابق سفر حجاز کا موقع تھا۔ دربار رسالت میں حاضری نہ دینے کا غم اس نظم کا محرک بنا پر سراسر نعتیہ نظم ہے پروفیسر افضال احمد انور نے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی تحقیقی کاوشوں کو بھی مدنظر رکھا ہے۔انھوں نے ڈاکٹر عبدالغنی کی کتاب ''اقبال کی دینی اور فنی ارتقا'' پر تبصرہ کرتے ہوئے اس خیال کی تائید کی ہے کہ یہ نظم حمد ہی ہے حالانکہ اقبال نے اس نظم کے جو حصے مسترد کر دیے اور اپنے مجموعہ کلام میں شامل نہیں کیے۔انہیں

ڈاکٹر ہاشمی نے برآمد کر کے شائع کر دیا ہے۔اس متروک کلام میں جگہ جگہ واضح اشارہ سرور کائنات کی طرف موجود ہیں۔

پاکستان میں نعتیہ صحافت ایک جائزہ:

ڈاکٹر شہزاد احمد کا مضمون ''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۲۴ میں ہے ان کا یہ تحقیقی مضمون ہے جس پر ڈاکٹر شہزاد نے بہت محنت سے اپنے موضوع کو پیش کیا یہ ان کا ایک طویل مقالہ ہے۔جس میں پہلے اس میں اُنھوں نے صحافت کی تعریف دی پھر اسلامی صحافت کا ذکر کیا پاکستان میں نعتیہ صحافت کے موضوع پر ہونے والے تحقیقی کام کے بارے میں بتایا،اس کے علاوہ نعتیہ ماہ ناموں کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ان میں ماہ نامہ ''نوائے نعت'' ماہ نامہ ''نعت'' لاہور، ماہ نامہ ''حمد ونعت'' کراچی، کتابی سلسلہ ''نعت رنگ'' کراچی، کتابی سلسلہ ''سفیر نعت'' کراچی، کتابی سلسلہ ''راہ نجات'' کراچی، کتابی سلسلہ ''خوشبوئے نعت'' سرگودھا۔ کتابی سلسلہ ''مدحت'' لاہور۔ پھر پاکستان میں شائع ہونے والے ''نعت نمبروں'' کی فہرست دی۔ ڈاکٹر شہزاد احمد ان سب مضامین میں جس تفصیل سے روشنی ڈالی۔ان کے وسعت مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ شہزاد احمد کا ایک بہترین تحقیقی مضمون ہے۔

حوالہ جات

۱۔ قاضی عبدالودود، اُصول تحقیق، اُردو سوسائٹی لکھنو یونیورسٹی، ۱۹۷۶ء، ص ۱۰۹

۲۔ سلطانہ بخش، ڈاکٹر، اُردو میں اُصول تحقیق، اُردو اکیڈمی لاہور ۲۰۱۴ء، ص ۳۲

۳۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ شمارہ نمبر ۱، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۳۵

۴۔ ایضاً، ص ۱۷۱

۵۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۳، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ستمبر ۱۹۹۶ء، ص ۱۲

۶۔ ایضاً، ص ۳۵

۷۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۴، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۱۹۹۴ء، ص ۱۳۴

۸۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۵، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۱۹۹۸ء، ص ۲۱۷

۹۔ ایضاً، ص ۲۸

۱۰۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۶، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اگست ۱۹۹۹ء، ص ۲۰

۱۱۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۴، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اگست ۱۹۹۹ء، ص ۲۰

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۰۹

۱۳۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۸، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ستمبر ۱۹۹۹ء، ص ۶۰

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۴۲

۱۵۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۹، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اپریل ۲۰۰۰ء، ص ۱۳۹

۱۶۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۰، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اپریل ۲۰۰۰ء، ص ۱۳۹

۱۷۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۱، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، مارچ ۲۰۰۱ء، ص ۱۴

۱۸۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۴، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۲۰۰۲ء، ص ۱۳۸

۱۹۔ سید صبیح نعمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۵، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، مئی ۲۰۰۳ء، ص ۱۲۸

۲۰۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۵، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، مئی ۲۰۰۳ء، ص ۷۹

۲۱۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۶، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، نومبر ۲۰۰۴ء، ص ۱۰۰

۲۲۔ ایضاً، ص ۶۵

۲۳۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۲۰، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اگست ۲۰۰۸ء، ص ۲۳۰

۲۴۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۲۵، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، جولائی ۲۰۱۵ء، ص ۱۴۳

باب چہارم

''نعت رنگ'' کے تنقیدی مضامین کا جائزہ

''نعت رنگ'' کے تنقیدی مضامین کا جائزہ

تنقید:

تنقید عربی زبان کے لفظ ''نقد'' سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی کھرے اور کھوٹے کو پرکھنا یا کسی چیز، فن پارے کے بارے میں غور و فکر کے بعد اس کی خوبیوں یا خامیوں کی نشاندہی کرنا ہے۔ اصلاحی لحاظ سے تنقید سے مراد کسی ادیب یا شاعر کی تخلیقی کاوش کے محاسن و عیوب تلاش کرنے کے بعد اس کا مقام و مرتبہ متعین کرنا ہے۔

معروف نقاد نیاز فتح پوری جنھوں نے اُردو میں Criticism کے متوازی لفظ انتقاد یا نقد استعمال کیا ہے۔ اپنی کتاب انتقادیات میں لکھتے ہیں:

> ''ادبیات کے مطالعہ کے سلسلہ میں سب سے اہم چیز جو نہ صرف اپنے ذوق کی تسکین بلکہ دوسروں کے نتائج فکر کی قیمت کا اندازہ اپنے ذوق کی تسکین۔ بلکہ دوسروں کے نتائج فکر کی قیمت کا اندازہ کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اصولاً اس فن کو جاننا ہے جسے انگریزی میں Criticism کہتے ہیں۔ اس کا ماخذ یونانی لفظ ہے جس کے معنی فیصلہ کرنے کے ہیں اُردو میں عام طور پر اس کا ترجمہ ''تنقید'' کیا جاتا ہے، لیکن زیادہ صحیح لفظ نقد یا انتقاد ہے جس کا مفہوم پرکھنا یا جانچنا ہے''۔[1]

بعض لوگوں کے نزدیک چیزوں کو ایک نئے زاویے سے دیکھنے کا نام تنقید ہے۔ دو چیزوں کا موازنہ کرکے کسی بہتر نتیجے تک پہنچنا بھی تنقیدی شعور کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ اصل میں کسی چیز کی سنجیدہ پرکھ عمل ہے ڈاکٹر سید عبداللہ نے بھی ''ارشادات تنقید'' میں کہتے ہیں:

> ''عربی میں نقد البراھم (انتقد یا تنقد الدراھم) کے معنی ہیں۔ اس نے کھرے دراہم (جمع درہم) کو برے دراہم سے الگ کیا یا ان پر الگ کرنے کی غرض سے نظر ڈالی (اس سے مصدر نقد، انتقاد اور تنقاد ہوا''۔[2]

ان جید علمائے ادب کی رایوں سے انکار ممکن نہیں لیکن اب یہ لفظ اُردو میں اتنی کثرت سے استعمال ہوا ہے اور اتنا رواج پا چکا ہے کہ اسے بدلنے کا نہیں سوچا جا سکتا۔ تنقیدی عمل وسیع النظری، بالغ نظری، گہرے شعور، تدبر، بصیرت اور اعلیٰ فہم و فراست سے متصف فرد کا کام ہے۔ محدود معنوں میں تنقید کا مطلب کسی فن پارے میں خوبیوں،، خامیوں کی نشاندہی کرنا ہے، جب کہ وسیع مفہوم میں یہ اچھی تخلیق کے لیے راستے سمجھانے کا فریضہ بھی انجام دیتی ہے۔

لٹریچر میں کوئی ایسی تنقیدی کتاب دستیاب نہیں ہے جسے سنجیدہ تنقید کا درجہ دیا جا سکے۔ اُردو تنقید ہم تک بیاضوں اور تذکروں کے ذریعے پہنچی ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد کی تصنیف ''آب حیات'' اُردو تنقید میں ایک سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے جو کہ بیک وقت تنقید بھی ہے اور تذکرہ ادب بھی۔ اُردو تنقید میں مولانا آزاد کے بعد مستند نام مولانا الطاف حسین حالی کا ہے۔ ان کی معرکۃ الآرا کتاب ''مقدمہ شعر و شاعری'' ایک مستقل اور اہم تصنیف کا درجہ رکھتی ہے اس کتاب میں اُنھوں نے شعری اُصول بھی

مرتب کیے اوران کے لیے عربی وفارسی معیار کے ساتھ ساتھ انگریزی اصولوں کو بھی مدنظر رکھا۔اسی دور کے ایک اور اہم نقاد شبلی نعمانی ہیں جنکی تصنیف وتالیف کا آغاز ''المامون'' سے ہوا ان کی تصانیف موازنہ انیس و دبیر، شعرالعجم ان کے تنقیدی نظریات کا پتہ چلتا ہے۔اس کے بعد اُردو تنقید کا رومانوی دبستان نظر آتا ہے، جس میں وحیدالدین سلیم، مہدی افادی، عبدالرحمٰن بجنوری، عظمت اللہ خاں، رشید احمد صدیقی، ان ناقدین کے ہاں ادب کی جمالیاتی پرکھ پرزور ہے۔ان کے بعد ترقی پسند ناقدین کا سکہ چلتا رہا۔جن میں اختر حسین رائے پوری، سجاد ظہیر، مجنوں گورکھ پوری، احتشام حسین، فراق گورکھ پوری، میراجی نے اُردو میں نفسیاتی تنقید کا درواکیا۔قیام پاکستان کے بعد تو ادبی تنقید کے آسمان پر ناقدین کی ایک کہکشاں دکھائی دیتی ہے۔ان میں حسن عسکری، صلاح الدین، ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر وزیر آغا، ڈاکٹر سید عبداللہ، گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر خواجہ زکریا، تحسین فراقی، شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر غفور شاہ قاسم، ڈاکٹر ضیاالحسن، ڈاکٹر نیر عباس وغیرہ کے نام لیے جاسکتے ہیں۔

پروفیسر آل احمد سرور کے مطابق:

> ''اچھی تنقید محض معلومات ہی فراہم نہیں کرتی بلکہ وہ سب کام کرتی ہے۔جو ایک مورخ ماہر نفسیات ایک شاعر اور ایک پیغمبر کرتا ہے۔تنقید ذہن میں روشنی کرتی ہے اور یہ روشنی اتنی ضروری ہے کہ بعض اوقات اس کی عدم موجودگی میں تخلیقی جوہر میں کسی شے کی کمی محسوس ہوتی ہے''۔[۳]

ایک ناقد دراصل ''نقد جرح'' کا کام کرتا ہے اس کی مثال غوطہ زن کی سی ہے ادبی دنیا میں یہی پرکھ تول اور جانچ پڑتال قارئین میں ذوق سلیم اور گہری دلچسپی پیدا کرتی ہے۔

اُردو میں تنقید کے تین دبستان ہیں، جن میں عمرانی دبستان، نفسیاتی دبستان اور جمالیاتی دبستان معروف ہیں۔

ارتقا:

تاریخ ادب پر نگاہ ڈالی جائے تو اس میدان میں یونانیوں کو اولیت حاصل ہے افلاطون، ارسطو اور دیگر فلسفیوں نے جہاں زندگی کے ہر شعبے میں کام کیا وہاں اُنھوں نے ادب کے میدان میں بھی اپنے نظریات پیش کیے۔اُردو تنقید کا آغاز فارسی انتقاد سے ہوا۔

رسالہ ''نعت رنگ'' میں بھی تنقیدی مضامین شامل ہوتے ہیں جن میں نعت گوئی کے فن کے متعلق مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کر کے تنقیدی نتائج نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ذیل میں ایسے ہی تنقیدی مضامین کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

ادیب رائے پوری کا مضمون ''نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور کا جمود'' جس میں اُنھوں نے ایک اہم بحث کا آغاز کیا ہے۔

ادیب رائے پوری نے نعتیہ شاعری کے حوالہ سے ایک اہم بحث کا آغاز کیا ہے ایک نعت ہی پر منحصر نہیں سارے مذہبی اور نیم مذہبی لٹریچر کا یہی حال ہے۔ادیب رائے پوری نے اسی جانب توجہ دلائی ہے۔عربی شاعری کی حد تک کہا جاتا ہے کہ دور جاہلیت اور بعد از اسلام بھی تنقیدی شعور زندہ رہا۔اس بارے میں ادیب رائے پوری نے صورتحال کا تجزیہ یوں کیا ہے کہ:

> ''غیر نعتیہ شاعری میں تنقیدی شعور کے فقدان سے ادب کے نشوونما کا جمود مقدر بن جاتا ہے لیکن

نعتیہ ادب میں تنقید کے بغیر جمود کے تسلط اور ایجاد الفاظ کے اجتہاد سے محرومی کے علاوہ اس گرفت سے بھی آزاد ہو جاتا ہے جس کے بغیر انسان کے بھٹک جانے، ثواب فکر کے صلہ عذاب میں بدل جانے کا خطرہ قدم قدم پر ہے'' [۲۹]

مضمون نگار نے اپنے مطالعہ کی وسعت اور فکر و نظر کے ساتھ لا تعداد اشعار نقل کیے ہیں جن کو نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور کا غیر محسوس شعری حصہ کہا گیا ہے۔ نعتیہ شاعری پر تنقید نہ کرنے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بات بڑھ کر عقائد کے تصادم تک پہنچ جاتی ہے ادیب رائے پوری کا یہ مقالہ سچائی سے بھرپور، پرفکر اور پرمغز ہے اُنھوں نے نظام طباطبائی اور دلورام کوثری کے اشعار کی مثل دیتے ہوئے دونوں کے غیر محتاط رویے کی جو گرفت کی ہے وہ بالکل درست ہے۔

تابش دہلوی کی نعتیہ شاعری:

ڈاکٹر اسلم فرخی نے بات کی تابش دہلوی عہد حاضر کے اساتذہ سخن میں شمار ہوتے ہیں اور ڈاکٹر اسلم فرخی کے جامعہ کراچی کے استاد رہ چکے تھے۔ تابش کی غزل اور نعت پر دو میں ان کی شخصیت کا نکھار موجود ہے۔ شاید نعت میں کچھ زیادہ ہے ان کا مجموعہ نعت ''تقدیس'' اسلم فرخی کے پیش نظر تھا انھیں تابش کی شاعری کی نمایاں خصوصیت تفکر اور تحیر نظر آئیں۔ وہ مانتے ہیں کہ تابش عشق محمدی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے تابش کو چند نظموں اور غزلوں کے اشعار کے حوالہ سے ان کی خصوصیات کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے ایک نظم کا عنوان ''خاک ارجمند'' ہے اور ایک غالب کی زمین میں ہے۔ وہ غالب کی زمیں میں کی گئی غزل کو تابش کی زندگی کا حاصل شمار کرتے ہیں۔

ممنوعات نعت:

ممنوعات نعت کے موضوع پر ڈاکٹر عاصی نے روشنی ڈالی عاصی کرنالی نعت گو شاعر ہیں، نعت کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے اور پروفیسر بھی ہیں۔ یہ مقالہ جو نعت رنگ کے نقش اول میں شامل قاری کی توجہ کو اپنی طرف مائل کر رہا ہے اسی مضمون میں ڈاکٹر عاصی کرنالی نے بلا نکتہ سراپا نگاری میں احتیاط ملحوظ رکھنا بتایا ہے۔ اردو کی شاعری میں غزل کا رواج رہا۔ اکثر شعرا کامیاب غزل گوئی کے بعد نعت کی طرف مائل ہوتے ہیں اس لیے وہ نعت کا فرق بغیر اس میں سراپا نگاری اسی انداز میں کرتے ہیں جیسی غزل میں محبوب مجازی کی جاتی ہے۔ اس طرح نعت پر غزلیہ فضا طاری رہتی ہے ان کے بیان کا دوسرا نکتہ مقام رسالت، جسارت و بے تکلفی کا متقاضی نہیں ہے۔ اس میں ایسے الفاظ سے گریز کرنے کو کہا گیا ہے جو حضور کی شان کے مطابق نہ ہوں اور ایسے مضامین سے بچنا چاہیے۔ تیسرے نکتہ میں حضور کے علوم عطا کردہ الٰہی ہیں اور حضور اللہ کے تمام تر علوم کے حامل نہیں چنانچہ نعت میں اس نازک نکتے کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

چوتھے نکتہ میں عاصی کرنالی نے ممنوعات میں شامل کیا ہے اور نعت میں وجدانی کیفیت کے زیر اثر جذبہ کے والہا پن میں ایسی کوئی بات کہنا مناسب نہیں جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باوجود جائز نہ ہو۔ پانچویں نکتہ میں یثرب کے استعمال سے گریز کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔ مدینہ کو یثرب کہنے سے حضور نے بھی منع کیا ہے۔ مقالہ دعوت فکر بھی دیتا ہے اور نعت گو شعرا

کے لیے ہدایت نامہ بھی ہے۔

نعت اور شعریت:

عزیز احسن کا مضمون ہے۔ ''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر۲ میں عزیز احسن اپنے اس مضمون کا آغاز اس تلخ حقیقت کے اظہار کے ساتھ کیا ہے کہ نعت گوئی تو عام ہو رہی ہے، اس کی لسٹ میں بے تحاشا اضافہ ہو رہا ہے لیکن کیفیت پر بے حد توجہ دی جانے کی ضرورت ہے۔ اُنھوں نے اپنے مضامین کا مقصد ہی یہ بتلایا ہے کہ وہ نو آموز اور نو عشق شعرا کی ذہنی تربیت کی خاطر یہ سلسلہ مضامین شائع کر رہے ہیں تا کہ موجودہ دور کی نعت گوئی میں جو سطحیت پائی جاتی ہے اس کا خاتمہ ہو۔ زیر نظر مضمون میں اُنھوں نے چار عناصر کی جانب توجہ دلانے کے لیے لکھا ہے۔ (۱) شعر گوئی کا قرینہ۔۔شعر کی تعریف اور شعریت کے حامل اشعار کے نمونہ (۲) اصلاح سخن، اساتذہ اور نقادوں کی ہدایت (۳) نعتیہ شاعری میں شعریت کا آغاز (۴) بے احتیاطیاں، اپنے مضمون کے شروع میں اُنھوں نے شعر کی تعریف بیان کی پھر اپنے موضوع کی طرف آئے۔ اُنھوں نے عبدالعزیز خالد، حفیظ تائب، سلیم گیلانی، مظفر وارثی، ریاض مجید، عاصی کرنالی، رحمٰن کیانی، حافظ لدھیانوی، جعفر بلوچ، عابد نظامی، صبیح رحمانی کے کلام کے طویل اقتباسات درج کیے ہیں۔ عزیز احسن نے ''نعت اور شعریت'' میں فنی لحاظ سے نعتیہ اشعار بڑی محنت سے جائزہ لیا ہے اور جچے تلے انداز میں محاسن و مصائب پر روشنی ڈالی ہے۔

عصرِ حاضر میں نعت نگاری:

عصرِ حاضر میں نعت نگاری پر شفیق الدین شارق نے روشنی ڈالی۔ موضوع کی مناسبت سے مضمون مختصر ہے قیام پاکستان کی آمد سے ۱۹۹۵ء تک اتنے نعت گو حضرات منظر عام پر آئے کہ اُردو شاعری کی پوری تاریخ میں اتنے نہ ہوں گے۔ مضمون نگار نے اپنی تحریر کو چند معروف حضرات تک محدود رکھا ہے۔ جن کے بارے میں اُنھوں نے بتایا ان میں حالی، شبلی، اقبال، ظفر علی خان، سیماب اکبر آبادی، اختر لکھنوی، حنیف اسعدی، مظفر وارثی، حفیظ تائب، عاصی کرنالی، راجا رشید محمود، قمر وارثی شامل ہیں۔

اس مضمون میں ہر شاعر کی تعریف میں ایک مستند مبصر کی رائے شامل ہے جیسے سیماب اکبر آبادی پر ڈاکٹر فرمان فتح پوری، حنیف اسعدی پر مرزا منور، مظفر وارثی پر احمد ندیم قاسمی کی رائے شامل ہے۔

شفیق الدین شارق اپنے اس مضمون میں جن نعت گو شعرا کا اُنھوں نے تذکرہ کیا ہے صرف یہی چند شعرا تو دورِ حاضر کے نعت گو نہیں ہیں۔ اور بھی بہت سے نعت گو شعرا ہیں جن کا تذکرہ اُنھوں نے اپنے اس مضمون میں نہیں کیا اسے کہا جا سکتا ہے کہ ان کا یہ مضمون اپنے موضوع کے لحاظ سے محدود ہے۔ اس میں وہ وسعت نہیں جو اس میں ہونی چاہیے تھی۔

نعت پر تنقید کا (دوسرا رخ):

ڈاکٹر عاصی کرنالی کا مضمون ہے۔ ابتدائیہ میں عاصی کرنالی نے نقاد ہونے کی شرائط اور تنقید کے معیار کی نشان دہی کی ہے نقاد کے لیے اُنھوں نے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ صاحب علم ہو۔ جس صنف یا شعبہ پر تنقید کر رہا ہو اس پر کامل عبور رکھتا ہو۔ وہ

صاحب عدل ہو، کسی طرف داری اور گروہ بندی کا شکار نہ ہو۔ جذبات سے مغلوب نہ ہو اس بارے میں وہ کہتے ہیں:

> ’’نقاد کو کبھی یہ طے نہیں کرنا چاہیے کہ جو کچھ اس نے لکھ دیا ہے وہ قطعی ہے، حرف آخر ہے، قول فیصل ہے، عدالتی فیصلہ ہے۔ ادب میں رائے ہوتی ہے، یہ رائے جچی تلی و قیع، با معنی، معیاری اور پذیرا ہوا چھاہے‘‘۔۵

بنیادی نوعیت کے ان خیالات کے اظہار کے بعد عاصی کرنالی نے نعت کے ناقد کو جن امور کو ذہن میں رکھتے ہوئے تنقید کرنا چاہیے ان کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ تنقید جذبات سے مغلوب ہو کر اور غصے کی کیفیت میں نہیں کرنا چاہیے۔

۲۔ غلطی کی نشاندہی کی جائے مگر کسی کی نیت کو نہ بنایا جائے۔

۳۔ نقاد کو عیب شماری اور خط بینی کا چمپیئن بننے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے۔

۴۔ نقاد ’’مرحومین‘‘ کو زیر تنقید لانے سے اجتناب کرے۔ ان میں سے بعض نکات کی وضاحت کے لیے اُنھوں نے نقد کی مثالیں بھی دی ہیں۔ تنقید ایک مشکل اور صبر آزما، ہے ڈاکٹر عاصی کرنالی نے مناسب لب و لہجہ میں مافی الضمیر اور اُصول نقد و عملی تنقید بیان کر کے ایک اہم خدمت دی ہے۔

اُردو نعت گوئی میں عقیدت و محبت کا اظہار:

ڈاکٹر عصمت جاوید کا مضمون ہے۔ اپنے اس مضمون میں ڈاکٹر عصمت جاوید نے نعت کی اہمیت کو واضح کیا ہے کلام میں بلند مرتبہ کلام وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدت، بزرگی اور شان کا اظہار ہو۔ اس کے بعد اگر کوئی کلام بلند درجہ رکھتا ہے تو وہ نعت رسول پاک ہے۔ بلاشبہ نعت کی بنیاد عقیدت اور محبت پر ہے مگر ان معاملات میں اعتدال ضروری ہے اگر بات کو زیادہ بڑھایا تو وہ حمد کے دائرے میں نہ چلی جائے اور کم کیا تو اس سے سوائے ادب کا الزام نہ آجائے۔ ان امور کی وضاحت کے ساتھ مضمون نگار نے ایسے اشعار درج کیے ہیں جن میں خدا اور رسول کے درمیان فرق کو ختم کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ نعت کا ایک موضوع حضور کا ختم المرسلین سرتاج انبیا ہوتا ہے۔ اس میں کبھی کبھی جوش عقیدت میں حضور کو دیگر انبیاء سے بڑھا کر اور دیگر انبیا کو کم تر کر کے بیان کیا جاتا ہے جو کسی طرح مناسب نہیں۔ مضمون نگار نے اس ضمن میں بھی اشعار درج کیے ہیں جن سے حضرت عیسیٰ، حضرت ابراہیم اور حضرت خضر کی شان میں گستاخی کا پہلو نکلتا ہے۔ مدینہ کی عظمت حضور کے تعلق سے ہے اس لیے شاعر مدینہ اور مدینہ میں واقع گنبد خضرا کی تعریف و توصیف بھی کرتے ہیں یا ان کو بطور استعارہ استعمال کرتے ہیں۔ اس نسبت سے بھی نعت میں داد سخن دی جاتی ہے اس میں بھی مضمون آفرینی کی خاطر مدینہ کو جنت پر فضیلت دینا اور روضہ مبارک کو کعبہ قرار دینا مناسب نہیں آخر میں مضمون نگار نے مضامین نعت میں شہر آشوب، استغاثہ اور دعا کا ذکر کیا ہے۔ مضمون موضوع اور طرز بیان دونوں لحاظ سے لائق تحسین ہے۔

نعت خواں و نعت نگار محمد اعظم چشتی:

پروفیسر حفیظ تائب نے اس مضمون میں محمد اعظم چشتی کا سرسری سا تعارف کروایا ہے۔ ابتدا میں ان کے سوانحی حالات کا اجمالی جائزہ پیش کیا جس سے پتا چلتا ہے کہ اعظم چشتی کو طالب علمی کے زمانہ میں نعت خوانی کا شوق تھا جو فیصل آباد کے اس گاؤں سے جوان کا مولد تھا لاہور آنے کے بعد خوب چمکا۔ مولانا سید محمد احمد قادری کی شاگردی میں شاعری اور اُستاد برکت علی خان کی رہنمائی میں نعت خوانی درجہ کمال کو ملی۔

ان کا مجموعہ کلام ''کلام اعظم''، ''غذائے روح''، ''رنگ وبو'' اور ''معراج'' شائع ہو کر مقبول ہوئے۔ محمد اعظم نے اُردو، پنجابی کے علاوہ فارسی میں بھی شعر کہے۔ حفیظ تائب اس بارے میں کہتے ہیں:

> ''۱۹۷۰ء تک وہ نعت کے ساتھ ساتھ غزل بھی کہتے رہے۔ بعد میں اُنھوں نے اپنی تمام تر توجہ نعت نگاری پر مرکوز کر دی اس طرح وہ اس صفت کے جدید تقاضوں کا ساتھ دیتے ہوئے فنِ نعت گوئی میں دفیع و وقیع اضافہ کرنے کے قابل ہوئے''۔[۶]

اس مختصر مضمون میں اعظم چشتی کے تعارف، ان کے کلام کے تجزیے کے ساتھ ان کے اشعار نے مضمون نگار کے جذبہ پسندیدگی کے اظہار کو راہ دی ہے۔

اُردو نعت اور شاعرانہ تعلّی:

رشید وارثی نے اظہار خیال کیا ہے شاعرانہ تعلّی سے کسی شاعر نے اپنا دامن بچایا ہے۔ ہر صنف شاعری اور ہر زمانہ میں اس کا رواج عام رہا ہے۔ مضمون نگار نے تعلّی کی وضاحت کی اُنھوں نے ارشاد باری تعالیٰ اور احادیث مبارکہ کے حوالے سے تعلّی کی مذمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تحدیث نعمت لازم ہے لیکن نعمت پر اترانے سے منع کیا ہے۔ شاعرانہ تعلّی کی روایت شعوری اور غیر شعوری طور پر دیگر اصناف سخن میں رواج پائے ہوئے نعت نگاری میں آ گئی۔ جس میں کوئی شاعر خود کو اپنے زمانہ کا حسان بن ثابت بتلاتا ہے کوئی اپنے نام کے ساتھ حسان پاکستان لکھواتا ہے۔ حالاں کہ حضرت حسان بن ثابت کے مرتبہ تک پہنچنا تو دور کی بات ہے ان سے رہنمائی اور استفادہ کا دعویٰ بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ دیگر صورتوں میں نامناسب تعلّی کی جاتی ہے۔ ان میں خود کو دربار رسول کا شاعر ہونے کا دعویٰ، شاعر رسول ہونے کا دعویٰ، خادم رسول ہونے کا دعویٰ شامل ہے۔ رشید وارثی نے ہر نکتہ کی ذیل میں معنویت کو آشکار کرنے کے ساتھ ان اشعار کو درج کیا ہے جن میں تعلّی سے کام لے کر مفہوم کو ناگوار بنا دیا ہے۔

اُردو نعت اور جدید اسالیب:

''اُردو نعت اور جدید اسالیب'' کے عنوان سے عزیز احسن نے ایک طویل مضمون لکھا زیر نظر مضمون میں شاعروں کے نعتیہ کلام پر تبصرے ہیں اور اس میں ''جدید اسالیب'' کی تلاش ہے سب سے پہلے شبنم رومانی کی نعتیہ شاعری پڑھی تو ان کی ایک آزاد نظم دی گئی ساتھ ہی اس کے بارے میں کہتے ہیں:

> ''شبنم صاحب نے غزل کی Form میں بھی نعتیں کہی ہیں اور یہاں نے اپنے لہجہ کی تازگی برقرار رکھی ہے''۔[۷]

صہبا اختر کی شاعری کے بارے میں عزیز احسن نے بتایا کہ اُنھوں نے شعوری طور پر نعت کو نئی جہتوں سے ہم کنار کیا ہے علیم صبا نویدی ایک ہندوستانی شاعر ہیں ان کے بارے میں عزیز کہتے ہیں:

''جدید فکر، جدید اُسلوب اور نئی نئی شعری صورتیں اپنانے کے معاملے میں بڑے معروف ہیں آزاد غزل کے تجربات کر چکے ہیں جاپانی صنف ہائیکو میں بھی طبع آزمائی کی اپنی جدت پسندی کا ثبوت دیا''۔۸

غیر مسلم نعت گو شاعر نذیر قیصر کی نعتوں کا تجزیاتی مطالعہ مضمون کا ایک حصہ ہے۔اسی طرح خاطر غزنوی کی ایک نعتیہ عربی میں پیش کی۔مضمون کے آخری حصے میں بعض اشعار پر لفظی گرفت کی ہے اور بعض پر معنوی بے احتیاطی کا ذکر کیا ہے۔

شاہ لطیف کی نعتیہ شاعری:

شاہ لطیف کی نعتیہ شاعری پر آفاق احمد صدیقی نے روشنی ڈالی آفاق احمد صدیقی نے ''شاہ جو رسالو'' کے حوالے سے شاہ عبدالطیف بھٹائی کی شاعری کی مجموعی خصوصیات کا اجمالی ذکر کرتے ہوئے ان میں موجود نعتیہ اشعار کی وضاحت کی ہے۔شاہ صاحب کے کلام میں سُر کلیان، سُر یمن کلیاں، سُر سارنگ، سُر بلا، اور ہر سُر کے تحت اشعار کی نقل کی ہے۔

شاہ بھٹائی کی شاعری کے نمایاں وصف کے بارے میں آفاق صدیقی کا کہنا ہے کہ:

''شاہ رئیس نے اپنے کلام میں جو اخلاقی و روحانی درس دیا ہے اس کا محور محسن انسانیت، سرور دو عالم، خاتم الانبیاء حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت ہی سے عبارت ہے''۔۹

مضمون نگار نے ہر سُر کے تحت شاہ جی کے اشعار کا ترجمہ دیا ہے اور بطور تعارف ان کی خصوصیت کی نشاندہی کی ہے۔ سُر سارنگ کو مضمون نگار نے کہا کہ شاعری قرار دیا ہے جس میں برسات کے مناظر ہوں اور باران رحمت کے اثرات کی عکاسی کی گئی ہو۔

نعت کے عناصر:

ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کا مضمون ہے۔اپنے اس مضمون میں ڈاکٹر کشفی نے شاعری کی لوازمات کے بارے میں عبدالرحمٰن بجنوری کے حوالے سے بات کی ہے جو عناصر عام شاعری کے لوازمے ہیں۔وہی نعت کے بھی ہیں اس سلسلے میں بجنوری کے چند اہم نکات کا حوالہ دیا گیا ہے۔جیسے شاعری موسیقی شاعری سے، شاعر اشیا کے خارجی پہلو سے گزر داخلی کیفیت تک پہنچتا ہے۔ بلاغت کے اُصول بھی شاعری کے عناصر ہیں جدت اور جدید اُسلوب کا رشتہ تمام عناصر ہیں۔اس بارے میں ڈاکٹر کشفی کہتے ہیں کہ:

''آج کل جدت کو نئے اصناف کے استعمال سے مشروط کیا جا رہا ہے، مثلاً سانیٹ، ہائیک، واکا، نثری نظم وغیرہ، ایک حد تک تو یہ بات درست ہے مگر یہ جدت اوپری۔کوئی نئی فکر، نیا منظر، نیا خیال ان نئے اصناف کے سہارے سامنے نہیں آیا''۔۱۰

جدید دور میں مختلف ہیئتوں میں نعت کہی گئی ہے۔غزل،نظم،قصیدہ،مثنوی کے علاوہ مثلث رباعی،مخمس،مسدس،مثمن قطعہ سے لے کر سانیٹ،ہائیک،واکا،سابیا،کافی،موضوع کے ہر پہلو پر گفتگو کرنے کے بعد چند ایسے اشعار کے بارے جو کسی نہ کسی پہلو سے قابلِ اعتراض ہیں۔

جمال الدین کا نعتیہ ترکیب بند:

اس طالب معنوی کا مضمون ہے۔عباس طالب معنوی کے بارے میں بتایا کہ اُستاد جمال الدین محمد بن عبدالرزاق اصفہانی ایران کے شاگرد گزرے ہیں۔ان کی تقدیر میں گم نامی رہی۔علامہ اقبال نے مشہور مستشرق ڈاکٹر ریو کا قول نقل کیا ہے کہ جمال الدین کا انتقال ۵۸۸ھ میں ہوا۔ان کے ایک شعر سے معلوم ہوا کہ ان کی عمر کم از کم ۵۵ سال کی ضرور تھی۔ان کا کلام عرصہ تک غیر مطبوعہ رہا۔رضا شاہ پہلوی کے عہد میں ایرانی علماء نے اپنے ملک کے مخطوطات اور دواوین کو مستشرقین کی طرز پر ایڈٹ کرنا شروع کیا تو جمال الدین کے دیوان کی طرف متوجہ ہوئے اسے حسن وحید دشت گردی مدیر مجلّہ ارمان نے وزارت ٹرینگ کی مدد سے شائع کیا اس دیوان کے ابتدا میں ایک ترکیب بند ہے جو اس دیوان کی جان ہے محمد عباسی طالب صفوی نے اسی ترکیب کو ایڈٹ کیا اور اس کے بارے میں کہا۔

> ''اگر چہ سعدی کا مشہور ترجیع بند مضامین عشق پر مشتمل ہے اور جمال الدین کا ترکیب بند مدح پیمبر پر تاہم جو رشاقت اور سلاست جمالالدین کے ترکیب بند میں ہے وہ سعدی کے ترجیع بند میں نہیں ہے''۔[۱۱]

محمد عباس طالب نے نہایت مختصر تعارف کے ساتھ پورا ترا کیب بند پیش کیا جو فارسی میں ہے اور ''نعت رنگ'' کے قارئین اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں مرتب کو چاہئے فارسی اشعار کے ساتھ اُردو ترجمہ بھی درج کرے تا کہ اس کو سمجھنے میں آسانی ہوتی۔

ظفر علی خان کی نعت نگاری:

ظفر علی خان کی نعت نگاری پر ڈاکٹر شبیہہ الحسن نے روشنی ڈالی ڈاکٹر شبیہہ الحسن نے ظفر علی خان کی شخصیت کی ایک پاکیزہ جہت نعت گوئی مطالعہ کیا مضمون نگار نے ظفر علی خان کی شاعری کے دو روپ بتلائے ہیں۔پہلا روپ ان کی جذباتی اور ہیجانی مزاج سے تشکیل پایا۔اس میں ان کی طنزیہ اور مزاحیہ شاعری شامل ہے۔دوسرا روپ ان کی سنجیدہ شاعری ہے اس میں ان کی نعتیں خاص طور پر ان کے اس روپ کے بارے میں بتاتی ہیں۔ان کی نعت نگاری کی دو سطحیں ہیں پہلی سطح پر وہ روایت سے اپنے فن کا رشتہ جوڑتے ہیں۔دوسری سطح پر عصری تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔وہ نہ صرف اپنے وطن مسلمانوں کی تباہ حالی پر استغاثہ کرتے ہیں بلکہ عالم اسلام کی زبوں حالی بیان کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ان کے ماخذات کلام میں پہلا ماخذ قرآن مجید ہے،دوسرا احادیث،تیسرا سیرت،چوتھا قدما کا کلام ہے۔اُنھوں نے نعتیں حضور کی محبت اور ان سے عقیدت کے جذبات سے سرشار ہو کر لکھی ہیں۔مضمون نگار نے ان تمام خصوصیات کو سامنے رکھ کر ظفر علی خان کی شاعری کے ہر ایک پہلو کے بارے میں بتایا۔

حافظ ہشام علی کی نعتیہ شاعری:

حافظ ہشام علی کی نعتیہ شاعری کے بارے میں ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی نے بتایا کہ ہشام مورخ مدینہ علی حافظ کے صاحب زادے، عربی کے مشہور شاعر ہیں۔نعت گوئی کی سعادت سے بہرہ اندازان کا نعتیہ دیوان ''احبک، احبک، احبک یا حبیبی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' ڈاکٹر سید کشفی کے زیر مطالعہ رہا ہے۔وہ اس حد تک متاثر ہوئے کہ اُنھوں نے بے ساختہ ایک تاثراتی مضمون قلم بند کر دیا۔ سچے ادب کی آواز سن لیتا لکھنے والے اور پڑھنے والے کے درمیان ایک ذہنی رشتہ استوار کرتا ہے جو مشکل ہی سے ٹوٹتا ہے۔اسی رشتے کا اعتراف اور اظہار یہ مضمون ہے مذکورہ نعتیہ دیوان میں ہشام کی کئی نظمیں شامل ہیں۔لیکن سب ایک ہی کیف میں ہیں۔مضمون نگار کو ان معنوی ربط نظر آیا ہے۔وہ شاعر کی تعریف کرتے ہیں کہ اس نے مختلف پہلوؤں اور تناظروں میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا خوانی کی ہے ان سب اجزا کو معنوی ربط نے اس دیوان کو ایک طویل نظم بنا دیا۔وہ شاعر کی تعریف اس کے اشعار سے متاثر ہو کر کرتے ہیں۔نعتیہ کلام کی خوبیوں کا ذکر اشعار کے حوالوں کے ساتھ کر کے مضمون نگار نے اپنے تبصرے کو مدلل بنا دیا ہے۔ ڈاکٹر کشفی ادب کے اُستاد ہونے کے علاوہ صاحب طرز ادیب بھی ہیں۔ان کی تحریروں میں پڑھنے والوں کے لیے لطف زبان و بیان بھی ہے اور نتائے تحریر سے باآسانی واقف ہوجانے کی صفت بھی ہے اس لیے لوگ ان کی تحریروں کو دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔

جاذب قریشی جدید تر لہجے کا شاعر:

ان کے بارے میں اپنے مضمون میں عزیز احسن نے بتایا کہ جاذب قریشی دور جدید کے ممتاز اور مقبول شاعر ہیں عزیز احسن ان کا شاعری کے بارے میں مضمون ان کی شخصی محبت کا پرتو لیے ہوئے ہے۔اُنھوں نے جاذب قریشی کی شاعری کی دو خصوصیت بتالئی کہ ان کی شاعری اپنے فکری عمق اور نامانوسلفظیاتی دروبست کے باوجود شعریت سے خالی نہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شاعری میں فکری عمق موجود ہے عزیز احسن نے ان کی توصیف میں سارا زور قلم صرف کیا مضمون میں جو حدیہ اشعار نقل کر کے ان میں تراشی ہوئی علامتوں کا ذکر کیا ہے مضمون میں علامتیں ضرور ہیں لیکن امیجری نہیں ہے مضمون نگار نے جاذب کی چھوٹی بحروں کا استاد خیال کیا ہے۔اس ضمن میں اُنھوں نے شعر دیے ہیں۔

احمد ہمدانی نے ''جدید اُردو نعت اور علامت نگاری'' کے بارے میں مضمون لکھا اُردو نعت کے مختلف ادوار ہیں۔ طرز بدلتا رہا، اس کی وضاحت میں احمد ہمدانی نے لکھا کہ ایک زمانہ تھا جب نعت گوئی میں کنبہ رسالت کو اُجاگر کرنے پر زور دیا جاتا تھا۔محسن کاکوروی دبستان کے معتبر نمائندہ ہیں۔

عشق رسالت کے گہرے جذبات کے ساتھ ساتھ بالخصوص مولانا حالی کے مسدس کے بعد سے اُمت مسلمہ کو تعلیمات اسلامی پر عمل پیرا ہونے کی دعوت کا سلسلہ موثر انداز سے شروع ہوا، یہ موضوعات ایک دوسرے سے الگ کر کے نہیں برتے گئے بلکہ ہر زمانہ میں یہ سب موضوع ایک ساتھ ہی برتے جاتے رہے۔تاہم مخصوص حالات میں کسی ایک موضوع پر زیادہ زور اس

زمانہ کے حالات کے مطابق دیا جاتا رہا۔ اب جدید نعت میں علامت نگاری کے تجربے ہو رہے ہیں۔ جن میں بعض بہت کامیاب ہیں۔ اس سلسلہ میں مضمون نگار نے نذیر قیصر، رشید قیصرانی، حفیظ تائب اور سرشار صدیقی کو علامت نگار نعتیہ شاعر دیتے ہوئے ہر ایک کے اشعار ان کی علامتوں کی وضاحت کے ساتھ پیش کیے ہیں۔

اگرچہ اُردو میں علامت نگاری نئی نہیں ہے۔ نعت کے حوالہ سے البتہ اس کے تجربے ہو رہے ہیں۔ اُردو نظم کے علامت نکال کر شاعروں میں میرا جی کا نام اہم ہے۔ لیکن ان کی علامتیں عام فہم سے بالاتر ہیں۔ اس لیے جب ان کے کلام کا مجموعہ چھپا تو اس میں شامل کلام کی وضاحت کے لیے ایک مجموعہ ''امن نظم میں'' بھی شائع ہوا۔ احمد ہمدانی نے جدید رجحان کی ترجمانی موثر انداز میں کی ہے۔ ان کے نکات بھی اہم ہیں اور علامت نگاری کے حوالہ سے ان کا نقطہ نظر واضح اور صحت مندانہ ہے۔ ''نعت رنگ'' میں شائع ہونے والے مضامین میں اور اس مضمون میں ایک اہم لہجے کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

وقت کا تلازمہ۔۔میری نعتوں میں:

پروفیسر عاصی کرنالی کا مضمون ہے۔ ہماری نظر میں یہ مضمون دو اعتبار سے لائق غور اور اہم ہے۔ یہ سچ ہے کہ نقاد شاعروں کے بارے میں رائے دیتے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ شاعر حضرات اپنے بارے میں (توصیفی رائے) حاصل کرنے کی جستجو میں رہتے ہیں۔ لیکن ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ شاعر اپنی کسی شعری خصوصیت کو محسوس کرے اور اس کو بیان کرے ایک طرح سے یہ خود احتسابی عمل بھی ہوگا اس کے ذریعہ شاعر کی سوچ کی گہرائی سے قاری واقف بھی ہوگا۔ ''نعت رنگ'' میں کبھی کبھی نظمیں شائع کرتے ہوئے کسی نقاد سے تجزیہ کروا کر شامل کیا جاتا ہے۔ یہ ایک اچھی روایت ہے اس سے اچھی روایت یہ بن سکتی ہے کہ شاعر اس شعور یا تحت الشعور کے محرکات اور کرم فرمائی پیش کرتے ہوئے اپنے کلام کا خود تجزیہ کرے اور غیر جانب دارانہ انداز سے تنقید کا حق ادا کرے۔ اس تمہید کے لیے عاصی کرنالی کو داد دینا چاہیے کہ اُنھوں نے اپنے ہی کلام میں ایک لفظ ''وقت'' اور اس کے متعلقات (لمحہ، ساعت، گھنٹے، دن، رات، شام وسحر، سال، صدیاں) تک استعمال کی نہج واضح کرنے کے لیے یہ مضمون لکھا! اگر وہ مزید غور کر کے ان الفاظ کے استعمال کے تخلیقی محرکات کی دریافت کی کوشش کرتے اور مختلف شعروں میں ''وقت'' کے مختلف متعلقات کو استعمال میں ترجیح کی وجوہ بھی بیان کرتے۔ یہ کام دراصل اپنے ذہن اور اس کی شعر گوئی کے وقت کی حالتوں کے ازسر نو ادراک کا ہے اور خاصہ مشکل ہے۔ بہر حال یہ خیالات عاصی کرنالی کا مضمون پڑھ کر پیدا ہوئے۔ اپنے مضمون میں اُنھوں نے ''وقت'' اور اس کے متعلقات کی توضیح وتشریح کے بعد اپنے کلام سے مختلف عنوانات کے تحت اشعار منتخب کر کے درج کیے ہیں۔ عنوان میں لمحہ، صدی، صبح وشام، روز وشب ازل، ابد، زمان ومکان ان کی شعر میں موزونیت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

''آفتاب کریمی کی حمدیہ شاعری'' آفاق احمد صدیقی کا مضمون ہے اس میں وہ آفتاب کریمی کی حمدیہ شاعری کے بارے میں بتایا۔ آفتاب کریمی بھی اس دور کے ان شعرا میں شامل ہیں جنھوں نے سخن کو جذبہ دلی کا پردہ بھی کیا ہے اور ترجمان بھی۔ وہ شعر بھی کہتے ہیں اور صرف نعتیہ شاعری ان کے ذوق وشوق کی تکمیل کرتی ہے۔ ان کی کتاب ''آنکھ بنی کشکول'' کے بقدر نصف حصے کو آفاق صدیقی نے موضوع تحریر بنایا ہے۔ آفتاب کریمی کے حمدیہ اور نعتیہ کلام کا مجموعہ ''آنکھ بنی کشکول'' یوں بھی چونکا دینے

والا ہے۔موضوع اور طرز بیان دل نواز اور سامان نشاط روح فراہم کرنے والا ہے۔آفاق احمد صدیقی نے اس تحریر میں صرف ایک نظم ''اللہ ھو'' کا تاثراتی جائزہ پیش کیا ہے اور کتاب کے ابتدائیہ ''عرض حال'' میں شاعر کے ماضی کو کھولنے کی کوشش کی ہے۔

شاعری کے بارے میں کم ہی نہیں بہت کم ہے۔ابتدائی حصے اور بعض درمیانی حصے قطعی غیر متعلق ہیں۔جس میں مضمون نگار نے اپنے قد کو بالا ہی نہیں دوبالا کرنے کی کوشش کی ہے۔

شہزاد لکھنوی کی حمد و مناجات کا تنقیدی مطالعہ:

ڈاکٹر محمد اقبال حسین کا تنقیدی مضمون ہے ڈاکٹر محمد اقبال حسین نے بہزاد لکھنوی کے بارے میں بتایا کہ بیسویں صدی میں اہم حمد، نعت اور مناجات کہنے والے شاعروں میں بہزاد لکھنوی ممتاز مقام پر فائز ہیں۔اُنھوں نے نجی زندگی، پسماندگی، بے بسی اور افلاس میں گزاری حالاں کہ وہ شہرت کے عروج پر رہے۔محمد اقبال حسین نے ان پر جو مضمون لکھا ہے اس کی خصوصیت ایک یہ ہے کہ اس کی ابتدا میں مختصراً بہزاد لکھنوی کا سوانحی خاکہ بھی دیا ہے۔

سردار احمد خان بہزاد لکھنوی (۱۹۰۰ء تا ۱۹۷۴ء) زیادہ تعلیم یافتہ نہ ہونے کے باوجود اُردو، عربی اور فارسی میں مہارت رکھتے تھے معاشی جدوجہد نے انھیں بمبئی کی فلمی دنیا میں کام کرنے پر مجبور کیا لیکن شاعری اُنھوں نے اپنی جاری رکھی۔اقبال حسین نے بہاد کی نعتوں کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ ان کے بعض مصرعوں اور بعض اشعار میں کلام ربی اتنی مہارت اور سادگی ہے وہ غزل کے شاعر بھی تھے اور گیت کے بھی۔وہ گیت کے انداز میں حمد کہتے مگر ''بندی زدگی'' میں آپ سے باہر نہیں ہوئے مضمون کے آخر میں اقبال حسین نے اپنی رائے دی کہ:

> ''بہزاد صاحب نے حمد میں اظہار خیال کیلئے نہایت آسان اور سادہ اُسلوب اختیار کیا ہے ثقیل اور دقیق الفاظ کے استعمال سے گریز کیا ہے۔یہ ان کی شاعری کی خاص خوبی ہے''۔[۱۲]

کلام اقبال میں حمد و مناجات:

عبید اللہ کوٹی کا مضمون ہے عبید اللہ کوٹی نے کلامِ اقبال کا مطالعہ کر کے اس کی خصوصیات میں دعا اور مناجات کو زیادہ اہمیت دی۔ان کے خیال میں:

> ''اقبال کے یہاں دعا و مناجات کی مستقل صنفیں اگرچہ بار بار مختلف موقعوں پر پائی جاتی ہیں مگر بارگاہ الٰہی میں سرگوشی اور ہم کلامی کا یہ رنگ ان کی غزلوں اور نظموں میں بھی شوق و سرمستی کی بہاریں دکھاتا ہے ان میں شوخی کے ساتھ، ادب، نالے کے ساتھ نیاز مندی ہے''۔[۱۳]

مضمون نگار نے ہر نوع اور ہر انداز میں حمدیہ و دعائیہ نظموں اور استعار کے حوالہ دیا ان میں اندلس کی سرزمین میں ''طارق کی دعا'' بن کر سامنے آیا۔وہ قرطبہ گئے تو سرزمین اندلس کا شاندار ماضی اور اس کی گذشتہ شوکت و جمال مسجد قرطبہ کے آئینہ میں دیکھی اُردو ہو یا فارسی دونوں زبانوں میں علامہ اقبال کے کلام میں حمد و مناجات دکھائی دیتے ہیں۔ان کی مناجات انفرادی اور ذاتی دکھ کا پس منظر نہیں رکھتی۔وہ اُمت مسلمہ کے لیے دست دعا رہتے ہیں۔مضمون نگار نے اقبال کے کلام کا

گہرا مطالعہ کیا ہے۔نفیس مضمون پر ان کی گرفت قابلِ داد ہے۔

امیر مینائی کے قصائد میں نعتیہ رنگ:

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے اُردو کے مایہ ناز نعت گو شاعر امیر مینائی کے مجموعہ کلام ''محامد خاتم النبیین'' کا گہرا مطالعہ کیا اُنھوں نے بتایا کہ ''محامد خاتم النبیین'' میں پانچ قصیدے، ایک سوانیس نعتیہ غزلیں، تین نعتیں ایک ترجیع بند اور ایک مناجات ہے۔قصیدے سب نعت میں نہیں ہیں۔امیر کے قصیدے کے ابتدائی اشعار حمد میں ہیں۔جن کے بعد غزل شرع ہوتی ہے۔وہ کہتے ہیں:

''اس غزل میں لکھنو کے مروجہ رسوم شاعری کے مطابق رعایتیں اور مختلف صفتیں موجود ہیں'' ۔[۱۴]

اس قصیدے کی تمہید میں حضرت نقہ پا پیر سے گفتگو ہے جس میں مدینہ جانے کے عزم کا اظہار ہے۔روضہ اقدس اور معراج شریف کا ذکر ہے اور پھر مدح ہے، تیسرے قصیدے کی ردیف ''پھول'' ہے۔پھول کی رعایت لفظی سے امیر نے اچھے اچھے مضامین لکھے ہیں حضرت علی کی مناقبت والا قصیدہ ''لعلی'' سے شروع ہوتا ہے قصیدہ میں حضرت علیؓ کی منقبت میں ایسے اشعار ہیں جیسے ذوق اور سودا نے لکھے ہیں۔پانچواں قصیدہ امام حسین کی شہادت کے سلسلہ میں ہے جو مومن کی زمین میں ہے۔ان قصائد کا ذکر کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے امیر مینائی کے نعتیہ قصائد کے بارے میں اپنے تاثرات بتائے ہیں۔اسی طرح اُنھوں نے نعتیہ غزلوں پر بھی تبصرے کیے ہیں۔

مولانا حسرت موہانی کی نعت گوئی:

پروفیسر شفقت رضوی نے روشنی ڈالی مولانا حسرت موہانی سے تاریخ برصغیر اور ادب کا کون طالبعلم واقف نہیں اُنھوں نے سیاست، صحافت، شاعری، تنقید نگاری، تذکرہ نگاری، ان سب حیات میں کام کیا۔مولانا سچے اور پکے مسلمان تھے۔عشق خداوندی اور عشق رسول اکرم کی برکت تھی مالی بے سروسامانی کے باوجود ان کو گیارہ بار حج کرنے اور بار بار روضہ رسول پر حاضری دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔اس حوالہ سے مولانا کی ڈائری کے اندراج بھی نقل کیے گئے نبی پاک سے محبت کا یہ عالم تھا کہ حسرت موہانی اپنی عشقیہ غزلیات میں بھی نعت کے اشعار کہہ جاتے ان کے علاوہ ان کے کلیات میں متعدد نعتیہ غزلیں موجود ہیں۔مضمون نگار نے ان سب کا حوالہ دیا ہے اس کے علاوہ پروفیسر صاحب نے یہ بھی بتایا کہ حسرت موہانی اپنی عشقیہ غزلیات میں بھی نعت کے اشعار کہہ جاتے ان کے علاوہ ان کے کلیات میں متعدد نعتیہ غزلیں موجود ہیں۔مضمون نگار نے ان سب کا حوالہ دیا ہے اس کے علاوہ پروفیسر صاحب نے یہ بھی بتایا کہ حسرت موہانی کی پہلی نعت قید فرنگ اولیٰ دوران میں لکھی تھی۔یہ نعت ان کے کلام کے پہلے مجموعے گل دستہ نعت مطبوعہ ۱۹۱۰ء میں شامل ہے دوسری غزل جس کا حوالہ دیا گیا ہے وہ جون ۱۹۱۷ء میں فیض آباد جیل میں کہی گئی۔تیسری غزل نومبر ۱۹۲۲ء میں سابرستی جیل میں کہی گئی۔ان کے علاوہ مضمون نگار نے مزید گیارہ نعتوں اور عشقیہ غزلیات میں شامل نعتیہ اشعار نقل کر کے ان پر تبصرہ کیا۔

اُردو نعتیہ شاعری میں شمائل النبی:

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کا مضمون ہے۔''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۹ میں ڈاکٹر صاحب کا یہ مضمون شائع ہوا جس میں نعتیہ شاعری میں حضور کے شمائل کے تذکرے عام ہیں۔شمائل عربی لفظ ہے اور صیغہ جما کا ہے۔واحد ''شمال'' ہے۔اصطلاحاً حضور کی ذات مبارکہ کی تعریف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیانی کے لیے مختص ہے حضور کے اکثر خصائص جسے صلہ رحمی، خدا ترسی، ایثار، قربانی، سخاوت، جود، عطا طبائع باطنہ سے تعلق رکھتے ہیں لیکن شمائل میں داخل سمجھے جاتے ہیں۔ان کے بارے میں متعدد منظوم قصے عام ہیں جن میں سے ہرنی، اونٹ، کبوتر وغیرہ تھے مضمون نگار نے مختلف شعری کاوشوں ے حوالوں سے لکھے ہیں۔وہ ان سب کو من گھڑت اور غیر مستند کہتے ہیں۔مضمون کے دوسرے حصے میں حضور کے شمائل ظاہرہ کے متعلق لکھا ہے''شیت بہشت'' تصنیف محمد باقر آگاہ کی ہے۔یہ آٹھ عنوانات پر الگ الگ حصوں میں لکھی گئی اس مثنوی کا مضمون نگار نے تفصیل سے جائزہ لیا ہے اور لفظی و معنوی خصوصیات بیان کرنے میں کسر نہیں اُٹھا رکھی۔ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے شمائل النبی کے حوالہ سے چند منتخب کلام کو پیش کیا ہے مضمون کے اختتام پر ڈاکٹر یحییٰ کہتے ہیں کہ:

> ''شمائل رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے علاوہ اور بھی مصروف و غیر مصروف تخلیقات موجود ہیں جن کا احاطہ بڑا دشوار ہے''۔۱۵؎

اُردو حمد و نعت کی روایت کے چند اساسی محرکات:

اُردو حمد و نعت کی روایت کے چند اساسی محرکات کے موضوع پر ڈاکٹر عاصی کرنالی کا یہ بہترین مضمون ہے اس میں اُنھوں نے عنوان میں فقط ''روایت'' شامل کر کے اُنھوں نے نشان دہی نہیں کی کہ اس سے ان کا اشارہ کون سی روایت کی طرف ہے یہ مضمون دو حصوں پر مشتمل ہے۔پہلے حصے میں محرکات اور دوسرے میں فروغ کی عملی صورتیں بیان ہوئی ہیں۔پہلے حصے میں جن حصوں پر روشنی ڈالی گئی ہے ان میں ایک دینی اور مذہبی محرک ہے۔اس کے سرچشمے قرآن اور احادیث بتلاتے ہیں ان کی وضاحت میں متعدد آیات اور احادیث کا حوالہ دیا ہے۔دوسرا محرک نفسیاتی اور ماحولیاتی ہے اس میں فرد یا قوم کی خوش حالی اور ترقی ہونے کا جذبہ ہے جس کا اظہار حمد یا نعت کے ذریعہ ہوتا ہے۔

تیسرا محرک تہذیبی، تاریخی، ملی اور قومی نوعیت کا بتلایا گیا ہے ان چار محرکات پر تفصیلی معلومات فراہم کرنے کے بعد ان کے فروغ کے طریقوں میں بتایا ہے۔مضمون کے بنیادی نکات اور ان کی تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر عاصی کرنالی کا مطالعہ وسیع ہے۔وہ قرآن شریف اور احادیث رسول پاک سے استفادہ اپنے موضوع کو خوبصورتی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

شورش کاشمیری اور نعت گوئی:

ڈاکٹر ابوسلیمان شاہجہان پوری کا مضمون ہے اپنے مضمون کے ابتداء میں ڈاکٹر ابوسلمان نے نعت کے بارے میں بتایا تمہیدی حصہ کافی طویل ہے ان میں بعض حصوں کا تعلق نعت گوئی سے تو ہے۔شورش سے کم ہے۔اُنھوں نے جس طرح تمہید کو

ذیلی سرخیوں میں تقسیم کیا ہے اس طرح شورش کاشمیری کی نعت گوئی کی خصوصیات کو واضح کرنے کے لیے بھی ذیلی سرخیاں قائم کر کے قاری کے لیے آسانی پیدا کی ابوسلمان شاہجہان پوری نے شورش کی نظموں ''ہم اس کے ہو گئے جو ہمارا خدا ہوا''، ''ظہور قدسی''، ''بارگاہ رسالت مآب میں''، ''ربیع الاول''، ''عید میلاد النبی''، ''مدینہ طیبہ''، خلط رہوں'' وغیرہ کے حوالے سے شورش کی حضور سے محبت، عقیدت کے شواہد پیش کیے۔ اس کے علاوہ مضمون میں شورش کی نعت کے بارے میں ذیلی سرخیاں بنائیں۔ جیسے شورش کا نعت رنگ، ربیع الاول کے جشن، مدینے سے عشق، شب جائے کہ من بودم، آتش شوق، ۷ استمبر کا عظیم الشان واقعہ، ان عنوانات کے تحت فاصل مقالہ نگار نے نہ صرف عقیدت مندانہ اور توصیفی تبصرہ کیا ہے۔ بہر حال ایک مجموعی تاثر شورش کی نعت گوئی کے بارے میں قاری کے ذہن میں مرتب ہو گیا اس تاثر میں ان کے کلام کا بڑا ہاتھ ہے شورش حب رسول میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کا کلام اس کا شاہد ہے۔

اُردو نعت میں ادب رسالت کے منافی اظہار کی مثالیں:

رشید وارثی کا مضمون ہے حضور اکرم کے مرتبہ کی فضیلت جانے بغیر نعت گوئی کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اور آپ ﷺ کی فضیلت جاننے کے لیے قرآن مجید سے روشنی اور رہنمائی حاصل کرنی چاہیے اس بارے میں رشید وارثی کہتے ہیں کہ:

> ''یوں تو اللہ تعالیٰ کے سب رسول نفیس رسالت میں اور تمام انبیا نفیس نبوت میں برابر ہیں لیکن جن مراتب و کمالات سے دیگر انبیا و رسل علیہم اسلام کو سرفراز کیا گیا اللہ تعالیٰ نے وہ سب مراتب و کمالات اپنے حبیب الصلوۃ وسلام کو عطا کیے''۔ ۱۶

رشید وارثی نے نعت نگاری میں شان رسالت کے منافی الفاظ کا استعمال کر کے اس کی مثالیں دیں رشید وارثی شعر لکھتے ہوئے شاعر کا نام یا تخلص نہیں بتاتے ممکن ہے اس سے شاعر کی دل شکنی نہ کرنا ہو لیکن ادبی تنقید جو اصلاح کے لیے کی جاتی ہے اس میں اس طرح احتیاط ضروری نہیں، تنقید میں جو بڑے سے بڑے شاعر کا نام لے کر اس کی غلطی کو ٹھیک کیا جاتا ہے اُنھوں نے شاعر کا نام لکھنے کے بجائے اسے ''ایک قادر الکلام شاعر کی ایک طویل نعتیہ نظم سے اخذ شدہ شعر'' قرار دیا ہے۔ مضمون، موضوع، وسعت معلومات اور طرزِ استدلال کے اعتبار سے لائق غور ہے۔ اس قسم کی بے احتیاطی یوں تو قدیم اور جدید شعرا دونوں کے کلام میں ہے لیکن دور جدید کے شعرا کے ہاں رجحان کچھ زیادہ ہے کیوں کہ زبان پر عبور نہ ہونے، الفاظ کے معنے نہ سمجھتے، ان کے جائز استعمال سے واقف نہ ہونے اور سب سے بڑھ کر جدت طرازی کے شوق میں یہ غلطیاں عام ہیں۔

ہیکل اتساہی کی نعتیہ شاعری:

ڈاکٹر جمیل راٹھوری کا مضمون ہے بنیادی طور پر مضمون کا موضوع بھارت کے معروف شاعر ہیل اتساہی کی نعتیہ شاعری کا جائزہ لینا ہے۔ لیکن ڈاکٹر جمیل راٹھوری نے موضوع کے بارے میں اظہار خیال سے پہلے طویل تمہید باندھی جو موضوع سے براہ راست متعلق نہ ہونے کے باوجود اہم اور لائق غور نکات کی حامل ہیں۔ اُنھوں نے اُردو میں ادب و شاعری کی ابتدا کے حوالے سے لکھا ہے ہیل اتساہی کے بارے میں ڈاکٹر جمیل کہتے ہیں کہ:

''ہیکل نے رسم و روایت سے آگے بڑھ کر نعت کے مفہوم کو سمجھا ہے اور نعت کی روح کو شاعری میں اتارنے کا ایک منفرد کارنامہ انجام دیا ہے زبان و بیان کے اعتبار سے ہیکل کا لب و لہجہ آپ اپنی پہچان ہے''۔ ۷۱

غزل کی جو صفات ایجاز اور اختصار کے طور پر بیان ہوتی ہیں وہ ہیکل کی نعتیہ غزلوں میں موجود ہیں۔ ہیکل نے مقامی اثرات کو قبول کرتے ہوئے نعت کو نیا آہنگ دیا ہے۔ انھوں نے چھوٹی بحروں میں ہو یا طویل بحروں میں جو نعت کہی ہے وہ سلاست، روانی اور تاثر انگیزی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ان کے محبوب مضامین میں قرآنی جملوں یا لفظوں کا استعمال، نعت میں حمد، معراج النبی، شہر طیبہ، معجزات نبوی وغیرہ شامل ہیں۔ ڈاکٹر ہیکل کے نعتیہ کلام کا گہرا مطالعہ ڈاکٹر جمیل راٹھوری نے کیا ہے۔ اور اس سے قارئین کو ان کے بارے میں بتایا ہے۔

جدید لب و لہجہ کا نعت گو۔۔۔سعید وارثی:

عبدالنعیم عزیزی کا مضمون ہے۔ مضمون اپنے موضوع کا احاطہ نہیں کرتا اس میں سعید وارثی کے نعتیہ کلام کا تعارف، اس پر معجزانہ رہنمائی۔ ان کی خوبیاں کے بارے میں نہیں بتایا۔ اس میں سعید وارثی کے مجموعہ کلام ''ورثہ'' کا تعارف ہے مضمون نگار نے سعید وارثی کی نظم ''میں نعت لکھوں تو کیسے لکھوں'' کے ایک بند کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں ادا کر کے قارئین کی رہنمائی کی۔ وہ بندوں کے مفہوم کو سمجھاتے اور اشعار کی نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ شعری خوبی کا کہیں ذکر نہیں۔ اسی طرح ان کی نظموں ''سچائی''، ''محبت''، ''غزل درِ سرکار پر''، ''حضور پر حاضری کا ایک تاثر''، ''میرا سائیں'' وغیرہ کے حوالوں سے کام لیا ہے ان پر اپنے تاثرات قلم بند کیے ہیں مضمون کو پڑھ کر لگتا ہے کہ یہ تنقیدی نہیں ہے۔ یہ کتاب کا سرسری تعارف ہے اور اس میں شاعر کی مدح ہے۔

سندھی میں نعتیہ شاعری:

پروفیسر آفاق صدیقی کا مضمون ہے یہ مضمون دراصل ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی کی کتاب ''سندھی میں نعتیہ شاعری'' کا تعارف سے ڈاکٹر عبدالمجید سندھی کی یہ کتاب برسوں قبل سندھی ادبی اکیڈمی لاڑکانہ نے شائع کی تھی۔ آفاق صدیقی نے اُردو دان طبقے کے لیے اس کا تعارف لکھا ہے۔ ان کے بیان کے مطابق کتاب تین سو صفحات سے زائد چار ابواب میں تقسیم ہے۔ پہلے باب میں نعت کی تعریف اور نعتیہ شاعری کے محرکات دوسرے میں عربی نعتیہ شاعری، تیسرے میں فارسی نعت گوئی اور نعت گو شعرا کا ذکر۔ اس میں سندھ کے ان شعرا کا ذکر بھی ہے جنھوں نے فارسی میں نعت گوئی کی۔ چوتھا باب سندھی میں نعتیہ شاعری کا تفصیلی جائزہ ہے۔ تبصرہ نگار نے تعارف سرسری طور پر کیا ہے۔ مصنف کی شہرت کا کام محنت اور توجہ سے کیا گیا ہوگا۔ اس تبصرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس نہج پر اُردو میں متعدد کام ہو چکے ہیں اسی نوعیت کا تاریخی اور تنقیدی مواد اصل کتاب میں موجود ہوگا۔

نعت کے موضوعات:

نعت کے موضوعات پر ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری نے نعت کے حوالے سے تحقیقی اور تنقیدی کام کرنے والوں میں

آزاد فتح پوری کا نام اور کام بھی نمایاں طور پر شامل ہے وہ بھارت کے رہنے والے ہیں۔ اُنھوں نے بے شمار مضامین حمد اور نعت پر تحریر کیے ان کا پہلا مضمون ''نعت کے موضوعات'' نعت رنگ نمبر گیارہ میں چھپا اس مضمون کے ابتدائی چھ صفحات تمہیدی نوعیت کے ہیں۔ جو معلومات تمہید میں دی گئی ہیں وہ اتنی بار دوہرائی جا چکی ہیں کہ کم واقفیت رکھنے والوں کو بھی از بر ہوگئی ہیں اس طرح کی تکرار لا حاصل ہے۔ ابتدائی حصے کے نصف صفحات نعت گردانی کے حاصل پر مبنی ہے۔ عربی کے حوالوں کے بعد فارسی کے حوالے دیے اور پھر نعت کے موضوعات کو ایک ذیلی سرخی کے تحت بیان کر دیا ہے۔ ان کی قائم کی گئی ذیلی سرخیاں یہ ہیں۔

''مولود نامے یا میلاد نامے''، ''معراج نامے''، ''وفات نامہ''، ''حلیہ شریف''، ''سلام نگاری''، ''اسرائیلیات''، ''ضمحیات'' ان سب کے بارے میں کہیں تفصیل سے اور کہیں اجمال سے کام لیا گیا ہے اور مضمون کے آخر میں ۲۵ ذیلی عنوانات دیے ہیں جن کو موضوع بنا کر نعتیں لکھی جا سکتی ہیں۔ نعت کے موضوعات کے بارے ڈاکٹر آزاد نے تفصیل کے ساتھ لکھا۔ اور اپنے موضوع کو اچھی طرح بیان کیا۔

اقبال کی رباعیات میں نعت:

ڈاکٹر اسلوب انصاری کا مضمون ہے اسلوب احمد انصاری نے اقبال کی فارسی رباعیات کو موضوع بنایا ہے یہ کلام اقبال کے آخری زمانہ کا ہے جسے مضمون نگار نے ہر رباعی کے نفس مضمون کو اُجاگر کرتے ہوئے چند رباعیوں سے استفادہ کیا ہے۔ اس کے بارے میں وہ کہتے ہیں:

> ''نعتیہ کلام کے پس پشت جذبہ چاہے جتنا بھی حقیقی اور میل کیوں نہ ہو لیکن وہ اکثر و بیش تر بندھے ٹکے سانچوں میں ظاہر ہوتا رہا ہے شاعری کی جانب سے کسی انکشاف کی غمازی نہیں کرتا مصروف نعتیہ نظموں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اعلیٰ پر اظہار رائے تو ہوتا ہے''۔ ۱۸

اقبال کی ان رباعیوں میں والہانہ پن ہے۔ فنی پختگی اور ثمر رسیدگی بھی اور موضوع اور اس کے خارجی اظہار کے درمیان ایک ناگزیر مناسبت اور تعلق ہے ایسا لگتا ہے کہ جو روح ان باغیوں میں ہے وہ ایک عظیم ترین روح ہے جو محبت کے جذبے سے سرشار ہے۔

معشوقی اور ان کا قصیدہ ''الھمزیۃ النبویہ'':

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کا مضمون ہے اپنے اس مضمون میں ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے بتایا کہ احمد شوقی ایک مصر کے رہنے والے ہیں اور جدید عربی شاعری کی نمائندہ شخصیت شمار ہوتے ہیں۔ ابتدا ہی سے ان کا تعلق تدریس سے رہا ۱۸۸۷ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے فرانس گئے اسی زمانے میں اُنھوں نے یورپ کی تہذیب اور ثقافت کا مطالعہ کیا ہے۔ ۱۸۹۱ء میں واپس آئے لیکن جلد جلا وطن ہو کر اسپین میں زندگی گزاری۔ ابوسفیان اصلاحی نے احمد شوقی کے تعارف اور ان کی شاعری کی خصوصیات کے بعد ان کے ایک نعتیہ قصیدے کو موضوع بنایا ہے اس کے پس منظر شمولات سے متعارف کروانے کے بعد اس کے تقریباً سوا سو

اشعار مع ترجمہ وتشریحات شامل مضمون کی ہیں جس سے شوقی کی شاعرانہ صلاحیتوں سے آگاہی ہوتی ہے اس قصیدے کے بارے میں مضمون نگار کی رائے ہے کہ:

> ''یہ قصیدہ ایک سوا کتیس اشعار پر مشتمل ہے۔اس قصیدے کی روشنی میں شوقی کے اسلامی جذبات و احساسات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے ۔ جدید عربی شاعری میں اس قصیدے کی بہت بڑی اہمیت اورافادیت ہے اگر یہ کہا جائے کہ اس قصیدے کی وجہ سے عربی کی جدید شاعری میں ایک نیا اُسلوب اور ایک نیا انداز سامنے آیا''۔۱۹

مضمون نگار نے اس قصیدے کے علاوہ شوقی کے مزید تین قصائد کا ذکر کیا ہے جن میں شوقی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ تعلق صاف واضح ہے۔یہ مضمون عربی کے ایک مایہ ناز جدید شاعر کے تعارف کی کامیاب کوشش ہے۔

نعت اور آداب نعت گوئی۔۔۔افادات کشفی کی روشنی میں:

پروفیسر محمد اقبال جاوید نے ''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر بارہ میں یہ مضمون لکھا پروفیسر اقبال جاوید صاحب نے جناب ابوالخیر کشفی کی ''نعت رنگ'' ہی میں مطبوعہ تحریروں اور کچھ کتابوں کے دیباچوں کے اقتباسات کو سامنے رکھ کر پیش کی ہے۔اس میں کشفی صاحب بنیادی طور پر ادب کے آدمی ہیں وہ سچے مسلمان ہیں،ن کی نثری تحریریں ''نعت رنگ'' میں شائع ہوئے ''وطن سے وطن تک'' ان کا ارض مقدس کا مختصر سا تاثراتی سفرنامہ ہے۔''نست'' ان کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے کشفی صاحب نے نعت کے موضوع پر اتنا کچھ لکھا ہے کہ ان تحریروں سے کئی کتب مرتب کی جاسکتی ہے۔کشفی صاحب غزلی کی خصوصیات سے خوب واقف ہیں۔مضمون میں ''کشفی صاحب اور غزل''، ''کشفی صاحب اور نعتیہ کلام''، ''کشفی صاحب کی نعتیہ شاعری'' سے ذیلی مباحث ہیں لیکن یکجا نہیں ہیں۔کشفی صاحب کے اشعار اور ان کے اپنے پسندیدہ اشعار لکھ کر مضمون کو زینت بخشی ہے۔حضور اکرم کا ذکر مبارک ''تو'' اور ''تم'' کے ضمائر سے کرنا مناسب ہے یا نہیں؟ مضمون نگار نے اس مسلمہ کو اُٹھایا ہے اور ان کے استعمال کے جواز میں کشفی صاحب کی تحریروں کے اقتباسات پیش کیے ہیں۔لیکن اپنے رائے دینے سے گریز کیا ہے۔

مہاتما جیوتی با پھلے کی نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کا مضمون ہے ڈاکٹر یحییٰ نشیط کا تعلق بھارت کے اس علاقہ سے ہے جہاں کی مقامی عوام زبان مراٹھی ہے۔یہ بھی آریائی زبان ہے اور ہر لحاظ سے ترقی یافتہ ہے اس کے لسانی اور ادبی اثرات قریبی علاقوں کی زبانوں میں کثرت سے ملتے ہیں بالخصوص دکنی میں سے اُردو والوں نے قدیم اُردو قرار دیا ہے زیر نظر مضمون میں اُنھوں نے مہاتما جیوتی با پھلے (۱۸۲۷ء تا ۱۸۹۰ء) کی نعت رسول پر روشنی ڈالی ہے مضمون کے ابتدائیہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مراٹھی میں نعت کی روایت بہت قدیم ہے۔ اس سلسلہ میں اُنھوں نے ایکناتھ مہاراج،عبدل مراٹھی،سنت تکارام،دیال ناتھ،دیوناتھ کے حوالے بھی دیے ہیں۔جنھوں نے کسی نہ کسی نوعیت سے حضور اکرم کا ذکر محبت سے کیا ہے۔

مہاتما جیوتی با پھلے کو اُنہوں نے ایک شاعر اور ادیب کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ سماجی،اصلاح پسند کارکن کے طور پر بھی

متعارف کروایا ہے۔جس نے ذات پات،فرقہ واریت،طبقہ واریت کے خلاف جنگ کی۔اُنھوں نے اوراُن کی بیوی ساوتری بائی نے خواتین کی تعلیم کا نظام قائم کیا۔یہ فصل سماج سے بغاوت سمجھا گیاان کا سوشل بائیکاٹ ہوالیکن اُنھوں نے پروانہ کی۔ایسے میں منشی غفار بیگ،عثمان شیخ اورعثمان شیخ کی بہن فاطمہ نے اُن کا ساتھ دیا۔ان کا نام''مہاتما پھلے سمگر والگیے'' ہےان کی نعت بعنوان''مانو محمد'' ہےاس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کےاوصاف اوراخلاق حسنہ کا بیان ہے۔ڈاکٹر یحیٰ نشیط نے اس امرکی بھی نشان دہی کی ہے کہ باوجود اسلام اور رسول اللہ سے محبت کےان کی نعت میں بعض صریح الفاظ موجود ہیں۔مضمون نگار نے ان کی نعت کا منظوم اُردو ترجمہ شامل کرتے ہوئے اشعار کی توضیح وتشریح بھی کی ہے۔

غالب کی نعتیہ شاعری:

غالب کی نعتیہ شاعری کے بارے میں ڈاکٹر اسماعیل آزاد فتح پوری نے بتایا صبیح رحمانی نے''نعت رنگ'' کی بارھویں کتاب میں ایک گوشہ غالب کے لیے مخصوص کیا ہے اس حصے کے لکھنے والوں میں ڈاکٹر آزاد فتح پوری بھی ہیں۔ان کا مضمون ''غالب کی نعتیہ شاعری'' ہے اُنھوں نے غالب کے اُردو کلام میں نعتیہ ماحول اور رنگ تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی،زیادہ تر توجہ فارسی نعتوں پر دی ہے۔غالب کی فارسی نعت گوئی کے بارے میں ان کی رائے ہے:

> ''غالب نے اپنی فارسی نعتوں کے ذریعے شاعری کو کافی رنگارنگی اور وسعت عطا کی۔اُنھوں نے غزل،قصیدہ،مثنوی اور قطعہ کی بنیات میں قابلِ قدر اور بیش بہا سرمایہ نعت بطور اثاثہ،عشاقان ادب اور قارئین نعت کو مرحمت کیا''۔۲۰

تعارفی الفاظ کے بعد اُنھوں نے غالب کی معروف نعتیہ غزل لکھی ہے۔اس کے مضامین کی تائید میں آیاتِ قرآنی اور احادیث بھی نقل کی ہیں۔اُنھوں نے غالب کی تین نعتیہ شنویوں کی بھی نشاندہی کی ہے اُنھوں نے ان شنویات کے فارسی اشعار نقل کرتے ہوئے اجمالاً ان کی تشریح بھی کردی ہیں اور کہیں کہیں آیات قرآنی اور حدیث قدسی سے معنویت میں اضافہ کردیا ہے۔آزاد فتح پوری کا مطالعہ بہت وسیع ہے ان کی قابلیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ وہ عربی اور فارسی کے حوالے دیتے رہتے ہیں۔

غزلیات غالب کی زمینوں پر نعت گوئی:

ڈاکٹر عاصی کرنالی کا مضمون ڈاکٹر عاصی کرنالی نے اپنے اس مضمون میں جس میں اُنھوں نے ساجد اسلامی،راغب مرادآبادی ابراء کرت پوری،ایاز صدیقی اور بشیر حسین ناظم کی ان غزلوں پر تبصرہ کیا ہے جو غالب کی زمینوں ۶۳ نعتیہ غزلیں کہی ہیں۔ان کا مجموعہ''مدحت خیر البشر''۱۹۷۹ء میں شائع ہوا۔اس بارے میں عاصی کرنالی کہتے ہیں کہ:

> ''غالب کے مصرعوں کی تضمین نہیں کی صرف زمینوں کو برتا ہے اور اس انوکھے اور عمدہ تجربے کے حوالے سے نعت گوئی میں خوشگوار اضافہ کیا ہے''۔۲۱

اُنھوں نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ''مدحت خیر البشر'' کے علاوہ مدح رسول،بحضور خاتم الانبیا اور بدرالوحی راغب مراد

آبادی کے مزید نعتیہ مجموعے ہیں۔

تیسرے شاعر ابرار کرات پوری ہیں جن مجموعہ کلام ''مدحت'' ان ۹۲ نعتیہ غزلیات پر مشتمل ہے جو غالب کی زمینوں پر ہیں۔ایاز صدیقی بھی اس قافلہ میں شامل ہیں۔ان کی نعتیہ تصنیف ''ثنائے محمدؐ'' میں ۹۲ غزلیں ہیں۔آخری شاعر عاشر بشیر حسین ناظم ہیں ان کی نعتیہ تصنیف ''جمال جہاں فروز'' کی تعریف میں عاصی کرنالی نے بتلایا ہے کہ وہ زبان اُردو میں فارسی اور عربی کا الفاظ تراکیب لفظی ہیں۔اور آخر میں ہر شاعر کی ایک ایک غزل بھی لکھی ہے۔

ہندوستان میں عربی نعت گوئی، تحلیل و تجزیے کا ایک جائزہ:

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کا مضمون ہے۔ یہ بھی ایک مقالہ کے تعارف پر مبنی مضمون ہے ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کے بیان کے مطابق ڈاکٹر عبدالباری کی تحریک پر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ''ہندوستان میں عربی نعت گوئی'' کے موضوع پر مقالہ لکھنے کی اجازت محمد صدرالحسن ندوی کو دی۔ اُنھوں نے نہایت محنت سے یہ مقالہ لکھا اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ یہ غیر مطبوعہ مقالہ ایک ہزار اکتالیس صفحات پر مشتمل ہے اور یہ زبان عربی ہے۔مضمون نگار نے اس کے ساتھ ان ابواب کی مشمولیات کا تعارف کروایا ہے۔ پہلے باب مس عربی نعت گو کا تعارف کروانے کے بعد اختصار کے ساتھ سیرتِ مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے۔دوسرے باب میں نعت گوئی کے اہم مصادر قرآن کریم، احادیث نبویہ اور تصانیف سیرت پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں عربی نعت گوئی کے عناصر کو پیش کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں عربی نعت گوئی کے عوامل سے بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ہندوستانی نعت گو شعرا کے ہاں نبوت پر پختہ ایمان جھلکتا ہے۔

پانچویں باب میں عالمی ادب میں مدحیہ ادب سے بحث کی گئی ہے چھٹے باب میں ہندوستان میں عربی زبان وادب میں خاتم المرسلین کی شخصیت پر جو گل ہائے عقیدت نچھاور کیے گئے ہیں ان کا جائزہ لیا گیا ہے۔ساتویں باب میں پانچ فصلیں قائم کی گئی ہیں اور نہایت سلیقے سے شعرا کی زمانی ترتیب سے ذکر کیا گیا ہے۔یعنی اس مقالے کا حاصل ہے۔کتاب میں شامل ہر دور کے شاعروں کے کلام کے نمونوں کو مضمون نگار نے نقل کر کے مضمون کو طوالت دی۔ یہ سات ابواب جلد اول کے ہیں جب کے دوم میں مقالہ نگار نے کہا:

> ''آٹھویں صدی سے ہونے والی عربی نعتیہ شاعری کو دوسری جلد میں جمع کر دیا ہے۔ جسے سچ پوچھیے تو انسائیکلو پیڈیا کہا جا سکتا ہے۔نعتوں کا یہ مجموعہ ۱۵ صفحات پر مشتمل ہے اس میں آٹھویں صدی ہجری سے اب تک ۶۶ شعرا کا کلام شامل ہے''۔۲۲

مضمون کے آخر میں ابوسفیان اصلاحی نے مقالہ نگار کی محنت کی زبردست تعریف کی ہے جس کے واقعی وہ مستحق ہیں۔ یہ مضمون کی کتاب کے تعارف میں ممید ثابت ہوا ہے۔

اُردو میں نعت گوئی کا فن:

اُردو میں نعت گوئی کا فن پر ڈاکٹر سید وحید اشرف کچھوچھوی نے روشنی ڈالی ڈاکٹر سید وحید اشرف کچھوچھوی کا یہ مضمون

نعت کی نوعیت اور اہمیت کے بارے میں ہے ڈاکٹر وحید اشرف نے قرآن اور حدیث کو رہنما قوت تسلیم کیا ہے وہ کہتے ہیں:

> ''قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی نعت بیان کر کے نعت کا انداز بتا دیا۔ ہر نعت گو ان اوصاف کا اعادہ کرنا چاہیے جن کا ذکر خود خدا نے قرآن میں کر دیا ہے''۔۲۳؎

نعتیہ شاعری کا دوسرا پہلو یہ بیان کیا ہے کہ شاعر اپنے جذبات کو پورے ادب و احترام سے پیش کرتا ہے تا کہ شاعری میں غلطی کا امکان نہ ہو ڈاکٹر وحید نے شاعری میں زبان اور بیان کے لحاظ کو ضروری قرار دیا ہے اصناف پر ہمیشہ زبان کو اہم سمجھا گیا ہے زبان پر بحث کے بعد اصناف پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر وحید نے بتلایا ہے کہ نعت ہر صنف شاعری میں لکھی جا سکتی ہے۔ فارسی میں قصیدہ میں بالخصوص نعت لکھی گئی ہے نعتیہ شاعری قصیدے میں زیادہ پر شکوہ ہوتی ہے لیکن غزل میں نعت کا رواج عام رہا ہے کیوں کہ غزل میں غنائیت کی وجہ سے شعر زیادہ رواں اور اثر انگیز ہو جاتا ہے مضمون میں زبان اور بیان کی بعض غلطیوں کی طرف اشارہ کیا ہے جب کہ دور جدید کی صورت حال غلطی کی نہیں گمراہی کی ہے ڈاکٹر صاحب نے متعدد اشعار نقل کر کے ان میں لفظی یا معنوی معائب کی نشاندہی کی ہے یہ سلسلہ مضمون کے اختتام تک جاری ہے۔ اس مضمون میں زبان اور بیان کے اہم پہلوؤں س بحث کی ہے جو شاعر اور نقاد دونوں کے نکتہ نظر سے اہم ہیں۔

نعت کا ادبی مقام:

ڈاکٹر محمد اسمعیل آزاد فتح پوری کا مضمون ہے اس مضمون کی ابتدا میں آزاد فتح پوری نے متعدد اہل علم کی ان وضاحتوں کو نقل کیا ہے جن میں نعت کی اصلاح سے بحث کی گئی ہے۔ مضمون نگار نے رام بابو سکینہ، آغا محمد باقر، شمیم احمد، ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی، ڈاکٹر ریاض مجید اور ڈاکٹر سید شمیم گوہر نے نعت کی تعریف میں جو لکھا ہے، اس سب کو مسترد کر کے اپنی اس تعریف کو مکمل اور جامع قرار دیا ہے۔

> ''لغو اعتبار سے ہر صنف کو نعت کہیں گے لیکن شعرا کی اصلاح میں نعت اس صفت کو کہتے ہیں جس کا مطمح فکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور اس کے متعلقات ہوں''۔۲۴؎

مضمون نگار نعت میں منقبت کو شامل کرنے کے بھی خلاف ہیں اس بارے میں فردوسی کے شاہ نامہ کے ۱۳۲ اشعار کا حوالہ دیا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کے ساتھ اصحاب اربعہ کی بھی تعریف کی گئی ہے مضمون کے آخر میں عربی اور فارسی نعت گوئی کا سرسری ذکر کر کے انھوں نے اُردو کی نعت گوئی کی تاریخ بیان کی ہے۔ مضمون کے یہ حصے بار بار ''نعت رنگ'' میں دہرائے جا چکے ہیں۔ اس معاملے میں مضمون نگار اور مرتب ''نعت رنگ'' کو احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

نعت اور نقد نعت، چند گزارشات:

ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی نے نعت کے محرکات، مختلف ادوار کے رویوں اور نعت کی اساس کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جو توجہ طلب بھی ہیں اور نعت گویوں کے لیے رہنما بھی ان کے ایمان اور عقیدہ کے مطابق ''نعت کا سفر'' تخلیق آدم علیہ السلام سے ہی شروع ہو گیا تھا اور اگر وجہ تخلیق کا محرک پیش نظر ہو اس تفصیل کے ساتھ مقالہ نگار نے صحابہ کرام کے عہد کی نعت

گئی کو اسی وقت کی تہذیبی روایات کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس وقت کی نعت کو حقیقی طور پر معیار کے مطابق قرار دیا ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں نعت کا وجود تو ملتا ہے لیکن ہر دور کی خصوصیات کے مطابق اس کا رنگ بدلہ ہوا ہے خوشحالی کے زمانہ میں اس میں بے اعتدالیاں آ گئی ہیں۔ مقالہ نگار نے نعت کے تین ضروری عناصر تلاش کیے ہیں۔(۱) زبان (۲) لائق اعتماد تذکار (۳) جذبات محبت اور احساس عقیدت، شاعران اوصاف کا حامل ہو تب ہی اسکو نعت گوئی کی جسارت کرنا چاہیے۔ پورا مقالہ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کے اپنے جذبات اور خیالات کا مظہر ہے۔

نعت خوانی کے آداب اور اصلاح احوال و متعلقات:

پروفیسر محمد افضال انور کا طویل مضمون ہے جو کئی پہلوؤں پر محیط ہے نعت کہنے والا نعت گو اور نعت کو خوش الحالی سے عقل میں پڑھنے والا نعت خواں ہوتا ہے۔ ان میں امتیاز کرنا مشکل ہے مضمون کا پہلا حصہ اسی بحث سے متعلق ہے اس بارے میں کہتے ہیں کہ:

> ''نعت گوئی اور نعت خوانی ایمان و عقیدت کے ایک ہی آسمان کے شمس و قمر ہیں۔ بلحاظ تحریر و تقریر دونوں میں نمایاں فرق ہے جسکا تعلق تبلیغی جذبوں سے ہے''۔ ۲۵

اگر نعت خواں شاعری کے فن سے واقف ہے۔ شعر کی ادائی پر قدرت رکھتا ہے تلفظ صحیح ہے تو وہ سننے والوں کا دل پگھلا سکتا ہے۔ مضمون کے دوسرے حصے میں ان صفات سے بحث کی گئی ہے جو نعت خواں میں ہونا چاہیے۔ جیسے (۱) نعت خواں اسلامی کردار کا حامل ہو (۲) قرآن و حدیث کا ضروری حد تک عالم ہو (۳) نعتیہ سخن سے واقف ہو (۴) آواز میں سوز و گداز ہو (۵) حسن تصور رکھتا ہو (۶) پاک صاف ہو (۷) وسیع الظرف ہو۔ تیسرے حصے میں ان قباحتوں کا ذکر ہے جو عموماً نعت خوانوں میں پائی جاتی ہیں ان میں یہ نہیں ہونا چاہیے۔

(۱) نعت خوانی کا کاروبار نہ بنائیں اور اجرت طلب نہ کریں۔ (۲) بیک وقت کئی جگہ نعت خوانی کرنے کا وعدہ کر لیتے ہیں کہیں جاتے کہیں نہ جاتے (۳) سامعین سے نوٹ بٹورنا (۴) نعت کی شہرت سے فائدہ نہ اُٹھانا چاہیے (۵) نمود و نمائش، داد تحسین اور نام وری کی خواہش، غرض نعت خوانی کے کسی پہلو کو مضمون نگار نے تشنہ نہیں چھوڑا ویسے بھی موضوع بالکل نیا ہے پروفیسر افضال احمد انور نے بے باکی کے ساتھ تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

عرش صدیقی کی نعتیہ شاعری:

پروفیسر شوذب کاظمی اپنے مضمون ''عرش صدیقی کی نعتیہ شاعری'' میں بتایا ہے کہ اس مضمون میں انھوں نے عرش صدیقی کا عصر سوانحی خاکہ پیش کیا اور بتایا کہ وہ ادیب، شاعر، محقق اور نقاد کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ نعت عرش صدیقی کی شاعری کا نسبتاً کم معروف گوشہ ہے اپنے مضمون میں شوذب کاظمی نے عرش صدیقی کی نعت گوئی کے آغاز وارتقا سے بحث کی اور اُن کی چند نعتوں کے محرکات و موضوعات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے اُنھوں نے بتایا کہ عرش صدیقی کی پہلی مطبوعہ نعتیہ نظم، غیر مطبوعہ تحریروں کے مجموعے ''لفظ ہمارے'' کے نعت نمبر میں ص ۴۵، ۴۶ پر شائع ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ اُنھوں نے

عرش کی نعتیہ نظموں کو بیان بھی کیا ہے۔عرش صدیقی اپنے عقیدے، ایمان اور اس کے زیر اثر اپنی نعت گوئی میں بھی تقابل ادیان کو اہمیت دیتے ہیں۔

ملک منظور حسین منظور کی نعت گوئی:

ملک منظور حسین منظور کی نعت گوئی پر ڈاکٹر غفور شاہ قاسم نے روشنی ڈالی ہے۔ملک منظور جس کا تعلق میانوالی کے معروف قصبہ داؤد خیل سے ہے ڈاکٹر صاحب نے اُن کے دو شعری مجموعے ''جنگ نامہ اسلام'' اور ''ارمعان عقیدت'' کے بارے میں بتایا کہ ''جنگ نامہ اسلام''، منظور حسین منظور کی سب سے اہم شعری تصنیف ہے یہ طویل رزمیہ مثنوی تین جلدوں پر مشتمل ہے اس کے اشعار کی تعداد چار ہزار چھ سو اٹھاسی ہے۔اس کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں:

> ''یہ ایک ایسی بلند پایہ رزمیہ مثنوی ہے جس میں شاعر نے جملہ فنی لوازمات اور شعری محاسن کو پیش نظر رکھا ہے شاعر نے اس طویل نظم کے لیے ایک معرنم رواں دواں اور بزمیہ ظریفی بھی یز ج ثمن سالم کا انتخاب کیا ہے''۔[۲۶]

ملک منظور حسین منظور کی لکھی نعتوں کا ایک موضوع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات رہا ہے اُنھوں نے نعت کے دوسرے پہلوؤں کو بھی بیان کیا ہے۔

''جنگ نامہ اسلام'' غزوات نبوی پر مشتمل مکمل منظوم داستان رزم ہے مضمون نگار نے نمونے کے طور پر ''جنگ نامہ اسلام'' کے اشعار بھی پیش کیے اُن کا دوسرا نعتیہ مجموعہ ''ارمغان عقیدت'' ہے اس مجموعے میں اُردو کے ساتھ ساتھ اُن کا فارسی کلام بھی شامل ہے اس کا پیش لفظ ڈاکٹر محمد باقر رضوی نے لکھا اس حصے میں اُردو میں بیس اور حصہ فارسی میں چودہ نعتیں شامل ہیں اس میں اُنھوں نے نمونے کے طور پر اُن کی نعتیں بھی شامل کی ہیں ڈاکٹر غفور شاہ قاسم نے ملک منظور حسین منظور کے نعتیہ مجموعوں کا بڑی خوبصورتی کے ساتھ تعارف پیش کیا۔

امام احمد رضا کا تصور نعت ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا مضمون ہے جس میں انہوں نے امام احمد رضا خان بریلوی کے تصورات اور اُن کی نعت گوئی میں موجود حسن مضامین کو خراج پیش کرنے کے لیے یہ تحریر رقم کی ہے اُنھوں نے آیات قرآنی کے حوالہ سے نعت کی اہمیت واضح کی ہے اور امام احمد رضا کے بیان کے حوالہ سے بتلایا ہے کہ نعت لکھنا نہایت مشکل فن ہے چند واقعات ایسے بھی بیان کیے گئے ہیں جن میں امام رضا کے بعض لوگوں کے اشعار میں اصلاح کا انداز ملتا ہے۔مضمون کا بڑا حصہ نعت میں کئی مضامین کو شامل کیا جانا چاہیے پر منحصر ہے جو بیٔعر دامام احمد رضا خاں کے کلام میں ملتے ہیں مگر عمومیت سے مروج نہیں جیسے (۱) نعت عقیدت اور عقیدہ دونوں کا مظہر ہے۔(۲) اظہار عقیدت (۳) سیرت مصطفیٰ اور عظمت و بزرگی، (۴) اظہار عقائد، (۵) رحمۃ للعالمین، سید المرسلین، خاتمیت، (۶) اختیارات وتصرفات، (۷) معراج جسمانی، (۸) محاسبہ نفس۔ان سب مضامین کو ذیلی سرخی قرار دے کر ان کے تحت شاعر کے شعر درج کر دیے گئے ہیں۔آخر میں امام احمد رضا ''تصور نعت'' کی وضاحت میں دس نکات دیے گئے ہیں۔آخر میں امام احمد رضا کے ''تصور نعت'' کی وضاحت میں دس نکات دیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی ''علامہ فضل حق خیرآبادی کی عربی نعتیہ شاعری'' کے بارے میں بتاتے ہیں کہ یہ ہندوستان کے عربی نعت گوشعرا میں فضل حق خیرآبادی ایک اہم حیثیت رکھتے ہیں۔مضمون نگار نے ان کے سوانحی خاکہ کے بارے میں بتایا اور یہ بتایا کہ یہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں ان میں (۱) حاشیہ تلخیص الشفا (۲) حاشیہ شرح مسلم قاضی مبارک (۳) البدیہ سعدیہ (۴) رسالہ کلی طبعی (۹۵ مجموعہ القصاید وغیرہ ان کی بہترین کتب ہیں۔مضمون نگار نے ان کی نعتیہ شاعری کے بارے میں بتایا اس میں اُنھوں نے ان کے عربی کے نعتیہ اشعار بیان کیے پھر ان کا ترجمہ بھی ساتھ دیا تاکہ پڑھنے والے عام قاری ان کو سمجھ سکیں۔اُنھوں نے کئی نعتیہ قصائد لکھے اس کی پاداش میں علامہ کو طرح طرح کی اذیتوں سے گزرنا پڑا اپنے قصیدہ ''دالیہ'' میں بھی انگریزوں کی چیرہ دستی رقم کی گئی ہے ان کے نعتیہ قصائد کے بارے میں ڈاکٹر ابوسفیان کہتے ہیں کہ:

> ''علامہ خیرآبادی کے نعتیہ قصائد کا ایک بنیادی حسن یہ ہے کہ ایک ہی صفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف خوب صورت اور منفرد انداز میں پیش کرتے اوصاف رسول کے بارے میں بتایا کہ دنیا کے تمام محاسن اور محاصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں مجتمع ہو گئے ہیں''۔[۲۷]

مضمون نگار نے علامہ خیرآبادی کے نعتیہ قصائد کے موضوعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۲۰ میں پروفیسر افضال احمد انور کا مضمون ''سیماب اکبرآبادی کی نعت نگاری'' ہے۔حضرت علامہ عاق حسین سیماب اکبرآبادی اپنے دور کے جید عالم، مستند ادیب اور ایسے شاعر تھے جن کا طوطی پاک و ہند کے ہر گلستان سخن میں بولتا تھا ہزاروں شعرائے کرام نے اُن سے اصلاح لی ان کے بیٹے مظہر حسین صدیقی نے مختلف رسائل و جرائد میں شائع شدہ نعتیہ فن پاروں سے ان کا نعتیہ مجموعہ ''ساب حجاز'' کے نام سے ۱۹۸۴ء میں شائع کرایا۔مضمون نگار نے اس کے بارے میں تفصیل سے بتایا سیماب کی نعت کا ایک بہت بڑا وصف نعت کے لیے کھلی فضاؤں کا انتخاب ہے اُنھوں نے غزل کی ہئیت میں نعتیں کہی ہیں مضمون نگار نے ان کے نعتیہ غزل کے مضمون کے بارے میں بتایا سیماب اکبرآبادی نے مسمط کی ہئیت میں کامیاب نعت نگاری کی افضال احمد انور نے متعدد شعری مثالوں سے سیماب اکبرآبادی کی نعتیہ شاعری کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔

''ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کی نعت شناسی'' کے بارے میں ڈاکٹر سید محمد یحییٰ نشیط کا مضمون ''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۲۱ میں شائع ہوا۔اس میں ڈاکٹر صاحب نے پہلے ڈاکٹر رفیع الدین کے احوال و آثار کا بتایا ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اُردو میں ایم۔اے کیا اور پی۔ایچ۔ڈی کرنے کے لیے ''اُردو میں نعتیہ شاعری'' کو اپنی تحقیق کا موضوع ''نعتیہ شاعری'' پر لکھا گیا یہ برصغیر کا پہلا تحقیقی مقالہ ہے، بلکہ عربی فارسی میں بھی اس سے قبل نعتیہ ادب پر ایسی تحقیق نہیں ہوئی۔اس مقالے میں بقول مصنف اُردو کے نعت گو شعرا کا تذکرہ کیا گیا ہے، 'نعتیہ شاعری'' کے علاوہ سید رفیع الدین صاحب کا ایک اہم ادبی کارنامہ ''کشمکش '' ہے یہ ایک سماجی ڈرامہ ہے جو اُنھوں نے کالج کے نصاب کے لیے لکھا ''اُردو شاعری میں نعت'' کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو اُن کے نزدیک نعتیہ شاعری کے محرکات میں چند درج ذیل ہیں (۱) حب رسول، (۲) کمال خلق محمدی، (۳) احسان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم، (۴) شفاعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور فضیلت درود، (۵) عقیدت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مضمون نگار بہت تفصیل سے

اُن کی نعت شناسی کے بارے میں بتایا۔

''ڈاکٹر ریاض مجید کی نعت شناسی'' کے بارے میں پروفیسر محمد اکرم رضا نے بتایا کہ ڈاکٹر ریاض مجید کا شمار اُن سربلند شعرا اور نثر نگاروں میں ہوتا ہے جنھوں نے عصر حاضر میں اپنی صلاحیتوں کو خوب منوایا ہے ممتاز معیر نعتیہ جرائد و رسائل میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں ان کا نمایاں ترین کارنامہ ان کا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ ''اُردو میں نعت گوئی'' ہے یہ مقالہ ۷۱ے صفحات پر مشتمل ہے۔ جسے اقبال اکادمی پاکستان نے اسے شائع کیا ان کی نعت گوئی کے بارے میں مضمون نگار کہتے ہیں۔

> ''ریاض مجید لفظوں کا شاعر نہیں بلکہ اس کی نظر شعر کے باطنی حسن پر ہوتی ہے، کیوں کہ حقیقی حسن کے سوتے باطن سے ہی پھوٹتے ہیں۔اسے الفاظ بھی عزیز ہیں وہ الفاظ کا چناؤ سمجھ کر کرتا ہے''۔۲۸

اپنے اس مضمون میں پروفیسر محمد اکرم رضا نے مختلف اقتباسات ڈاکٹر ریاض مجید کے درج کیے جو اُنھوں نے مختلف کتابوں کے دیباچے میں لکھے ہیں۔

''محمد علی اثر کی حمدیہ و نعتیہ شاعری'' کی شاعری پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد نسیم الدین فریس نے بتایا ہے کہ پروفیسر محمد علی اثر کا شمار اُردو کے ممتاز محققوں میں ہوتا ہے دکنی زبان وادب، دکنی کے قدیم ادیبوں اور دکنی فنی پاروں کی حیثیت سے وہ برصغیر ہندوپاک کے سرکردہ ماہرین و کتابات میں گنے جاتے ہیں۔انھیں غزل اور نظم کے علاوہ دیر اصناف پر بھی دسترس حاصل ہے ڈاکٹر محمد نسیم الدین نے اُن کی شاعری کے پانچ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔جن کے نام اس طرح ہیں ''ملاقات''،''حرف نم دیدہ''، ''نعت رسول خدا''،''انوار خط روشن''،''خرابے میں روشنی''۔

ان کے حمدیہ شاعری کے مجموعے کا عنوان ''اللہ جل جلالہ'' چونکانے والا ہے ان کی حمدیہ شاعری میں ایک خاص قسم کے جوش وسرمستی اور کیف واثر کا احساس ہوتا ہے نمونے کے طور پر ڈاکٹر محمد نسیم نے ان کی کئی حمدیہ اشعار پیش کیے۔ پروفیسر محمد علی اثر کی حمد جذبات عقیدت، واردات قلب، مسائل حیات کا مرقع ہے۔ بلاشبہ ان کی حمدوں کا یہ مجموعہ اُردو کی حمدیہ شاعری میں ایک سدا بہار اور باوقار سرمائے کی حیثیت رکھتا ہے۔

سروسہارنپوری کی نعت گوئی:

سروسہارنورپ کی نعت گوئی کی نعت گوئی پر مضمون ''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۴۲ میں شائع ہوا۔اس ڈاکٹر عزیز احسن نے لکھا جس میں اُنھوں نے ''نعت رنگ'' کے قارئین کو سہارنپوری کی نعت گوئی کے متعلق معلومات فراہم کیں مضمون کے شروع میں نعت کے بارے میں بتایا پھر اُردو میں نعتیہ قصائد لکھنے کا آغاز کہاں سے ہوا اُس کے بارے میں بتایا سروسہارنپوری کے ہاں نعتیہ قصیدے کے ساتھ ساتھ خلفائے راشدین کے قصائد کا بھی اہتمام ہے ان کے بارے میں ڈاکٹر عزیز احسن کہتے ہیں کہ:

> ''سروسہارنپوری کے کلام میں تلمیحات کا نقشہ بڑا واضح ہے اس نظام تلمیحات نے ان کے کلا کو بڑا بلیغ بنا دیا ہے ان کے ہاں قرآن وحدیث کے حوالے بھی ہیں آثار صحابہ کرام رضوان للہ تعالیٰ علیہم کے نقوش بھی ہیں''۔۲۹

ان کے نعتیہ مجموعے ''زخمہ دل'' اور ''ثنائے خواجہ'' کے نام سے سامنے آئے ڈاکٹر عزیز احسن نے ان کے نعتیہ مجموعوں سے ان کے اشعار نقل کر کے بیان کیے۔

انشا کی نعتیہ شاعری:

ڈاکٹر سید تقی عابدی کا مضمون اس میں انشا کی نعتیہ شاعری کے بارے میں بتایا انشا اللہ خان انشا کی نعتیہ شاعری سے بہت کم لوگ واقف ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انشا کا نعتیہ کلام رسالوں، جریدوں اور اخباروں میں شائع نہیں ہوتا انا کی نعتیہ شاعری میں جمال، جلال، کمال، خصال کے اوصاف سے لبریز ہے ڈاکٹر سید تقی نے انا کے نعتیہ مخمس جو اکتیس بند کے سرکردہ ماہرین دکتبات میں گنے جاتے ہیں۔ انھیں غزل اور نظم کے علاوہ دیر اصناف پر بھی دسترس حاصل ہے ڈاکٹر محمد نسیم الدین نے اُن کی شاعری کے پانچ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ جن کے نام اس طرح ہیں ''ملاقات''، ''حرف نم دیدہ''، ''نعت رسول خدا''، ''انوار خط روشن''، ''خرابے میں روشنی''۔

ان کے حمدیہ شاعری کے مجموعے کا عنوان ''اللہ جل جلالہ'' چونکا نے والا ہے ان کی حمدیہ شاعری میں ایک خاص قسم کے جوش و سرمستی اور کیف و اثر کا احساس ہوتا ہے نمونے کے طور پر ڈاکٹر محمد نسیم نے ان کی کئی حمدیہ اشعار پیش کیے۔ پروفیسر محمد علی اثر کی حمد جذبات عقیدت، واردات قلب، مسائل حیات کا مرقع ہے۔ بلاشبہ ان کی حمدوں کا یہ مجموعہ اُردو کی حمدیہ شاعری میں ایک سدا بہار اور باوقار سرمائے کی حیثیت رکھتا ہے۔

سرو سہارنپوری کی نعت گوئی:

سرو سہارنپوری کی نعت گوئی پر مضمون ''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۲۴ میں شائع ہوا اسے ڈاکٹر عزیز احسن نے لکھا جس میں اُنھوں نے ''نعت رنگ'' کے قارئین کو سہارنپوری کی نعت گوئی کے متعلق معلومات فراہم کریں مضمون کے شروع میں نعت کے بارے میں بتایا پھر اُردو میں نعتیہ قصائد لکھنے کا آغاز کہاں سے ہوا اُس کے بارے میں بتایا سرو سہارنپوری کے ہاں نعتیہ قصیدے کے ساتھ ساتھ خلفائے راشدین کے قصائد کا بھی اہتمام ہے ان کے بارے میں ڈاکٹر عزیز احسن کہتے ہیں کہ:

> ''سرو سہارنپوری کے کلام میں تلمیحات کا نقشہ بڑا واضح ہے اس نظام تلمیحات نے ان کے کلا کو بڑا بلیغ بنا دیا ہے ان کے ہاں قرآن و حدیث کے حوالے بھی ہیں آثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نقوش بھی ہیں''۔۲۹

ان کے نعتیہ مجموعے ''زخمہ دل'' اور ''ثنائے خواجہ'' کے نام سے سامنے آئے ڈاکٹر عزیز احسن نے ان کے نعتیہ مجموعوں سے ان کے اشعار نقل کر کے بیان کیے۔

انشا کی نعتیہ شاعری:

ڈاکٹر سید تقی عابدی کا مضمون ہے۔ اس میں انشا کی نعتیہ شاعری کے بارے میں بتایا انشا اللہ خان انشا کی نعتیہ شاعری سے بہت کم لوگ واقف ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انشا کا نعتیہ کلام رسالوں، جریدوں اور اخباروں میں شائع نہیں ہوتا انشا کی نعتیہ

شاعری میں جمال، کمال، خصال کی اوصاف سے لبریز ہے ڈاکٹر سید تقی نے انشا کے نعتیہ مخمس جو اکتیس بند پر مشتمل ہے اُسے ڈاکٹر سید تقی نے لکھا اسی طرح انشا کا تیسرا نعتیہ مخمس فارسی میں ہے اس مخمس میں سات بند ہیں۔ انشا کے کلیات میں نعتیہ رباعیات بھی ملتی ہیں۔

تابش دہلوی نے ''**حنیف اسعدی** کی نعت گوئی کے بارے میں بتایا ان کا یہ مضمون اپنے ہم عصر شاعر حنیف اسعدی کے نعتیہ کلام پر تبصرہ ہے جو مختصر ہے اس کے باوجود تقریباً دو صفحے اسلامی عقائد اور نعت گوئی کے لوازمات پر بحث میں صرف کر دیے گئے ہیں۔ یہ اہم اجزا ضرور ہیں لیکن اکثر تحریروں میں اس کثرت سے بیان ہوئے ہیں کہ ان میں نیا پن باقی نہیں رہا۔

تابش دہلوی نے حنیف اسعدی کے اشعار نقل کرتے ہوئے زیادہ تر ان کی تفہیم کی کوشش کی ہے۔ خصوصیات کلام کی نشاندہی کی جانب توجہ نہیں کی جن موضوعات پر شاعر نے اظہار خیال کیا ہے۔ ان میں عبدیت کے بعد رسالت کا مرتبہ ہے۔ رسالت میں بھی عبدیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہ مضمون حنیف اسعدی کی نعت گوئی کے سرسری جائزہ کی نوعت کا ہے۔

ڈاکٹر تحسین فراقی نے **جعفر بلوچ** کے مجموعہ نعت ''بعیت'' پر اظہار خیال کیا ہے۔ ''بیعت'' جعفر بلوچ کا مجموعہ نعت ہے زیر نظر مضمون میں اس پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ کتاب کا نام غماز ہے کہ شاعر بیعت مجازی کے بجائے بیعت حقیقی کا قائل اور اپنی دانست میں اس سے سرفراز ہے اپنے اشعار میں وہ شہ اُمم اور ان کے دست مبارک کا ذکر کیا ہے۔

اُنھی ہاتھوں کی کی ہے میں نے بیعت
اُنھی سے ہوں گیراندوز رحمت
مری روداد شوق انگیز ہے یہ
مری بیعت کی دستاویز ہے یہ (بیعت)

بظاہر یہ خیال نیا ہے لیکن غور فرماتے تو بیعت مجازی سے بیعت معنوی تک ایک ہی حقیقت ہے۔ تحسین فراقی نے جعفر بلوچ کی نعت گوئی کی کئی جہت آشکار کی ہیں۔ ان کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ''بیعت'' کا غائر نظر سے مطالعہ کیا ہے اور کلام کی خصوصیات کو توجہ سے چن لیا ہے۔ تحسین فراقی نے ''بیعت'' کا مناسب عارف کروایا ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد خصوصیات کی تلاش میں مجموعہ کو پڑھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

اُردو نعت میں شانِ الوہیت کا استخفاف:

رشید وارثی نے اس مضمون کی تمہید میں تنقید کی تعریف وتشریح بھی کی ہے وہ مغرب کے زیر اثر مروجہ اصول تنقید کو مسترد کرتے ہیں کیوں کہ نعت کے بارے میں یہ اُصول قطعی نامناسب اور بے کار ہیں۔ ان کا ادعا ہے کہ نعت کی معنوی تنقید ہی ہوسکتی ہے۔ تنقید میں مضمون کو دیکھا جائے انداز بیان الفاظ کی تراکیب کے استعمال، روزمرہ محاورہ کی بے ساختگی وغیرہ وغیرہ بے معنی ہیں۔ اس اُصول کے تحت انہوں نے اپنا مضمون لکھا رشید وارثی کو جن موضوعات سے اختلاف اور جن پر اعتراض ہے وہ ہیں۔

(ا) حضور کی تعریف کرتے ہوئے انہیں ذات وصفات باری تعالی کی تمثیل قرار دینا مناسب نہیں

(۲) ایسی بات شعر میں نہ کی جائیں جس سے کلام الٰہی کی تنقیص ہو (۳) خدائے مجبور کا تصور (۴) خدائے فانی کا تصور (۵) خدا کے حاجت مند ہونے کا تصور (۶) خدا کے محکوم ہونے کا تصور (۷) شان کریمی کے منافی تصور (۸) تجاہل عارفانہ (۹) احمد بے میم کی غلط توجیہ ان تمام نکات کی وضاحت میں اشعار کے حوالہ سے بات کی گئی ہے۔

مضمون زیر بحث میں پروفیسر عاصی کرنالی کے چند اشعار کو شان الوہیت کے استخفاف میں شمار کیا گیا ہے۔ یہ مضمون نعت پڑھنے والوں کے لیے افادیت کا حامل ہے۔

اُردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کے اثرات:

عاصی کرنالی کا مضمون ہے اپنے اس مضمون میں جو ان کے پی ایچ ڈی کے مقالہ کا موضوع یہی ہے جو اس مضمون کا ہے۔ عاصی کرنالی نے عنوان سے جو امید بندھی تھی وہ مضمون کے مشمولات سے پوری نہ ہو سکی۔ فارسی شعری روایت نے اُردو لغت اور حمد پر صرف بحور اور اوزان کی حد تک تو اثرات مرتب نہیں کیے معانی، مضامین، تراکیب، تلمیحات اور بیان و بدیع کی بیسوں صورتیں ہیں جن سے ہمارا حمدیہ و نعتیہ شعری ادب متاثر ہوا ہے۔ عاصی کرنالی نے مختلف بحور اور اوزان کے بارے میں بتلایا ہے۔ یہ بحور فارسی میں بھی رائج رہی ہیں اور اُردو کے شاعروں نے بھی انہی کی پیروی کی ہے عاصی کرنالی نے جس انداز میں اُردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کے اثرات کے عنوان سے پیش کیا وہ قابل ستائش ہے۔

حافظ ہشام علی کی نعتیہ شاعری کے بارے میں **ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی** نے بتایا کہ ہشام مورخ مدینہ علی حافظ کے صاحبزادے عربی کے مشہور شاعر ہیں۔ نعت گوئی کی سعادت سے بہرہ اندوز ہیں۔ ان کا نعتیہ دیوان **''احبک' احبک' احبک یا حبیبی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''** ان کے زیر مطالعہ رہا ہے۔ وہ اس سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ اُنھوں نے بے ساختہ ایک تاثراتی مضمون قلم بند کر دیا۔ ڈاکٹر کشفی کتاب کے نام اور اس میں شامل نظموں سے یکساں متاثر نظر آتے ہیں۔ وہ شاعر کے فضلیتوں پر بھی نظر رکھتے ہیں شاعر وہ ہے جس نے مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آنکھیں کھولیں اپنا بچپن گزارا اور عمر کی کئی منزلیں طے کیں اصل میں تعریف صرف شاعر کی نہیں ہے اسے جس واسطے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اس کی توصیف کی گئی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مضمون نگار کے دل میں مدینہ کی کتنی محبت اور اس کا کتنا احترام سمایا ہوا ہے کہ اس کی نسبت سے ہر کوئی بلند و بالا ہو جاتا ہے۔ چناں چہ پورا ایک پیرا گراف اُنھوں نے مدینہ کی تعریف میں لکھ دیا ہے۔

مذکورہ نعتیہ دیوان میں ہشام کی کئی نظمیں شامل ہیں لیکن سب ایک ہی کیف اور رنگ میں ہیں۔ مضمون نگار کو ان میں معنوی ربط نظر آتا ہے۔ وہ شاعر کی تعریف کرتے ہیں کہ اس نے مختلف پہلوؤں اور تناظروں میں حضرت محمد مصطفٰی احمد مجتبٰی کی ثنا خوانی کی ہے۔

دبستان کراچی کی نعتیہ شاعری:

قیام پاکستان سے قبل بھی ایسے لوگ موجود تھے جن کا ذریعہ اُردو تھا اگرچہ ان کی تعداد برائے نام لکھی، ان میں افسر امروہی، محمود رضویہ، آصف جاہ کاروانی، علی محمد راشدی کے نام ناقابل فراموش ہیں۔ قیامت پاکستان کے بعد بھارت سے بے خانماں برباد

مسلمانوں کی آمد کا جو سلسلہ شروع ہوا۔ان میں نامی گرامی شاعری بھی تھے۔وہ سب یوں آتے گئے کہ اُردو کا کاروان بنتا گیا۔ان میں چند نعت گو بھی تھے۔ان میں مضمون نگار نے خصوصیت سے مولانا اکبر وارثی کا ذکر کیا جن کا سلام ''یا نبی سلام علیک'' برصغیر کی فضاؤں میں گونجا ن تھا۔ان کے علاوہ مضمون نگار نے بے شمار شعرا کے نام تحریر کیے ہیں۔جنہوں نے کراچی میں مستقل قیام رکھا۔ جہاں تک نعتیہ کلام کی نہج ہے مضمون نگار نے جو حسن جمال، کمال اور توازن کی آخری مثال ذات اقدس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرار دی ہے۔وہ نعت میں بھی ان صفات کی قائل ہیں اور جو شعرا ان امور کو مدنظر رکھتے ہیں۔ان کو حسن بیان سے تائید حاصل ہے۔صبیح رحمانی نے دبستان کراچی کے نعت گو شعرا کے کلام میں ایک خصوصیت اظہار کے طریقوں میں تنوع میں ہیئت کے طریقوں میں تنوع کو قرار ردیا ہے۔اور تنوع میں ہیئت ظاہری کو اہمیت دیتے ہوئے آزاد نظم، دوہے، سانیٹ، قصیدہ، مسدس وغیرہ اصناف میں شاعروں کے کلام کا ذکر کیا ہے۔اس کے علاوہ اظہار کا تنوع یوں بھی آزمایا گیا کہ اسمائے الٰہی اور اسمائے نبی کو ردیف بنا کر شعر کہے گئے۔صوفی مزاج شاعروں نے اپنے صوفیانہ مزاج کے مطابق مضمون آفیرنی کی، مضمون نگار نے کراچی کی اہمیت۔ اس اعتبار سے بڑھاتی ہے کہ یہاں نعت گو شعراء کی تعداد غیر معمولی ہے۔اور نعت گوئی یہاں کے ادبی کلچر کا حصہ بن چکی ہے۔

مضمون تعارفی نوعیت کا ہے۔اس سلسلہ میں تفصیلی کام کی ضرورت ہے تاکہ کراچی کی اہمیت اور حیثیت واضح ہو سکے۔یہ مضمون قارئین کی پسندیدگی کا باعث ہوا ہے۔اس مضمون کی وجہ سے بزرگ اور معروف شعرائے کرام کے علاوہ ایسے شعرا کے بارے میں بھی پتا چلا کہ ان کا تعلق کراچی سے ہے کچھ نوجوان شعرا کے نام بھی نظر سے گزرے جن کے بارے میں معلومات نہیں تھیں مضمون کے ذریعے منظر عام پر آئیں۔

حافظ منیر الدین احمد منیر سندیلوی کی نعتیہ شاعری:

حافظ منیر الدین احمد منیر سندیلوی کی نعتیہ شاعری کے بارے میں سلیم فاروقی نے بتایا کہ جن شعرا نے زندگی بھر نعت گوئی کی ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کے نام اور کلام کے نمونے تاریخ اور تذکروں میں محفوظ ہیں۔اس کے ساتھ ایسے لاتعداد شاعر ہیں جو گوشہ گم نامی میں چلے گئے ہیں۔ان گم نام ہو جانے والے شاعروں کو سلیم اختر نے سہ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ایک وہ جو زندگی بھر نعت کہتے رہے۔بیاضوں میں لکھتے رہے۔ان کو کلام سنانے سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ان کی وفات کے بعد ان کی بیاضوں کا پتہ ملا تو معلوم ہوا وہ بڑے قادر الکلام شاعر تھے۔

دوسرے وہ جو شعری نشستوں میں اپنا کلام پڑھتے لیکن رسائل میں شائع کروانے سے گریز کرتے۔تیسرے وہ جن کا کلام بار بار چھپا۔وہ زندگی میں مشہور رہے۔بعد فوت فراموش کر دیے گئے۔سلیم اختر نے ابتدائی کلمات کے بعد منیر سندیلوی کو بھی گم نام شاعروں میں شمار کیا ہے۔حالاں کہ ان کی زندگی میں ان کے چار مجموعے شائع ہو چکے تھے۔سلیم فاروقی نے منیر سندیلوی کے حالات زندگی پر بھی روشنی ڈالی ہے۔جس سے معلوم ہوا ہے۔کہ وہ ۱۸۶۴ء میں ساگر پیدا ہوئے۔ان کے والد حافظ نذیر الدین احمد اپنے زمانہ کے نامور وکیل تھے منیر سندیلوی نے بھی ملک میں تعلیم ختم کرنے کے بعد انگلستان کا رخ کیا اور بیرسٹی کی سند حاصل

کی۔۱۹۳۳ء میں ان کا انتقال ہوا۔ان کے اوصاف کمال تھے۔انہیں شعروسخن سے فطری لگاؤ تھا کسی زمانے میں ان کا کلام بے حد مقبول ہوا۔ بعد میں ایسا بھی ہوا کہ ان کا کلام دوسروں سے منسوب ہوکر شائع ہوتا ہے۔ان کے اشعار ریڈیو پاکستان سے شعری بھوپالی کے نام سے نشر ہوتے رہے منیر کے چار مجموعہ ''**سراج المنیر**'' کے نام سے ان کی زندگی میں شائع ہو چکے تھے۔ان کے علاوہ بندوں پر محیط ''**مسدس نعتیہ**'' بھی کتابی صورت میں چھپا تھا۔ان کی شاعری کے موضوعات میں مناقب،عشقیہ کلام اور نظمیں ہیں منیر کی شاعری کے بارے میں مفتی حافظ نوراللہ مولوی حکیم محمد مظہر الباری امروہی،ضیاء عباس ہاشمی کی آراء تحریر کرنے کے بعد منیر کے اشعار کے طویل اقتباسات برائے نام تبصرے کے ساتھ نقل کر دیے ہیں۔ایک گم نام شاعر کے نام زندہ کرنے اور ان کے کلام کو بازیافت کرنے کے حوالے سے ایک اہم کوشش قرار دیا جاتا ہے۔

نعت خوانی کے آداب اور اصلاح احوال ومتلعقات:

پروفیسر افضال احمد انور کا طویل مضمون کئی اہم پہلو سمیٹے ہوئے ہے۔نعت کہنے والا نعت گو اور نعت کو خوش اطانی سے محفل میں پڑھنے والا نعت خواں ہوتا ہے۔ان میں امتیاز کرنا مشکل ہے دونوں کی اہمیت اپنی اپنی جگہ مسلم ہے۔مضمون کا پہلا حصہ اسی بحث سے متعلق ہے۔دو درجن اہل علم کی آراء کے ذریعہ نعت گوئی اور نعت خوانی کے حسن کو اجاگر کیا ہے۔نعت شاعر کے جذبہ کی ترجمان ہے تو نعت خواں اس جذبے کو عام کرنے کا سبب ہوتا ہے۔دراصل دونوں تبلیغ کا فرض ادا کرتے ہیں۔مختلف آرا پیش کرنے،ان پر تبصرہ کرنے کے بعد مضمون نگار نے اپنی یہ رائے دی ہے کہ اور نعت گوئی اور نعت خوانی ایمان وعقیدت کے ایک ہی آسمان کے شمس وقمر ہیں۔مضمون کے دوسرے حصے میں ان صفات سے بحث کی گئی ہے۔جو نعت خواں میں ہونا چاہیے۔جسے (۱) نعت خواں اسلمی کردار کا حامل ہو۔(۲) قرآن وحدیث کا ضروری حد تک علم ہو،(۳) نعتیہ سخن سے واقف ہو۔(۴) آواز میں سوز وگداز ہو،(۵) انتخاب نعت میں ذمہ دار ہو،(۶) حسن تصور رکھتا ہو،(۷) عجز وانکسار سے کام لے،(۸) پاک صاف ہو،(۹) اکل حلال پر گزارہ کرتا ہو،(۱۰) وسیع الظرف ہو۔(۱۱) حضور کے نام نامی کے ساتھ درود پڑھتا جائے۔تیسرے حصے میں ان قباحتوں کا ذکر ہے جو عموماً نعت خوانوں میں پائی جاتی ہے ان میں یہ نہیں ہونا چاہیے۔(۱) نعت خوانی کو کاروبار نہ بنائیں اجرت طلب نہ کریں ۲۰) بیک وقت کئی جگہ نعت خوانی کرنے کا وعدہ کر لیتے ہیں لیکن کہیں جاتے ہیں اور کہیں نہیں جاتے (۳) سامعین سے لوٹ بٹورنا (۴) نعت خوانی کی شہرت سے فائدہ نہ اٹھانا چاہیے۔(۵) نمود ونمائش، داد وتحسین اور نام وری کی خواہش نہ کریں۔

غرض نعت خوانی کے کسی پہلو کو مضمون نگار نے تشنہ نہیں چھوڑا۔ ویسے بھی موضوع بالکل نیا ہے لوگوں نے تمام باتیں معاشرے میں دیکھی ہوں گی لیکن بوجہ احتیاط ان کے تذکرے سے گریز کرتے رہے۔ پروفیسر افضال احمد انور نے حق گوئی اور بے باکی کے ساتھ تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

نعوت قرآن اور شاعری:

مولانا شاہ محمد تبریزی اپنے اس مضمون کے آغاز شاعری کے جواز اور عدم جواز کے بحث سے ہوا ہے۔انہوں نے قرآن مجید کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایام جہالت کی طرز شاعری کی مذمت کی گئی ہے کیوں کہ ان شاعروں کی پیروی گمراہ کرتی ہے۔ وہ وادیوں میں سرگرداں رہتے ہیں۔ وہ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ جہاں اللہ رب ذوالجلال نے شاعری کو برا اور مکروہ صفت قرار دیا ہے۔ وہیں رسول خدا نے بھی اسے ناپسندیدہ فعل گردانا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے اور ستھرے اشعار کی تعریف بھی فرماتے۔عمدہ اشعار سماعت فرماتے تو اظہار پسندیدگی کرتے۔حضرت حسان بن ثابت کی آپ نے ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمائی اور ان کے اشعار کو کفار کے مقابلے میں ہتھیار کا رجدہ دیا۔حضور کے زمانے میں جس بات کو شاعری میں پسند کیا گیا وہ ہجو تھی۔ایسی ہجو جو اخلاقیات سے گری ہوئی ہو۔مغلظات سے خالی ہو اور صرف مذمت کی حد میں ہو،صحابہ کرام کی محبت سے سرشار تھے۔انہوں نے نعت میں اپنے جذبات دلی بیان کرنے میں کسی مبالغہ کے استعمال کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا۔ پھر بھی ان کا کلام جاذبیت اور دلچسپی میں درجہ کمال پر ہے۔مضمون نگار نے لکھا ہے کہ حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن زبیر، حضرت عبداللہ سلام سے لے کر تا حال یہ سلسلہ جاری ہے جس طرح اسلام پھیلتا جاتا ہے اسی طرح یہ فن اپنے شباب کو پاتا ہے۔

مضمون نگار کے پیش نظر زیادہ تر عربی کا کلام ہے۔انہوں نے اس کلام کو قرآن، حدیث اور اقوال بزرگان دین کے پیمانے سے جانچا، اور صداقت گوئی کا اعتراف کیا ہے۔غیر عربی دان کے لیے مضمون ایک رہنما قدر رکھتا ہے۔

فیصل آباد کا نعتیہ منظر نامہ:

شبیر احمد قادری کا مضمون ہے مضمون نگار کا دعویٰ ہے۔کہ فیصل آباد، پاکستان کا تیسرا بڑا شہر ہے۔یہ بنیادی طور پر زرخیز زرعی شہر ہے۔جتنی زرخیز یہاں کی زمین ہے۔اس سے زیادہ زرخیز زمین شاعری ہے کہ ملک کے کئی نامور نعت گو شاعروں کا تعلق اسی شہر سے ہے۔ یہاں نہ صرف تخلیقی کام ہوا ہے۔، بلکہ تحقیق میں بھی وہ بہت آگے ہے۔فیصل آباد کی عام بولی جانے والی زبان پنجابی ہے۔اسی کے ساتھ لوگ اُردو بلکہ فارسی، عربی اور انگریزی سے بھی بیگانہ نہیں۔ان زبانوں میں بھی نعتیہ ادب تخلیق ہوا۔تحقیق کے حوالے سے ڈاکٹر ریاض عبید، ڈاکٹر محمد اسحاق اور ڈاکٹر مظفر عالم جاوید کے نام جانے پہچانے ہیں۔ جنہوں نے نعت کے موضوعات پر کام کر کے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔مضمون نگار نے فیصل آباد ہی کی نہیں فیصل آباد کے نعت گو شاعروں کی بھی خوب تعریف کی ہے اور وہاں کے شاعروں میں خلیق قریشی، منظور احمد منظور، حافظ لدھیانوی، ریاض مجید، مسرور بدایونی، محمد افضل خاکسار، کوثر علی کے مختصر حالات بیان کرتے ہوئے نمونے کے اشعار بھی درج کیے ہیں۔ان میں کئی ایک ایوان نعت کے اہم ستون کا درجہ رکھتے ہیں۔حافظ لدھیانوی دو درجن سے زائد نعتیہ مجموعوں کے خالق ہیں۔ریاض مجید نعت گو بھی ہیں اور صنف پر تحقیقی کام بھی کر چکے ہیں۔مضمون کے آخر حصہ میں چند شاعروں کے نام اور ان کے ایک ایک شعر پر اکتفا کیا ہے۔

عرفان بجنوری کی نعت گوئی:

کے بارے میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے بتایا اُردو میں تنقید کے نام پر جو رویہ عام ہے۔ یہ مضمون اسی طرز کا قرار پاتا ہے۔اُردو

کے نقاد کا یہ کمال ہے کہ وہ جب چاہے کسی مسلم الثبوت اُستاد کو قصر مذلت میں پہنچا دے اور جس کو چاہے آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دے۔ عرفان بجنوری کے بارے میں زیرِ نظر مضمون سے معلوم ہوا کہ شعری مجموعہ ''احتساب'' ان کی ملکیت، ہے جس میں عباراتی نظموں کی کثرت ہے یہ مجموعہ ''بھانت بھانت'' کے موضوعات پر مشتمل ہے۔ مضمون کا انداز یہ ہے کہ اشعار اور پھر ان کی تعریف عرفان محترم نے سرکار علیہ السلام کے اس خلق عظیم اور اسوۂ حسین کو بہت ہی خوبصورت انداز میں پیش کیا۔ احتساب میں شامل نعتوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا بیان بڑے ہی شاعرانہ مگر مبالغہ آرائی کے بغیر حق وصداقت کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

علیم صبا نویدی کا فن نعت گوئی:

ڈاکٹر سید سجاد حسین نے ان کی نعت گوئی کے بارے میں بتایا علیم صبا نویدی کا بھارت کے اس علاقہ سے تعلق ہے جس کی عام بولی جانے والی زبان اُردو نہیں ہے۔ اس علاقہ کو تاریخ میں مدراس کہا جاتا ہے۔ جب کہ موجودہ دور میں اس کا نام بدل کر تامل ناڈو رکھ دیا گیا ہے۔ تامل وہاں کی خاص زبان ہے۔ اس کے بعض علاقوں میں مسلمانوں کی حکومت رہی ہے جیسے ارکاٹ میں، لیکن مسلمان وہاں کبھی اکثریت میں نہیں رہے۔ باوجود اس کے ان کے مذہب اور تہذیب کے آثار سے یہ علاقہ بھی خالی نہیں ہے۔ ڈاکٹر سید سجاد حسین نے دور جدید کے شاعر علیم صبا نویدی کی نعت گوئی کو موضوع بنایا ہے۔ لیکن مضمون سے قبل صوبہ تامل ناڈو میں اُردو شاعری کے نقوش واضح کرنے کی سعی کی ہے۔ وہ وہاں اُردو شاعری کی روایت اور تاریخ کو پرانی قرار دیتے ہیں اور متقدمین میں، ذوقی، لطیف رکاٹی کے نام گنائے ہیں۔ وہاں تمام اصناف سخن پر طبع آزمائی کرنے والے شاعر گزرے ہیں۔ لیکن دیگر علاقوں کی طرح وہاں بھی غزل گوئی عام رہی۔ مضمون نگار نے غزل کے شاعروں کی ایک طویل فہرست درج کی ہے۔ جن کے کلام میں باضابطہ نعت گوئی نہیں ملتی۔ البتہ چیدہ چیدہ نعتیہ اشعار ملتے ہیں جو شاعرانہ نکتہ نظر سے اہمیت نہیں رکھتے۔ صرف اظہار عقیدہ یا تبرک کے طور پر کیے جاتے تھے۔ ایسے چند ہی شاعر یہی ملتے ہیں جنھوں نے نعت گوئی پر تمام تر توجہ مبذول کی اور نعتیہ کلام کے مجموعے شاءع کیے۔ ان میں علیم صبا کو بھی شامل ہیں انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری کے مجموعے شائع کر کے ایک نعت گو شاعر کی حیثیت سے اپنا مقام تسلیم کروالیا ہے۔ مضمون نگار نے ان کے نعتیہ کلام کے مجموعوں کی فہرست سال اشاعت کی ترتیب سے درج کی ہے۔ ''ترسیلے'' نظموں اور نعتیہ ہائیکو کا مجموعہ مطبوعہ ۱۹۸۶ء، ''شعاع مشرق'' نعتیہ ہائیکو نظموں کا مطبوعہ ۱۹۸۷ء۔ ان میں سے چند مجموعوں میں شامل کلام کی خصوصیات کو مضمون میں اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ شاعر کی بڑی خصوصیت نئی نئی اضافہ اصناف میں نعت گوئی کے تجربوں کو بتلایا گیا ہے۔ چناں چہ ہائیکو، سانیٹ، آزاد نظم، نثری نظم، آزاد غزل میں ان کے تجربے شامل ہیں۔ مضمون نگار نے حوالہ کے اشعار زیادہ نہیں دیے۔ اور ہر صنف کے نمونے دینے سے بھی گریز کیا ہے۔

علیم ناصری کی نعت گوئی:

پروفیسر جعفر بلوچ نے اپنے معاصر نعت گو کا تعارف ان کی تصانیف کے ذریعہ کروایا ہے کہ وہ ''شاہ نامہ بالاکوٹ'' کی چار ضخیم

جلدوں کے مصنف ماہنامہ ''الاعقام'' لاہور کی مجلس ادارت کے رکن رکین ہیں اور ان کا نعتیہ مجموعہ کلام ''طلع البدر علینا'' بھی شائع ہوا ہے علیم ناصری کی نعت گوئی کی خصوصیت کے ضمن میں انہوں نے جن باتوں کی نشاندہی کی ہے۔ان میں سے ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ علیم ناصری نظریہ نعت گوئی کے حامل ہیں اور اس کا حوالہ اکثر اشعار میں دیتے ہیں۔

ان کے مضامین شعری کی بنیاد قرآن وحدیث اور دیگر علمی حوالوں پر ہے۔قرآنی نقطیات واصطلاحات پر عبور رکھتے ہیں۔اور ان کو اپنے اشعار میں کمال ہنر مندی سے برتتے ہیں۔جعفر بلوچ نے مجموعہ کلام سے بڑا تاثر یہ لیا ہے کہ وہ ''اقبالی'' شاعر نہیں ہیں لیکن ان کی فکر و اسلوبیات کا اثر ضرور قبول کیا ہے۔وہ اقبال کی لفظیات اور اصطلاحات سے بھی کام لیتے ہیں ساتھ ہی ان کا خیال ہے کہ علیم کے وسعت مطالعہ تخلیقی اپچ اور بعض دیگر عناصر نے حضرت علامہ اقبال سے جناب علیم ناصری کی اثر پذیری نکال کر ایک مؤثر تخلیقی تجربہ بنا دیا ہے۔وہ علیم ناصری کی نظم ''موج راوی''، میں اقبال کی نظم ''مسجد قرطبہ'' کا پرتو بھی دیکھتے ہیں جعفر بلوچ کی رائے میں اس مجموعہ میں علیم ناصری کی مہارت فن عروض اور قدرت کلام کا واضح ثبوت ملتا ہے۔انہوں نے مشکل زمینوں میں بھی خوب داد سخن دی ہے وہ اپنے موضوعات کے لیے متناسب شعری اسلوب بڑی خوش روانی اور ہنر مندی سے تراشتے ہیں۔ غرض انہوں نے ایک اچھے مبصر کی طرح کتاب کے تعارف اور شاعر کے انداز سخن پر رائے دینے کا حق ادا کیا ہے۔

بشیر رحمانی کا کیف حضوری:

انور سدید ڈاکٹر کا مضمون ہے بشیر رحمانی نوجوان شاعر ہیں جن کو ذوقی مظفر نگری کی شاگردی حامل ہوئی نعت کے لیے جس عقیدت، محبت اور خود سپردگی کی ضرورت ہوتی ہے۔وہ بشیر رحمانی کے پاس ہے انور سدید نے بشیر رحمانی کا مجموعہ نعت ''بشارتیں'' دیکھا اور اس سے متاثر ہو کر یہ مضمون لکھا بشیر رحمانی کی نعت کی خوبی ان کا عجز وانکسار ہے۔وہ دنیا کے مصنوعی خداؤں کے سامنے اپنی خودی اور خودداری کو بلند رکھتے ہیں۔کہیں نبی کریم نام گرامی آئے تو ان کی توصیف و مدح میں زمزمہ خواں ہوتے ہیں۔انور سدید نے بشیر رحمانی کی نعتوں میں تبلیغی عنصر بھی تلاش کیا ہے۔اور اس ضمن نے چند اشعار کا حوالہ بھی دیا ہے۔بشیر رحمانی کے اس زاویہ نظر کو بھی انہوں نے نمایاں کیا ہے کہ وہ مصیبت کے اس دور میں اپنی عرض حضور نبی آخر کے حضور میں پیش کرتے ہیں۔انور سدید کا مضمون ''تقریظ'' کی نوعیت ہے لیکن اندازہ ہے کہ اس میں بے جا حمایت یا تعریف نہیں ہے۔بشیر رحمانی کے بعض اشعار یا سے ہیں جن کو پڑھ کر خیال ہوتا ہے کہ ان کی ہمت افزائی اسی طرح ہوتی رہے تو وہ نام پیدا کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

غزل میں نعت کی جلوگری:

احمد صغیر صدیقی نے اپنے وسیع مطالعہ کے بعد ایک خیال منقبط کر لیا ہے کہ غزل کا ہر شعر جو عام سطح سے بلند ہو وہ اسے نعت قرار دیتے ہیں۔یہ ایک انفرادی رجحان ہے اور اس پر اعتراض کی کوئی بات نہیں شعر میں خیال کتنا ہی ارفع اعلیٰ کیوں نہ ہو اور شعر کی سطح غزل کے عام شعر سے بلند ہی کیوں نہ ہو شعر کے الفاظ پر غور کرنا ہوگا کہ ان کی اشارہ مجاز کی طرح واضح ہے۔یا نہیں اور تیسری بات یہ کے شاعری کا مجموعی مزاج کیا ہے۔وہ مضامین مجاز کے بیان کی بنا پر یاد کیا جانا ہے۔یا تصوف اور حقیقت کا رنگ اس کے

کلام کے غالب حصے میں موجود ہیں۔

ان باتوں کو پیشِ نظر رکھے بغیر کسی شعر پر نعت کا حکم لگانا مناسب نہیں۔ احمد صغیر صدیقی نے یہ بھی درست تحریر کیا کہ غزلیہ اشعار میں شاعر نے اپنے کسی محبوب کی تعریف کی ہو کوئی ایسی صفت نظر آئے کہ آپ اسے نعتیہ شعر کے خانہ میں ڈالنا پسند کریں تو یہ آپنا کا اپنا معاملہ ہے احمد صغیر صدیقی نے جن اشعار کو نعت نہیں مانا۔ ان میں ایک دو شعر ایسے بھی ہیں جن کو ذہن اور دل بھی نعت کے مانتے ہیں مثلاً غالب کا یہ شعر ہے

کرتے ہو منع مجھ کو قدم بوسی کس لیے

کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں میں (غالب)

شاعر نے کسی سے قدم چومنے کی اجازت چاہی جو اس کی مزحمت نہیں کی گئی شاعر جانتا ہے کوئی اور ہے جسے ذات والا صفات نے قدم چومنے سے منع نہیں کیا۔ اس پر شاعر سوال کرتا ہے کیا آپ مجھے آسمان کے برابر نہیں سمجھتے۔ آسمان کے برابر ہوتا۔ ایک عام انداز بیان ہے۔ غالب اپنے شاعرانہ مرتبہ کے بارے میں ہمیشہ مبالغہ سے کام لیتا ہے۔ اسی انداز میں انہوں نے اپنے آسمان کے برابر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

اب سوال یہ ہے آسمان نے کس کے قدم چومے تو ہماری معلومات کے مطابق آسمان کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی برکت سے نصیب ہوا۔ حضور جب معراج پر تشریف لے گئے تو ان کے قدم پر آسمان سے مس ہوئے۔ گویا انہوں نے آسمان کو قدم بوس ہونے کی اجازت دے دی تھی۔ اب شاعر آپ کا قدم چومنا چاہتا ہے تو آپ منع کیوں کر رہے ہیں کیا غالب کے شاعرانہ مرتبہ کو آسمان سے کمتر سمجھتے ہیں میرے خیال میں اس میں ابہام کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ البتہ فیض کے کئی اشعار اور سراج الدین ظفر کے ایک شعر کے بارے میں احمد صغیر صدیقی نے جو خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ سراسر مجاز ہیں۔ ان اشعار کی لفظیات کی بنا پر ہم ان سے متفق ہے۔

غالب کی اُردو شاعری میں مضامینِ نعت کا فقدان:

عزیز احسن اپنے اس مضمون میں بتاتے ہیں کہ غالب کی شاعری میں نعت کے مضامین کا فقدان ہے۔ غالب غزل کا شاعر ہے۔ اس نے ''باضابطہ'' نعت اُردو میں ہین کی البتہ غزلوں میں ایسے اشعار ملتے ہیں جن کو نعتیہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس حقیقت کی دریافت عزیز احسن نے کہا کہ اس رویہ سے غالب کی تخلیقی منہاج کی یہ کمزوری سامنے آتی ہے کہ وہ رسالت کے جذبے کو جزو ہنر بنانے سے ''قاصر'' تھا اس لیے اس نے قافیہ کی سہولت اور مضمون کی بے ارادہ بنت کو کم از کم نعتیہ مضامین کی حد تک غزل میں آمد ہی کو کافی سمجھا کوئی شاعری کسی مضمون کو بیان نہ کرے تو اس کی وجہ بھی اس کے پاس ہوگی۔ غالب جیسے شاعر کوئی مضمون کھل کر بیان نہ کریں تو وہ عزیز احسن کے نزدیک اس میں ''قاصر'' ٹھہرتا ہے اور مضمون کی بے ارادہ نعت کا مفہوم کو لکھنے والا ہی سمجھ سکتا ہے ''نعت'' کے جملے کی ہوتی ہے یا مضمون کی؟ غالب کے اُردو میں نعت نہ کہنے کی وجوہ دریافت فرماتے ہوئے عزیز احسن کہتے ہیں کہ غالب رند مشرب تھے۔ وہ خود کو احساس گناہ سے نہیں بچاتے۔ وہ وحدہ الوجودی سے انہوں نے غالب کی وحدت الوجودی

ہونے اور اس مضمون کو جزو شاعری بنانے کی بات کی تو لیکن یہ ثابت نہ کر سکے کہ وحدہ الوجودی شاعر نعت سے کیوں اجتناب کرتا گویا یہ پورا پیراگراف موضوع سے خارج اور غیر متعلق معلومات کا حامل ہے۔ اس کے بعد عزیز احسن یہ نکتہ اٹھاتے ہیں کہ وہ غالب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شعر نہیں کہتا مگر حضرت علیؓ کی شان میں کئی قصیدے کہے ہیں تو کیا وہ حضرت علیؓ کو رسول اللہ پر ترجیح دیتا تھا؟ وہ سوال خود اٹھاتے اور خود اس کی نفی کر دیتے ہیں۔ غالب عام روش پر چلنے والا نہ تھا اسے عزیز احسن نے واقعاتی شہادت سے ثابت کیا ہے اور اسے دلیل بنایا ہے کہ چوں کہ اور لوگ بھی نعت کہتے تھے اس لیے غالب نے اجتناب کیا۔ حیرت ہے کہ غالب ہر مضمون کو اپنے لہجہ خاص میں شعری پیکر دینے میں تو ماہر قرار پائے لیکن ذکر رسالت میں پیچھے رہ گئے۔ مضمون میں اس بحث کے بعد غالب کے چند غیر متعلق اشعار ان کے مطالب و مفاہیم زیر بحث لا کر طول کلامی سے کام لیا گیا ہے۔

غالب کس حد تک ایک حضرت کا احترام کرتے تھے اس بارے میں قاطع برہان کے حوالہ سے ان کی تحریر نقل کی گئی ہے اور پھر سراج المعرفت کے دیباچے کا ذکر ہے۔ جو غالب نے لکھا تھا۔ ان مباحث غیر ضروری کے بعد حاصل کلام کے طور پر عزیز احسن نے ۷ نکات ایسے بیان کیے ہیں جن کا تعلق غالب کے خدا اور نبی کے بارے میں ہے لیکن ان نکات کا تعلق غالب کے نعت نہ کہنے سے کس طرح جڑتا ہے۔ اس کے بعد پھر حضرت علی کی شان میں کب ہوئے قصائد کا ذکر آ گیا ہے۔ جو بات پہلے کر چکے اُسے پھر دہرایا ہے۔

قدسی کی غزل پر غالب کی تضمین:

وزیر احسن کا مضمون ہے شاہ جہانی دور کے شاعر قدسی کی فارسی نعت ''مرحبا سید مکی، مدنی العربی'' ایسی زندہ جاوید شعری کاوش ہے کہ کسی زبان کی کوئی نعت اس کے مقابل مشہور اور معروف نہیں کہی جا سکتی۔ اس کے شاندار اور عدیم امثال ہونے کی یہ سند کیا کم ہے کہ درجنوں شاعروں نے اس کی تضمین کی ہے۔ غالب جیسا شاعر جو کسی کو اپنے برابر ماننے کو تیار نہیں تھا اس نے تضمین کر کیا اس نعت کی عظمت کو تسلیم کیا ہے۔ پروفیسر سید وزیر حسن کو ایک گلدستہ کے مطالعہ کا موقع ملا جو قاضی محمد عمر کا مرتبہ ہے۔ انھوں نے ۱۸۵۶ میں ''حدیث قدسی'' کے نام سے تضمینوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ جس میں بہت سے شاعروں کی ایسی تضمین شامل ہیں جو قدسی کی نعت پر کہی گئی تھیں۔ من جملہ دیگر شعراء کے ان معروف شاعروں کی تضمیمین بھی اس میں شامل ہیں۔ ظفر، غالب، مومن، مجروح، غلام، امام شہید، آغا جان عیش، مرزا محمد سلطان اختر، عبداللہ علوی، احمد حسن، رحیم بیگ رحیم میرٹھی، اور غالب نے اپنی تضمین اپنے فارسی دیوان میں شامل نہیں کی۔ وزیر حسن نے مذکورہ گلدستہ سے غالب کی تضمین بازیافت کر کے شائع کروائی ہے۔ اس میں جملہ نو بند ہیں۔

نیاز فتح پوری اور ان کی نعت سرائی:

پروفیسر اقبال جاوید کا یہ مضمون ایک نہیں کئی ایک موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔ اس کے ابتدائی حصے میں نیاز فتح پوری ہیں۔ بچپن

سے لے کر دیوقامت شخصیت بننے تک درمیانی حصہ میں وہ ایک صحافی، شاعر اور نثر نگار ہیں۔ نیاز کے احوال کے بعد تذکرہ رسالہ صوفی کا ہے۔ جس کے بارے میں متوسلین نیاز نے اسے امرتسر کا قرار دیا ہے جبکہ مضمون نگار اس بات پر مصر ہیں کہ یہ رسالہ منڈی بہاء الدین گجرات سے نکلتا تھا۔ ''صوفی'' کے ذکر کے ساتھ ''حضرت مولانا نیاز فتح پوری'' کا تعارف ہے۔ جو جوش ایمانی کے ساتھ نثر اور نظم تخلیق کیا کرتے تھے اور پھر مضمون نگار نے ان ''حضرت مولانا'' کو کفر کے دائرے میں دکھایا ہے کہ باوجود اقرار اور اعلان کے ''ایک دینا'' ان کو مسلمان ماننے پر تیار نہ تھی۔ اُنھوں نے اس غلط فہمی کو دور کرنے کی اپنی سی کوشش کی لیکن جب جبہ اور عمامہ نے ان کے بارے میں ان کی بات کو نہ مانا تو وہ اس موضوع پر خاموش ہو گئے۔ لیکن ان کی تحریر کا سلسلہ جاری رہا۔ مضمون نگار نے ان کی ایک تحریر نقل کی ہے۔ جس سے ان کے نکتہ نظر کی صراحت ہوتی ہے۔ مضمون نگار کا انکشاف یقیناً حیران کن ہے۔ کہ رسالہ ''صوفی'' میں نیاز کی اتنی شعری اور نثری تحریریں ہیں کہ ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ جن حضرات نے نیاز پر کام کیا ہے یا جو ان کے نام سے دوکان سجائے بیٹھے ہیں وہ ان تحقیقات سے بالکل واقف نہیں ہیں۔ ان کا مواد نہ ہو ''افادات نیاز'' میں ہے اور نہ نگار نیاز نمبر حصہ اول۔

نیاز اور صوفی کے مدیر ملک محمد الدین اعوان کے درمیان رشتہ مودت استوار تھا مضمون میں ''قصیدہ در نعت سرور کائنات'' کے تمام اشعار نقل کیے گئے ہیں اس قصیدہ کے علاوہ مضمون نگار نے نیاز کی دو نعتیہ نظموں کو بازیافت کیا ہے۔ جو نومبر ۱۹۲۱ء کے صوفی (رسول نمبر) میں چھپی تھیں۔ اس شمارہ میں ان کے تین مضامین موجود ہونے کی نشاندہی بھی کی ہے۔ نعتیہ نظموں میں سے ایک کا عنوان ہے۔ ''ہمیں کیا فکر جب ایسے شہنشہ کے گدا ٹھہرے'' اس میں حکومتوں اور تہذیبوں کے عروج و زوال کا ذکر کرتے ہوئے یونان، روم، مصر اور ہند کا احوال ہے۔۔ اس کے بعد آ تاب نبوت کے طلوع ہونے اور اس کے نور کی برکات کی تفصیل درج ہے۔ یہ نظم مسدس کی ہیئت میں ہے اور اس کے آٹھ بند ہیں دوسری نظم چار بندوں پر مشتمل ہے پر بند میں پانچ شعر ہے۔ دونوں نظمیں اُردو میں ہیں۔ مذکورہ دوسری نظم میں فراق و ہجر کی تڑپ اور حضوری مدینہ کی خواہش بیان ہوئی ہے۔

مضمون نگار نے ایک اور نظم کا حوالہ دیا ہے جو مسدس کی ہئیت میں فروری ۱۹۲۲ء کے صوفی میں شائع ہوئی۔ اس نظم میں حالی کے مسدس کا اثر بھی ہے مگر اقبال کا انداز اور ان کی جولانی غالب ہے امت مسلم کے حال زار کا ایک دل گداز بیان ہے۔ وہی اسلام جس نے ایک عالم کو درس زندگی دیا، جس نے عرب کے سارزبانوں کو قیامت تک کے لیے منزل نشان بنادیا، نیاز کی آخری نعت حضرت قدسی کی معروف نعت پر تضمین ہے۔ اس میں گیارہ بند ہیں اور ہر بند میں چار اشعار کے بعد قدسی کا ایک شعر بڑھا دیا گیا ہے۔ اس تضمین کے صفحات ۶۲ تا ۶۲۵ پر نقل کیا گیا ہے۔

مضمون کے آخری حصے میں نیاز کے نثری مضامین کا حوالہ اور ان کے اقتباسات ہیں۔ صوفی میں نیاز کے حسب اہل مضامین کی اشاعت کی نشان دہی کی گئی۔

''رسول المرسل صلی اللہ علیہ وسلم'' رسول نمبر ۱۹۱۹ء، ص ۴ درود شریف، نومبر ۱۹۲۱ئص ۸

عمل صالح اور حیات طیبہ، جنوری، فروری ۱۹۲۲ء، ص ۴

مذاہب عرب قبل اسلام، اکتوبر ۱۹۳۳ء، ص ۳۲

انسان کامل، مارچ ۱۹۲۲، ص ۴

معجزہ اسلام، جنوری ۱۹۲۲ء، ص ۲۴

مضمون نہایت معلوماتی ہے جس میں حضرت نیاز کے افکار اور تحریرات کے بارے میں نئی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

نعت خوانی و نعت نگار، محمد اعظم چشتی:

پروفیسر حفیظ تائب نے اس مضمون میں محمد اعظم چشتی کا سرسری سا تعارف کروایا ہے۔ ابتداء میں ان کے سوانحی حالات کا اجمالی خاکہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعظم چشتی کو طالب علمی کے زمانہ میں نعت خوانی کا شوق تھا۔ جو فیصل آباد کے اس گاؤں سے جواں کا مولد تھالاہور آنے کے بعد خوب چمکا۔ مولانا سید محمد احمد قادری کی شاگردی میں شاعری اور اُستاد برکت علی خان کی رہنمائی میں نعوت خوانی درجہ کمال کو پہنچی، وہاں تک بیسویں صدی عیسوی کی چوتھی دہائی میں ان کلام اور ان کی پڑھی ہوئی نعتیں پنجاب کے شہروں اور دیہاتوں میں گونجنے لگیں۔

ان کا مجموعہ کلام ''کلام اعظم''، ''غذائے روح''، ''رنگ و بو'' اور ''معراج'' شائع ہو کر مقبول ہوئے۔ محمد اعظم نے اُردو، پنجابی کے علاوہ فارسی میں بھی شعر کیے۔ نعت کے رنگ جدید کی نمائندگی کرتے ہوئے انہوں نے آشوب ذات، آشوب عصر اور آشوب کائنات کو بھی نعت میں جگہ دی اور طلب رحمت بھی کی ہے۔ انہوں نے اپنے وطن عزیز کے لیے دعاؤں سے بھی نعت کو مزین کیا۔ اس مختصر مضمون میں اعظم چشتی کے تعارف، ان کے کلام کے تجزیے کے ساتھ ان کے اشعار نے مضمون نگار کے جذبہ پسندیدگی کے اظہار کو راہ دی ہے اور اس کا حق ادا کیا ہے۔

امین راحت چغتائی کی نعت گوئی کے بارے میں ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے بتایا کہ امین راحت چغتائی کی شخصیت کے تعارف کے ساتھ مضمون کا آغاز کیا ہے۔ کشفی صاحب انہیں ''خاصان محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' کے بلند درجہ پر فائز کرتے ہوئے انہیں ذات اقدس سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا امین قرار دیتے ہیں وہ امین راحت کی نعت گوئی کو روحانی تجربہ کا اظہار قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جذبات ادیب و شاعر کی گرفت میں آجاتے ہیں اور یوں کہ شاعر کا اظہار، ہمارا اظہار اور تجربہ بن جاتا ہے۔ فکر کا ابلاغ نسبتاً آسان ہے لیکن روحانی تجربہ اُدھر کے اشارے کے بغیر کاغذ پر الفاظ کی صورت میں نہیں ڈھلتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت سے انہوں نے اپنی نعت کے گلزاروں کو سجایا ہے اور اشعار میں بار بار درود کی مہک کو پھیلایا ہے۔ ذکر مدینہ نوائے عاشقانہ ہے۔ ان مضامین کے حوالے سے کشفی صاحب امین راحت کے اشعار بھی درج کیے ہیں۔ مقام شاعر چاہے کچھ ہو کشفی صاحب کا انداز بیان من موہ لینے والا ہے۔ وہ الفاظ کا جادو جگانے میں وہ کسی معجزہ بیان شاعر سے کم نہیں ہیں۔

رسالہ ''شام و سحر'' کے نعت نمبروں کا تجزیاتی اور تنقیدی جائزہ:

پروفیسر شفقت رضوی کا مضمون ہے۔ رسالہ ''شام و سحر'' لاہور کی ادبی صحافت میں اپنا ایک پر وقار مقام رکھتا ہے۔ وہ شہاب

ثاقب کی طرح چمکا اور لمحہ غائب نہیں ہوا۔اس نے برسوں ذہنوں کی تربیت کی اور علم وادب کی آبیاری کی،اس کی رفعتوں کے تاج میں ایک ’’کورنور‘‘ جڑا ہوا ہے۔جب بھی اُردو زبان کی تاریخ میں نعت گوئی کے فروغ اور ترویج،اصلاح کی بات آئے گی۔ نعت کے اُصول،اور ترویج،اصلاح کی بات آئے گی۔نعت کے اُصول،تنقید اور علمی تنقید کے باب کھلیں گے،نعت کو صنف سخن تسلیم کروانے کی کوششوں کا ذکر ہوگا۔تو مضوع کی ابتدا ’’شام وسحر‘‘ سے ہوگی۔اور خراج تحسین شیخ علی مقدد،خالد شفیق،چودھری نور محمد،جان کشمیری،سجاد حیدر کے علاوہ ان درجنوں لکھنے والوں کے حصے میں آئے گا۔جنھوں نے ’’شام وسحر‘‘ کے ذریعہ نعت کی درخشانی کے لیے ایک تحریک کا آغاز کیا اور چند سالوں میں کتنی ہی منزلیں طے کر لی تھیں۔اس کام کے آغاز پندرھویں صدی ہجری کی پہلی عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر نعت نمبر کا خصوصی شمارہ شائع کیا اور اس کے بعد ہر سال سوائے ۱۹۸۴ء کے یہ سلسلہ ۱۹۸۷ء تک جاری رکھا،اس طرح ’’شام وسحر‘‘ کے چھ نعت نمبر شائع کیے۔ہر نعت نمبر کی ضخامت چار سو صفحات سے زائد ہے گویا ان شماروں کے ذریعہ تقریباً تین ہزار صفحات نعت کی برکتوں کو لیے ہوئے ہیں۔پروفیسر شفقت رضوی نے ان صفحات کا مطالعہ گہری نظر سے کیا اور نثری حصے کا بھرپور جائزہ کیا اور نثری حصے کا بھرپور جائزہ لیا۔انہوں نے یہ خوف طوالت شعری حصے کو نظر انداز کر دیا ہے۔اور اپنے مطالعہ کے حاصل کو تین حصوں میں منقسم کر کے پیش کیا ہے۔پہلا حصہ نعت سے متعلق اساس، مباحث اور معلومات سے پر مضامین کے لیے وقف رکھا ہے،دوسرے حصے میں نعت گو شعرا پر لکھے گئے مضامین کا جائزہ ہے اور تیسرے حصے میں ان مضامین سے بحث کی ہے جو عربی،فارسی کے علاوہ پاکستان کی زبانوں،پنجابی،سندھی،بلوچی،پشتو، براہوی،گجری،کشمیری،میں نعت کی روای کے بارے میں معلومات پیش کرتے ہیں۔شفقت رضوی نے تین ہزار صفحات پر پھیلے ہوئے درجنوں مضامین کو توجہ اور گہری نظر سے پڑھ کر ان کے اہم نکات کی وضاحت کی ہے اور اگر ضرورت ہوتی تو اصلاح کی خاطر اپنا خیال بھی پیش کیا ہے۔اس کام کے سلسلہ میں انہوں کا جان کا ہی کا ثبوت دیا ہے۔اور بڑے صبر آزما لمحات سے گزرے ہیں۔ہر مضمون کا تجزیہ کرتے ہوئے کسی اہم نکتہ کو فراموش نہیں کیا،اس موقع پر اظہار حقیقت کے لیے یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ انہوں نے اپنے تجزیہ کو ’’تالیف‘‘ کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔وہ اس کام سے اس لیے عہدہ برآ ہوئے ہیں کہ اچھے کام سے اس لیے عہدہ بر آ ہوئے ہیں کہ اچھے کام کو نہ سراہنا بدذوقی ہی نہیں ہے بے توفیقی بھی ہے۔انہوں نے محنت سے اس تجزیاتی مطالعہ کو پیش کر کے اپنے ذوق ادب اور عہد کی خدمات کے اعتراف کا ثبوت دیا ہے۔

تجزیہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔پہلے حصے میں نعت سے متعلق بنیادی امور پر بحث کرنے والے مضامین پر نظر ڈالی گئی ہے۔اس حصے کے موضوعات ہیں۔’’قرآن کریم میں نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم‘‘(آفتاب احمد خاں)،’’اردو نعت میں قرآنی آیات‘‘(حفیظ تائب)’’میلا دالنبی ابتداء،فروغ اور ارتقا‘‘،(انور محمد محمود انور)،’’اُردو میں نعت نگاری‘‘(انور سدید)،’’آزاد نظمیں‘‘(حامد یزدانی)’’اردو میں نعتیہ مثنوی‘‘(خالد نعیم)’’نعت کے محرکات‘‘(ریاض مجید)’’اُردو نعت میں صلواۃ وسلام‘‘(راجا رشید محمود)

دوسرے حصے میں ان مضامین پر نظر ڈالی گئی ہے جو اُردو نعت گو شعرا کے بارے میں ہے اس کی ترتیب مضمون نگاروں کے حروف

تہجی کے لحاظ سے ہے۔اس حصے میں حسب ذیل مضمون نگاروں کے مضامین شامل ہیں ۔

آفتاب احمد خان (ا) یزدانی جالندھری کے نعتیہ شاعری۔(۲) سید محمد امین نقوی کا اسلوب نعت، اقبال جاوید (۳) جلیل مانک پوری غزل سے نعت تک (۴) شورش کاشمیری بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں (۵) غلام رسول عدیم کی نعت (۶) ایک گم نام نعت گو محمد اکرم رضا۔

انور سدید (ا) خالد بزمی، ایک منفرد نعت گو (۲) انجم نیازی کی نعت تحسین ۔فراقی صلوعلیہ وآلہ

تیسرے حصے میں زبانوں کے اعتبار سے نعت گوئی کے احوال پر مشتمل مضامین کا جائزہ لیا ہے۔

عربی: خالد بزمی (عربی نعتیہ شاعری)، ظہور احمد اظہر، (احمد شوقی کی نعتیہ شاعری)، منیر قصوری، (علامہ بومیری اوران کی نعتیہ شاعری)

فارسی: علیم ناصری (فارسی میں نعتیہ کلام)

خواجہ حمید یزدانی:

پنجابی: پنجابی نعت گوئی پر اُردو میں لکھے گئے مضامین، (ا) حفیظ تائب (پنجابی نعتیہ شاعری کا ارتقا)، محمد دین کلیم (لاہور کے نعت گو شاعر)

گوجری نعت: غلام حسین اظہر (گوجری نعت)

سندھی نعت: نوازش علی شوق (سندھی، نعتیہ شاعروں کا مختصر جائزہ)

پشتو نعت: خاطر غزنوی (پشتو میں نعت گوئی) اشرف بخاری (جدید پشتو ادب میں نعت گوئی)

بلوچی نعت: کامل القادری (بلوچی میں نعت گوئی)

براہوی نعت: عبدالرحمان براہوی (براہوی نعت گوئی)

کشمیری میں نعت: صابر آفاقی (کشمیری میں نعت گوئی)

اُردو مرثیے میں نعتیہ شاعری کے امتیازات:

ڈاکٹر ہلال نقوی نے اُردو مرثیہ پر اعلیٰ ترین جامعاتی سطح پر تحقیقی کام کر کے پی۔ایچ ڈی کی سند حاصل کی ہے۔اس صنف کی جانب جسے مرثیہ کہا جاتا ہے کم اہل علم ونقد نے توجہ کی ہے۔اُردو مرثیہ کی آبرو انیس، دبیر اور شبلی کے ناموں سے وابستہ ہے۔ان ناموں سے وابستہ ہے۔ان ناموں کو نکال دیں تو کچھ نہ بچے۔اس کی جانب شاعرانہ تیور کے ساتھ ساتھ شاعر متوجہ نہ ہوئے اور نقاد نے اس پر تنقید کو ضروری نہ سمجھا حالاں کہ یہ ایسی صنف ہے۔جس میں مثنوی کا تسلسل، نظم کا پھیلاؤ، غزل کی جادوگری اور قصیدے کا شکوہ یکجا ہو جاتے ہیں مرثیہ اس اعتبار سے ایک انفرادیت کی شناخت رکھتا ہے۔اس میں حمد کا جلال، نعت کا جمال، منقبت کا عقیدت مندانہ تصور، سلام کی جامعیت اور مدح وثنا کی وجداتی کیفیات کا تنوع، بہت شدت کے ساتھ نمایاں ہوا۔اس کے باوجود یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ مرثیہ میں حمد اور نعت بالکل نہیں ملتے۔ ملتے ہیں مگر کم کم، اس کی وجہ پر ڈاکٹر بلال نقوی نے روشنی

نہیں ڈالی۔ بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ انہیں اوران کے سابقین کے مرثیوں میں نعت کا عنصر موجود ہے۔لیکن اقبال کے بعد مرثیے میں نعتیہ شاعری کے امتیازات فکر وخیال کے نئے دائروں میں نظر آنے لگے۔مرثیہ کے حوالے سے نعت کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے مرثیہ انسانی رشتوں کی شاعری کا دوسرا نام ہے۔

آج کا انسان انسانی رشتوں سے کٹ کرانا پرستی، ہوس زدہ اوراپنی ذات کے خول میں بند ہو جارہا ہے۔نعت گوئی کے حوالے سے ان کا کہنا ہے آپ کے تذکرے کا یہ وہ ''موڑ'' ہے جہاں آپ کا پیغام، آپ کے افکار، آپ کی سیرت محترم، آپ کے اقوال، صبر، آپ کے اکابر واصحاب کا اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونا یہ سب موضوعات آپ کی نعت کا حصہ بنتے چلے گئے۔ ہیں یوں مرثیہ نے نعت نویسی میں پیغمبر آخر کی عظمت کو ایک نئے اعتبار سے لکھنے کی سعی کی ہے۔ڈاکٹر بلال نقوی کے ہاں الفاظ بہت ہمیں مطالب کم، موضوع، کے حوالے سے دعوے ہیں۔ثبوت نہیں۔ایک بے ربطی کے عالم میں مشہور مرثیہ نگاروں کے مرثیوں میں سے نعت کے چند بند نقل کر دینے سے بات واضح نہیں ہوتی کہ نعت مرثیہ کا لازمی جزو ہے۔حالانکہ مرثیہ کے تمہیدی حصے میں اس کی بڑی گنجائش ہے۔ڈاکٹر بلال اوران کے ہم نوا بیسیوں صدی کی مرثیہ گوئی پر جان دیتے ہیں اسے جدید طرز کے مرثیے قرار دیتے ہیں کیوں کہ ان کے تمہیدی حصے (چہرہ) میں قطعی بے تعلق اور بے ربط مباحث وموضوعات کو مضامین میں جگہ دی جاتی ہے۔ان تمہیدی موضوعات کی جگہ حمد ونعت کو دی گئی ہوتی تو مضمون سے ربط بنتا، بہرحال بات وہی ہے۔

۱۔مرثیہ میں حمد ونعت کو جگہ نہیں دی گئی جو دینا چاہیے تھی۔

۲۔مرثیہ کی تاب نا کی تین ناموں کی رہین منت ہے انہیں، دبیراورشبلی، اس کے ماقبل کچھ ہے نہ مابعد،

۳۔بیسویں صدی میں مرثیہ زندہ رہا'' مرثیہ کا نفس مضمون ختم ہو گیا صرف شاعری باقی رہ گئی۔

ڈاکٹر بلال نقوی نے اُردو مرثیہ میں نعتیہ شاعری کے امتیازات میں ایک نئے موضوع پر قلم اٹھایا ہے آپ اسے مرثیہ نگاروں کی نعتیہ شاعری کا عنوان بھی دے سکتے ہیں۔

نعت کہیے مگر احتیاط کے ساتھ:

پروفیسر اقبال جاوید کا مضمون ہے۔اس میں وہ کہتے کہ نعت ایک پاکیزہ صنف ہے اور پاکیزہ نفس ہی کو نعت کہنے کا حق ہے۔مضمون نگار کے خیال میں نعت کہنے سے قبل حضور سے تعلق کی کوئی صورت پیدا کر لینا ضروری ہے عموماً شاعر رسول کا سراپا بیان کرتے ہیں مگر اصل شے غازنی جان ہے جس سے رُخ رسول کا ہر خط نکھر جاتا ہے۔اسی غازہ جان کا دوسرا نام سیرت رسول ہے۔جس کی آگاہی شناسائی، تعلق اور عشق کے بقیہ ایمان ہی مبہم ہے۔اور جب ایمان ہی مشکوک ہو تو نعت کے لیے اگر قلم اٹھے گا تو وہ تخلیق مجاز سے بلند نہ ہو سکے گی۔دوسرا اہم عنصر شاعر کی محبت اور اخلاص ہے وہ رسول کی سیرت اوران کے کردار، اعمال خدا پرستی، انسان دوستی کی صفات کو سمجھے۔ان کو اپنائے وہ ان کی ذات مبارک کو اپنے دل، ذہن اور روح پر طاری کرے تب، نعت کہے۔نعت کے لیے بے خودی مستی اور جوش سے کہیں زیادہ ہوش کی ضرورت ہے۔

محمد اقبال جاوید نعت کے بارے میں پرانے لکھنے والے ہیں۔انہوں نے ہمیشہ نعت گوئی کے فروغ کی ستائش ہی نہیں کی ہے۔

بلکہ اس کے بلند معیار اور حقیقی خلوص جذبات کی پیش کش کی حمایت کی ہے اور اپنا قلم دوسروں کو راہ دکھانے کے اعلیٰ مقصد کے لیے اٹھاتے ہیں ان کا انداز بیان، شگفتہ شاعرانہ اور دلچسپ ہے لیکن جس نوع کے موضوعات وہ چھیڑتے ہیں ان سے انداز بیان کی مطابقت نہیں ہوتی۔ اگر وہ سلیس اور عام فہم عبارت لکھیں تو شاید وہ اپنے قرائین کے زیادہ متاثر کرسکیں گے۔

نعتیہ شاعری کے لوازمات:

ظہیر غازی پوری کا مضمون ہے۔ مضمون کی تمہید خاصی طویل ہے۔ اس میں چند ضروری اور غیر ضروری باتوں کا اعادہ کیا گیا ہے۔ ضروری بات یہ بتلائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ۳۳ سالہ زندگی کے آخری تین سال کشف وکرامات اور مواعظ ومعجزات کی ثناخوانی تو ملتی ہے۔ مگر ''نعت عیسیٰ'' لکھنے یا کھانے کا ماجرا یکسر مفقود ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے فوراً بعد جو تعریفی کلمات ان کی والدہ ماجدہ کی زبان مبارک سے ادا ہونے وہ نعت احمد صلی اللہ علیہ وسلم قرار پائے۔ مضمون میں جابجا اُردو ادب کے معروف ناموں کے حوالہ سے ان کے ''فرمودا'' عالیہ درج کیے گئے ہیں۔ حالانکہ ہر کسی کا فرمان مستند نہیں ہوتا ان بیانات کو نقل کرنا خواہ مخواہ بیان دینے والوں کو اہمیت دینا ہے۔

مضمون کا ابتدائیہ کیا ہے ''بڑے بڑے ناموں'' اور ان کے ''اقوال'' کا قاموس ہے۔ اگر صرف نام درج کرنے لگیں تو دو چار صفحے اسی میں ضائع ہو جائیں اس میں نعت سے ہٹ کر میر اور غالب اور اقبال کی غزلوں کے اشعار بھی زیر بحث آئے ہیں۔

مضمون کے دوسرے حصے میں انہوں نے بعض شعرا کے کلام میں فنی اور معنوی اعتراضات کیے ہیں۔ یہ بھی ''لوازمات'' سے متعلق معلوم نہیں ہوئے بلکہ معروف شعرا پر الزام لگانے کے مقصد سے ہی مضمون میں شامل کیے گئے۔

وہ پہلے تو امام احمد رضا خاں کی تعریف کرتے ہیں۔ وہ مذہبی اعتبار سے بھی امام ہیں اور شاعر کی حیثیت سے بھی ان کی شخصیت پر دو اعتبار سے قابل احترام ہے۔ انہیں عربی، فارسی اور اُردو کی شعری زبان پر الفاظ کے تخلیقی استعمالات پر قدرت حاصل تھی اس کے بعد انہوں نے امام احمد رضا خاں کی غزل کے دو شعر نقل کر کے ان میں ''اجتماع ویقین'' کے عیب کی نشاندہی کی ہے۔ اُردو کے شاعروں کا ایک رجحان یہ بھی رہا ہے کہ وہ خدا اور رسول کے درمیان فرق مٹانے کے لیے موشگافیوں سے کام لیتے ہیں اور احمد کو بے میم قرار دے کر حضور کو احد بتلاتے ہیں۔ مضمون نگار نے اس قبیل کے آٹھ اشعار درج کر کے ان کے بارے میں ناوک حمزہ پوری کے بیان کا سہارا لیا ہے۔ ظہیر غازی پوری کا مضمون بہت سے موضوعات کا احاطہ کرتا ہے مناسب ہوتا کہ وہ ہر موضوع پر الگ الگ مضامین لکھتے۔ عنوان قائم کرنے میں بھی انہوں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ اپنے خیالات کے اظہار کے لیے دوسروں کے بیانات کو بنیاد بنایا ہے۔ اب یہ طرز بھی عام ہوتا جا رہا ہے کہ خود کچھ کہنے کے بجائے دوسروں کے کہے ہوئے کی تائید کر دیا مخالفت کرو۔

گفتنی ناگفتنی:

پروفیسر شفقت رضوی کا مضمون ہے وہ کتنے موجودہ زمانہ میں نعت گوئی ہر زمانہ سے زیادہ مقبول ہے۔ ہر اس شخص نے جس نے فن

عروض کی مشق کی ابتدا کی ہے وہ نعت کہنے سے نہیں روکا۔اس میں مثبت پہلو یہ ہے کہ نعت گوئی کے ذریعے جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اضافے کا امکان ہوا۔اور شعائر اسلامی سے تربیت کی ترغیب ہوئی۔لیکن نعت کے لوازمات کبھی ہیں۔جن کی جانب توجہ نہیں دی جاتی۔مضمون نگار کی رائے میں (۱) علم، (مذہب، خدا، قرآن اور رسول کریم کے بارے میں مکمل ہو جس سے حضور کے لیے دل میں محبت اور احترام کے جذبات پیدا ہوں جو نعت گوئی کے محرک نہیں۔ (۳) زبان اور فن پر عبور ہو۔ کہنے کا سلیقہ جانتا ہو۔لفظ لفظ سے احترام کی خوشبو پھیلا سکتا ہو۔اگر یہ اجزائے ترکیبی اپنی تمام تر وسعت اور معنویت کے ساتھ ہوں تو نعت کا حق ادا ہوتا ہے۔مضمون نگار کا خیال ہے کہ نعت کہنا اور ہے اور نعت کہنے کا حق ادا کرنا اور ہے۔ان دونوں کی معنویت واضح ہے جہاں نعت کہنے کا حق ادا ہوتا ہے شعر لازوال اور غیر فانی بن جاتا اور شاعر کی شناخت ثابت ہوتا ہے۔شفقت رضوی کو گلہ یہی ہے کہ موجودہ دور کے نعت نگار ابھی تک اپنی شناخت قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو رہے ہیں۔اس لیے وہ غور کریں جن میں تین شرائط کے ساتھ نعت لکھی جانی چاہیے کیا وہ ان کو پورا کر رہے ہیں۔انہوں نے چند بے راہ دو شاعروں کا حوالہ دے کر بتلایا ہے کہ ایسے لوگ بھی نعت کہہ رہے ہیں جو محفلوں میں اسلام اور قرآن کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

جو نعت اس عالم میں لکھتے ہیں جس عالم میں غزل تحریر فرمائی جاتی ہے۔کوئی محتسب بنے کوئی تو احتساب کی بنیاد ڈالے اور غلط کاروں کو نعت کے نام پر شہرت اور روپیہ بٹورنے سے روکے۔

احمد صغیر صدیقی نے اپنے خط میں ''گفتنی ناگفتنی'' کو سراہا ہے۔لکھتے ہیں مختصر ہے اور حقائق پر مبنی ہے اس کے ساتھ وہ اخلاقی پہلو بھی ظاہر کرتے ہیں۔احمد صغیر صدیقی نے غالباً تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے۔ورنہ ہم نے جن ''اساتذہ سخن کی جانب اشارہ کیا ہے ان کے شاعر ہونے اور آزاد مشرب سے کون واقف نہیں ہے۔سب نہیں تو کم از کم واقف کار کو ایسے شاعروں کی ہمت شکستی کرنا چاہیے۔

غالب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں:

شفقت رضوی اپنے مضمون کے ابتدائی حصے میں شفقت رضوی نے غزل کی خوبیوں اور شعری تخلیق کے ماوراتی احساس کے حوالہ سے گفتگو کی ہے، جو عام طور پر معرض بیچ میں نہیں لائے جاتے۔ان کے خیال میں شعر کو سمجھنے سے قبل شاعر کے مجموعی مزاج کو سمجھنا چاہیے۔عموماً شعر ان الفاظ تک محدود نہیں ہوتا جو شعر میں استعمال ہوئے ہیں۔ان میں شاعر کی شخصیت کا پرتو ڈالے بغیر اسے سمجھنا ممکن نہیں ہوتا۔ہر بڑا شاعر سپاٹ اظہار خیال نہیں کرتا۔اور شعر کو چیستان بناتا ہے۔وہ اپنی ذات کو شناسائی کے لیے اشارے ضرور چھوڑ دیتا ہے۔

اسی کے ساتھ مضمون نگار نے غالب کی مشہور فارسی غزل کو موضوع بنایا ہے۔جو فارسی کی معرکہ ارا نعتوں میں شمار ہوتی ہے۔اس میں خدا اور رسول اکرم کے رشتے کی حس میں انداز سے وضاحت ملتی ہے۔اس پر ہزاروں فلسفیانہ نکتہ دانیاں نثار۔علاوہ اس قصیدہ کے انہوں نے اُردو غزل سے ایسے اشعار منتخب کیے ہیں۔جو بظاہر عشقیہ یا مجازی معلوم ہوتے ہیں۔لیکن ان پر بھی نعت کے حوالے سے موجود ہیں۔ان اشعار پر اس طرح اس سے قبل روشنی نہیں ڈالی گئی تھی۔غالب بھی بادہ خوار تھے ولی نہ تھے لیکن حب

رسول میں کسی سے کم نہ تھے شعر لکھتے ہوئے حضور کا خیال ان کے ذہن پر مسلط ہوتا تھا۔ وہ اپنے قلم کی کم ئیگی کو جانتے تھے کہ اسے نعت لکھنے کے لیے استعمال کریں۔ لیکن جہاں ان کا قلم ان کے تحت الشعور کی گفت میں ہوتا ہے۔ وہ بے بس ہو کر اشاراتی انداز میں ذکر رسول کر گزرتے۔

نعتیہ شاعری خارج از نصاب کیوں:

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری کا ایک مضمون ''نعت رنگ'' کے سلسلہ نمبر ۱۲ میں چھپا ان کا موضوع نہایت وسعت ہے اور ایک لحاظ سے تکنیکی بھی ہے زیر نظر مضمون سے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس نصاب کے حوالے سے گفتگو کر رہے ہیں۔ جہاں تک زبان کا تعلق ہے اس کے دوہرے شعبے شمار کیے جاتے ہیں ایک تدریسی زبان کا شعبہ، دوسرا تدریسی ادبیات کا شعبہ یہ نظریاتی اور اُصولی بات ہے دوسری تقسیم درجہ بندی کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ پرائمری، سیکنڈری ہائر سیکنڈری، ڈگری، پوسٹ ڈگری اس کے عام درجے ہیں ہر ایک میں طلبہ کی ذہنی سطح مختلف ہوتی ہے۔ اس کا لحاظ کرتے ہوئے نصاب ترتیب دیا جاتا ہے۔ فاضل مضمون نگار نے اس شعبوں اور درجوں کا لحاظ رکھے بغیر بحث کی ہے۔ جب اساس ہی نہ ہو تو بحث کیا ہو گی۔ مضمون نگار نے زبان وادب کی تدریس کے مقاصد ایک ساتھ بیان کر کے ثابت کر دیا ہے کہ ان کی نظر میں بیان کردہ تفریق کوئی معنی نہیں رکھتی۔ انہوں نے مقاصد کے تحت ۱۳ نکات دیے ہیں۔ ان میں بلحاظ درجہ بندی کوئی فرق نہیں رکھا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام درجوں کے لیے ان مقاصد کا تعین کر رہے ہیں۔ بلکہ میں اس بات کی صلاحیت پیدا کرنا کہ وہ اظہار مطالب کے لیے زبان کو صحت وصفائی اور سلاست کے ساتھ استعمال کریں۔ اس نکتے کا تعلق مڈل لوئر سیکنڈری کے طلبہ سے ہو سکتا ہے۔ اس کو ادبی مقصد نہیں کہہ سکتے یہ حصول زبان دانی کا مرحلہ ہے۔ اسی طرح ان کے تمام ۱۳ نکات گڈ مڈ ہیں اور بعض میں تو زبان اور ادب کو الگ الگ بھی نہیں رکھا گیا ہے۔ جسے مقصد (۵) میں لکھا ہے۔ مضمون کی تیاری میں آزاد فتح پوری نے بری کاوش اور عرق ریزی کی ہے لیکن ہم بات وہیں پر ختم کرنے پر مجبور ہیں کہ نصاب کا تعلق مختلف درجوں کے طالب علموں کی ذہنی سطح کے مطابق ہوتا ہے۔ اس سطح کو مدنظر رکھ کر ہی مقاصد کا تعین کیا جاتا ہے۔ پرائمری سے لے کر پوسٹ گریجویشن تک سارے کے سارے مقاصد یکساں مقرر نہیں کیے جا سکتے ہیں۔ دوسری بات کہ زبان کے مقاصد جداگانہ ہوتے ہیں۔ ابتداء سے ہائر سیکنڈری تک زبان دانی پر زور دینا چاہیے قواعد، ذخیرہ الفاظ، جملوں کی ترکیب ان میں شامل ہوتے ہیں۔ مضمون نگاری کروانا، خط لکھوانا، درخواست لکھوانا، اور اسی نوعیت کی تحریریں حاصل شدہ، معلومات کی ترتیب میں معاون ہوتے ہیں۔ ادب، استحسان ادب، نظم ونظر کی اقسام، تحریر کی خصوصیات زبان پر حاوی ہونے کے بعد درجے پر آتے ہیں۔

اُردو ادب میں محسن کا کوروی کا مقام:

آزاد فتح پوری نے اپنے مضمون میں محسن کا کوروی کے اُردو ادب (شاعری) میں مقام کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے ابتدائی کلمات میں وہ محسن کی خوبیوں کو ماحول اور اسلاف کی دین قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ فن کاری کی شخصیت اور اس کی تخلیقات پر اس کے

عہد ماحول اور ورثہ کا زبردست اثر پڑتا ہے۔اوران ہی کے زیر اثر اس کی فکر ونظر میں وسعت اور تخیل میں رفعت اور بلندی پیدا ہوتی ہے سات سال کی عمر میں حضرت یوسف کے دیدار سے اور نو سال کی عمر میں سید المرسلین نبی مکی و مدنی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام زیارت سے خواب میں مشرف ہوجانا وہ مبارک شرف ہے انہوں نے محسن کی تصانیف کی فہرست بھی دی ہے۔اس میں وہ تصانیف چھ مثنویوں، ۲۳ رباعیات کا ذکر ہے۔مضمون نگار نے اپنی جانب سے محسن کے کلام کی خصوصیات ایک پیراگراف میں بیان کردی ہیں۔اس کے بعد مولانا عبدالحئی، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، اشفاق، شاہدہ پروین، ڈاکٹر اعجاز حسین، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر طلحہ رضوی، ڈاکٹر سید شمیم گوہر، ریاض مجید، شاہ ارشاد عثمانی ڈاکٹر نگار سلطانہ، ڈاکٹر جمیل جالبی کے بے ساکھیوں پر رواں دواں نظر آتے ہیں۔

عظمت رسول خطوط غالب میں:

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط اپنے مضمون کہتے غالب بظاہر مذہب کے معاملہ میں شوخی وظرافت سے کام لیتے تھے۔لیکن حقیقت میں وہ نہ بد عقیدہ تھے اور نہ مذہب بے زار غالب کی زندگی کے مذہبی گوشے میں اعمال کی بے سروسامانی کے ساتھ ہی عقیدت کی شمع روشن دکھائی دیتی ہے۔اس عقیدت میں اخلاص کی فراوانی تو ہے لیکن اندھاپن اور رسمیت نہیں۔وہ قلب سے زیادہ عقل کو اپیل کرنے والی عقیدت کی رواداری تھے اور روایات سے زیادہ درایات پر تکیہ کرتے غالب کے مذہب کے بارے میں جو خیالات تھے وہ ان کے خطوط میں واضح طور پر ملتے ہیں۔مختلف حوالوں کے بعد مضمون نگار نے لکھا ہے کہ غالب عشق رسول میں سرشار ہیں ان کے یہاں حب رسول شگفتہ وشیفتہ ہے لیکن یہ عقیدت وظمت غلوابلاغ سے یکسر پاک ہے۔مضمون نگار نے غالب کی مثنوی ''امتناع النظیر'' کی تفصیل یوں بتلائی ہے کہ وہ مولانا فضل حق کی فرمائش پر اسماعیل شہید کی تردید میں لکھوائی گئی تھی۔انہوں نے مولانا فضل حق کے کہنے پر ایسی مثنوی لکھی جس میں عظمت رسول اور اللہ تعالیٰ کی قادریت کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔اور مولانا کے عقیدے کی گول مول تصریح کردی گئی ڈاکٹر صاحب نے غالب کا تحفظ تو ضروری اور عزیز جانا مگر یہ کہ غالب سے بدرجہ مرتبت و فضیلت اور علم وفہم رکھنے والے حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ پر وہ اپنی اس تحریر میں کم فہمی کی وجہ سے غلط الزام لگا گئے ہیں انہوں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کئی روایات، اقوال نقل کیے ہیں کہ عالم کی تحقیر بہت بری بات ہے۔ڈاکٹر یحییٰ نشیط کا مضمون عظمت رسول خطوط غالب میں ایک اچھوتے موضوع پر لکھی گئی ایک دل کش اور متاثر کن تحریر ہے۔ڈاکٹر صاحب نے تحقیق اور تنقید کا حق ادا کردیا ہے۔

معجزہ فن کی ہے خون جگر سے نمود عزیز احسن نے اپنے مضمون میں بڑے پتے کی بات کی ہے کہ جانتے سب ہیں کہتا کوئی کوئی ہے اسی طرح نعتیہ شاعری سے متعلق موضوعات اور فنی نکات پر مباحث سے بھی گریز کیا جاتا رہا ہے۔جس کی وجہ سے نعتیہ ادب اس مقام تک نہ پہنچ سکا۔جہاں دیگر اصناف ادب ہیں۔عزیز احسن نے اپنی شعری مزاج کے اعتبار سے جن چند باتوں کا ذکر کیا ہے۔وہ شعر پرکھنے کے لیے معیار کیے جاسکتے ہیں۔یعنی یہ دیکھنا چاہیے کہ شعر میں جو زبان استعمال ہوتی ہے وہ فصاحت کے معیار پر پوری اترتی ہے یا نہیں؟ شعر کی قرأت سے احساس کے تار جھنجھناتے ہیں یا نہیں۔شعر میں شعریت کتنی ہے؟ نعتیں مضمون یا شعری

متن قرآن وحدیث سے متصادم تو نہیں؟ شاعر کا جذبہ کام تو نہیں؟ شاعر کا تخلیقی وجدان اس کے احساسات سے ہم آہنگ کے نہیں آج کل نعت گوئی عام ہے۔ ہر شخص جوفن سے تھوڑا بہت لگاؤ رکھتا ہے شاعر بے دل بن رہا ہے۔ اور مشاعرے لوٹنے کی خاطر جہاں شاعری کرتا ہے۔ آئے دن نعتیہ کلام کے مجموعے چھپتے ہیں۔ آئے دن نعتیہ مشاعرے ہوتے ہیں۔ اصلاح احوال کی جانب نہ تو تحریراً گرتوجہ کی جاتی ہے۔ اور نہ زبان عزیز احسن کو اس صورتحال پر دکھ ہے۔ ان کا شاعروں پر اعتراض ہے کہ اگر ان کے کلام کی خامیوں کی طرف توجہ دلائی جائے تو وہ اسے توہین سمجھتے ہیں اگر یہی رویہ رہا تو نہ تو تنقید کا حق ادا ہو سکے گا اور نہ اصلاح کی صورت پیدا ہوگی۔ عام طور پر یہ نہیں دیکھا جاتا کہ شعر کیسا ہے اس کے مطالب قرآن واحادیث کے مطابق ہیں یا نہیں۔ عزیز احسن کلام میں زبان وبیان کی غلطیوں پر گرفت کو جائز اور مناسب قرار دیتے ہیں۔

نعتیہ اشعار میں شاعر کا ''انا'' سے کام لینا بھی بے ادبی کے مترادف ہوتا ہے۔ شاعر جس موضوع پر شعر کہتا ہے اس کے بارے میں اس کا علم مکمل ہونا چاہیے اور شعر صرف اس وقت کہا جائے ب اس کے لیے اس کے اندر سے تحریک ہو۔ عزیز احسن نے نعت کے لفظ میں موجود ''ن'' سے مراد نقش لیا ہے۔ اور اللہ کو نقاش ازلی خیال کرنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نقش اولین قرار دیا ہے۔

موجودہ ادبی فضا کو ملحوظ رکھتے ہوئے عزیز احسن نے خلوص نیت سے یہ مضمون لکھا اور شعر گوئی اور تنقید نگاری کے تجربات سے گزر کر اپنے خیالات کو کامیابی سے پیش کیا ہے۔ عنوان میں اقبال کا مصرعہ درج ہے اس میں شامل لفظ ''معجزہ'' کے محل استعمال پر مولانا نے توجہ دلائی ہے۔ انہوں نے سوال کیا ہے کہ ''معجزہ'' کا لفظ کسی غیر نبی یا کسی چیز کے ساتھ بولنا روا ہوگا؟ جب مدح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ''نعت'' کے لفظ کا کوئی اور استعمال روا نہیں تو ''معجزہ'' کا لفظ بھی اُردو دان معاشرے میں اللہ کریم کے اس فعل کے لیے خاص ہے۔ جو نبی ظاہر ہوتا ہے۔ مولانا نے ایک حدیث نقل کی ہے اور بتلایا ہے کہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی سے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ تمھیں ''لحن داؤدی'' ملا ہے بلکہ یہی فرمایا ہے کہ بلا شبہ تمھیں حضرت داؤد علیہ اسلام کی خوش الحانی سے حصہ ملا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نیاز فتح پوری، علامہ، انتقادیات، الوقار پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۵ء، ص۵۲

۲۔ عبداللہ، سید ڈاکٹر، اشارات تنقید، لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، ص۱۷

۳۔ آل احمد سرور، مجموعہ تنقیدات، لاہور الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، ص۱۳

۴۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۱، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اپریل ۱۹۹۵ء، ص۱۰۳

۵۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۳، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ستمبر ۱۹۹۶ء، ص۲۲۷

۶۔ ایضاً، ص۳۹

۷۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۴، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۱۹۹۷ء، ص۶۷

۸۔ ایضاً، ص۸۴

۹۔ ایضاً، ص۱۹۹

۱۰۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۵، نعت ریسرچ سینٹر کرچی، دسمبر ۱۹۹۸ء، ص۲۳

۱۱۔ ایضاً، ص۲۷۳

۱۲۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۷، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اگست ۱۹۹۹ء، ص۲۲۰

۱۳۔ ایضاً، ص۳۰۳

۱۴۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۸، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ستمبر ۱۹۹۹ء، ص۱۰۹

۱۵۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۹، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اپریل ۲۰۰۰ء، ص۶۴

۱۶۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۱۰، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اپریل ۲۰۰۰ء، ص۱۳

۱۷۔ ایضاً، ص۲۰۸

۱۸۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۱۱، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، مارچ ۲۰۰۱ء، ص۲۰۸

۱۹۔ ایضاً، ص۲۴۳

۲۰۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۱۲، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اکتوبر ۲۰۰۱ء، ص۲۶۰

۲۱۔ ایضاً، ص۳۱۹

۲۲۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۱۳، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۲۰۰۲ء، ۲۰۳

۲۳۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۱۴، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۲۰۰۲ء، ص۱۲

۲۴۔ ایضاً، ص۴۳

۲۵۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۱۵، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، مئی ۲۰۰۳ء، ص۱۵۲

۲۶۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر۱۷، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، نومبر ۲۰۰۴ء، ص۲۶۰

۲۷۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارنمبر۱۹، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۲۰۰۶ء، ص۲۶۰

۲۸۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۲۲، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ستمبر ۲۰۱۱ء، ص ۳۷۵

۲۹۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۲۴، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، جولائی ۲۰۱۴ء، ص ۲۸۰

محاکمہ

اس مقالے کے گزشتہ صفحات میں رجحان ساز ادبی جریدہ ''نعت رنگ'' کے پچیس شماروں کا تنقیدی اور تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا۔ ''نعت رنگ'' صنف نعت کی تفہیم وتہذیب کے حوالے سے اب ایک اہم جریدے کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔نعت محض ایک مستحسن تخلیقی عمل ہی نہیں بلکہ ایک مسلمان کے لیے اس کی اہمیت اس سے بڑھ کر ایک فریضے کی سی ہے۔فریضہ اس لیے کے اللہ عزوجل نے نہ صرف یہ کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب وممدوہ بنایا بلکہ قرآن پاک میں آپ کی بے شمار مقامات پر تعریف وتوصیف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آپ پر درودوسلام بھیجنے کا حکم دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممدوح وتوصیف کو گویا مسلمانوں پر فرض کردیا ہے۔

نعت کے لفظی معنی تعریف وتوصیف کے ہیں لیکن عربی وعجمی ادب میں اس کا استعمال پیغمبر اسلام کی مدح کے لیے کیا جاتا ہے۔

نعت ایک ایسی صنف سخن ہے جس پر تمام اصناف شعر کو ناز ہے۔نعت کی ابتدا تخلیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پہلے شروع ہوگئی تھی۔ پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل آنے والے تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں سے نصرت محمدی کا عہد لیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی تمام کتب سماوی میں موجود ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت نہ صرف مسلمانوں کو شعار رہا ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وثنا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے غیر مسلم شعرا بھی رطب اللسان رہے ہیں۔

جہاں تک باقاعدہ نعت گوئی کا تعلق ہے تو عالمی نعتیہ ادب کی پہلی باقاعدہ نعت عربی شاعر تبع یمنی کی ہے۔نعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب چچا ابوطالب اور آپ کے اصحاب حسان بن ثابت کعب بن زبیر وغیرہ سے ہوتی ہوئی۔ عبدالرحمٰن جامی سعدی شیرازی، احمد رضا بہلوی، محسن کاکوروی جیسے عشاق شعرا تک پہنچی تو نعت کی خوشبو عجمی شاعری کو عربی فصاحت وبلاغت کی صفات سے متصف کردیا۔

ہماری اُردو شاعری میں نعت کی روایت بڑی توانا اور مضبوط رہی ہے۔سارے کلاسیکل شعراء نے اپنی شاعری کو ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے معطر کر کے اپنے لیے توشہ آخرت کا سامان کیا ہے۔

جہاں تک اردو میں پہلی باقاعدہ نعت کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں اردو کے مورخین کی کثیر تعداد چندائن تصنیف کے مصنف ملا داؤد کو اولین نعت نگار تسلیم کرتی ہے۔ان سے قبل مسعود سعد سلمان کا دیوان ناپید ہونے کی وجہ سے اور امیر خسرو کے کلام میں اطاقی عناصر کی امیزش کی وجہ سے ان سے منسوب نعتیہ اشعار کو اولین نعتیہ اشعار قرار نہیں دیا جاسکتا۔

پاکستان میں اردو شاعری میں نعت ایک بڑی اہم صنف کے طور پر سامنے آئی ہے۔ پاکستان کا ہر شاعر خواہ وہ بڑا ہو یا

چھوٹا۔نعت گوئی کو اپنا مذہبی تخلیقی فریضہ سمجھتا ہے۔

نتیجاتاً پاکستان کی علاقائی زبانوں میں بالعموم اور اردو زبان میں بالخصوص نعت کہنے کا رجحان مسلسل فروغ پا رہا ہے۔ قیام پاکستان کے ابتدائی سالوں میں حفیظ جالندھری ماہری القادری، بہزاد لکھنوی، مولانا ظفر علی خان جیسے لوگوں نے صنف نعت کی باگ دوڑ سنبھالی اور دامن نعت کو وسعت بخشی۔اردو نعت کے فروغ میں جہاں مندرجہ بالا شعرا کی کاوشیں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ وہاں نعت کے فروغ میں مختلف اوقات میں شائع ہونے والے نعتیہ رسائل و جرائد کی خدمات بھی سراہے جانے کے قابل ہیں۔انہی نعتیہ مجلّات میں مجلّہ ''نعت رنگ'' میں بھی اپنی تابانیاں بکھیر رہا ہے۔''نعت رنگ'' کا اجرا ۱۹۹۵ء میں عمل میں آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ نعت کے حوالے سے ایک موثر جریدہ بن گیا۔اس کے زیر تحقیق ۲۵ شماروں میں نعت سے متعلق ایسے مضامین و مقالات شائع ہوئے جنہیں موتیوں سے تولنے والا کہا جا سکتا ہے۔اس جریدے کی ترتیب و تدوین میں پاک ہند کے اعلیٰ اذہان نے شاندار خدمات سرانجام دی ہیں۔

اس کے مدیر سید صبیح رحمانی کی کوششوں کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جنہوں نے بے سروسامانی کے عالم میں اس جریدے کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا اور ایسے استقامت مستقل مزاجی اور ثبات تسلسل سے جاری رکھا۔آج ''نعت رنگ'' ایک چھتنار درخت کی صورت اختیار کر چکا ہے۔اس کا ہر شمارہ قارئین ادب کے لیے نئے نئے موضوعات لاتا رہا ہے۔ یہاں اس بات کی نشان دہی ضروری ہے کہ ابتدا میں نعت کے موضوعات کو نامساعد ''نعت رنگ'' شمارہ ۱ سے ۲۵ تک موضوعات کا تنوع حیران کن ہے۔

''نعت رنگ'' نے نہ صرف نعتیہ ادب کو ایک منظّم تحریک کا روپ بخشا ہے بلکہ اس جریدہ نے صنف نعت کے حوالے سے نئے نئے افق تلاش کر کے دامن نعت کو وسعت تنوع اور وقار بخشا ہے۔انہی شاندار خدمات پر وزارت مذہبی امور کی طرف سے دو مرتبہ صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا ہے۔

''نعت رنگ'' کے علمی و ادبی معیار کو دیکھتے ہوئے عالم اسلام کے شہرت یافتہ ناقدین اور محققین نعت اپنے بیش قیمت تنقیدی و تحقیقی مضامین اس مجلّہ میں شائع کرانا اپنا اعزاز سمجھتے ہیں۔''نعت رنگ'' کا تحقیقی مطالعہ بتاتا ہے کہ حمد و نعت کی شاعری کا ایک مقصد عام شاعری کی طرح احساس جمال اور احترام آدمیت ہے نیز اپنی تہذیب و ثقافت کا تحفظ ہے۔

کوئی بھی صنف، رویہ، قدر رجحان اور نظریہ اسی وقت ایک باضابطہ روایت کا درجہ اختیار کرتا ہے جب وہ زیادہ سے زیادہ حوالوں اور افراد کے مکالموں میں زیر بحث آئے۔مختلف لوگ اس پر اظہار خیال کریں، جتنے زیادہ اہل فکر، اہل دانش، اہل نظر اور ادب و دانش سے وابستہ لوگ اس صنف، رویے، قدر، میلان اور نظریے کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کریں گے وہ اتنا ہی اہم، قابل ذکر، لائق توجہ اور وقیع ہوتا چلا جائے گا۔''نعت رنگ'' کے مندرجات تخلیقی ہوں یا تنقیدی، اب ادبی مکالمے کا موضوع بن چکے ہیں۔''نعت رنگ'' کی وجہ سے ہی یہ صنف ایک باقاعدہ تنقیدی نظام میں شامل ہو چکی ہے۔اس مقالے کے چاروں ابواب اپنی تحقیقی اور تنقیدی مباحث کا نچوڑ ہیں۔

نقدِ نعت ہو یا تحقیق نعت، ''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ اس صنف کی نئی جہتیں سامنے لا رہا ہے۔ ''نعت رنگ'' نے جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہلی مرتبہ تنقیدِ نعت کو رواج دیا۔ حالانکہ ہمارے بعض نقاد کہتے ہیں کہ نعت ادب سے ماورا ایک مختلف قسم کا اظہار ہے اسی بنا وہ نعت کے لیے تنقید کو روا نہیں سمجھتے جب کہ ''نعت رنگ'' نے نعت پر فنی، جمالیاتی، تنقیدی بحث کو فروغ دیا ہے۔ نعت کا محرک دو قسم کے جذبات ہیں۔ عقیدت اور عشق۔ ان دونوں کا محور و مرکز ایک عظیم المرتب ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ یہ دونوں جذبات انسانی دل میں موجزن ہوتے ہیں اور اسی زبان میں ظاہر ہوتے ہیں جسے عام اور روزمرہ دنیا سے لے کر شعری اظہار کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔ اس کی زبان دوسری اصناف سے مختلف ہو سکتی ہے مگر یہ اپنی شاعرانہ وسائل کو بروئے کار لاتی ہے جو دیگر شعری اصناف سے مخصوص ہیں گویا نعت لکھنا بھی ایک انسانی تخلیقی عمل ہے۔ اس لیے نعت لکھتے ہوئے نعت گو سے غیر ارادی اور لاشعوری غلطیوں کا امکان ممکن ہے اسی لیے تو یہ صنف نعت کا تنقیدی مطالعہ ناگریز ہے۔

''نعت رنگ'' کی تحقیقی خدمات بھی یقیناً معیار و مقدار ہر دو لحاظ سے لائق صد تحسین ہیں۔ ''نعت رنگ'' کی ان تحقیقی خدمات کا اعتراف ڈاکٹر وزیر آغا شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر وحید قریشی جیسی یکتائے فن شخصیات نے بھی کیا ہے۔ ''نعت رنگ'' میں دنیائے اردو کے سیر کردہ نقادوں اور باکمال محققین کی نعت گوئی کی تفہیم و تحسین میں لکھے جانے والے مضامین کے سلسلہ میں نعت کی تعریف اور تاریخ سے لے کر اردو شاعری میں نعت کے جدید ترین رجحانات تک مختلف موضوعات تک کا احاطہ کیا جاتا ہے۔

پچیس برسوں پر مشتمل ''نعت رنگ'' کے اس سفر سے قبل نعتیہ ادب کے سلسلہ میں فکر انگیز نکات بصورت اشارات تو ضرور مل جاتے ہیں تاہم کوئی جامع فکر انگیز مطالعہ اس اعلیٰ معیار کے ساتھ اس قدر وسیع پیمانے پر ہمارے سامنے نہیں آیا۔

''نعت رنگ'' نے صنف نعت کے لیے وہی خدمات سرانجام دی ہیں جو افسانہ کے فروغ کے لیے ''فنون'' اور انشائیہ کے فروغ کے لیے ''اوراق'' نے سرانجام دی ہیں۔ ''نعت رنگ'' نے نہ صرف اردو نعت کو دیگر اصناف سخن میں الگ مقام دلوایا ہے بلکہ دیگر اصناف سخن سے بھی زیادہ ممتاز اور ارفع
حیثیت عطا کر کے ایسے ایسے جدید غزل گو شعرا کو صنف نعت کی طرف راغب کیا ہے جو کل تک محبوب عارضی کے حسن فانی کے دل دادہ تھے لیکن آج حسن کامل کی قربتیں ان کا مقدر ہیں۔

ہم نے ایک طالب علمانہ جستجو کے ساتھ ''نعت رنگ'' میں اشاعت پذیر ہونے والے تحقیقی و تنقیدی مضامین کا مطالعہ کیا ہے اور اس مقالے میں پیش کر دیا ہے ہماری انتہائی سوچی سمجھی رائے ہے کہ ہمارا عہد صرف نعت کے تخلیقی امکانات ہی کا عہد ثابت نہیں ہوا بلکہ اس میں نعت کے تنقیدی رجحان اور تحقیقی رجحان نے بھی نمایاں طور پر فروغ پایا ہے۔ خصوصاً نعت کی ضرورت و اہمیت کا احساس اجاگر ہوا ہے۔ نعتیہ ادب کی تنقید اور تحقیق کے بارے میں اس احساس تک پہنچنے کے لیے ''نعت رنگ'' نے ایک طویل سفر انتہائی کامیابی سے طے کیا ہے۔ آج نعت پر تنقید و تحقیق کا سفر جاری ہے اور اس کارواں کا ہر قدم اس منزل سے قریب تر

ہوتا جا رہا ہے جس کی تمنا ''نعت رنگ'' کے آغاز میں کی گئی تھی۔ اس کے ۲۵ شمارے ہماری اس رائے کی تصدیق کرتے ہیں۔

''نعت رنگ'' میں شائع ہونے والے چند تحقیقی مضامین نعت کے سفر (سید آل احمد رضوی) ''تخلیق پاکستان اور ہماری نعتیہ شاعری'' (آفتاب احمد نقوی) ''چند مزید نعت نمبر'' سید صبیح رحمانی ''نعت گوئی ایک عظیم سچائی'' ایک بے کنار موضوع جاذب قریشی ''پاکستان میں نعتیہ انتخاب'' غوث میاں کا مضمون، ''اُردو نعت میں جدید اسالیب'' عزیز احسن ''غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری'' نور احمد میرٹھی ''جدید اُردو نعت اور آنکھیں'' منصور ملتانی، ''اُردو میں منظوم سیرت نگاری ایک جائزہ''، منصور ملتانی ''اُردو نعت کے موضوعات'' ڈاکٹر سید یحیی نشیط ''دکن کے چند نعت گو شعرا'' سید ابراہیم ندوی، ''اُردو نعت میں تلمیحات کا غیر محتاط استعمال'' رشید وارثی ''نعت کے جگنوؤں کے تعاقب میں۔۔۔ ماضی کا سفر'' ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، اردو حمد و نعت، فارسی روایات کے تناظر میں، ڈاکٹر عاصی کرنالی، ''اُردو نعت پر تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی کتب'' (پروفیسر شفقت رضوی) ''فروغ نعت میں نعتیہ صحافت کا کردار'' نہایت اہمیت کے حامل مضامین ہیں۔ اسکے علاوہ نعت رنگ میں شائع ہونے والے چند تنقیدی مضامین جن میں ''تابش دہلوی کی نعتیہ شاعری'' (ڈاکٹر اسلم فرخی) ممنوعات نعت، عاصی کرنالی ''نعت اور شعریت'' عزیز احسن ''عصر حاضر میں نعت نگاری''، شفیق دین شارق ''نعت خواں اور نعت نگار محمد اعظم چشتی'' پروفیسر حفیظ تائب ''اردو نعت مین جدید اسالیب'' عزیز احسن ''شاہ لطیف کی نعتیہ شاعری'' آفاق احمد صدیقی ''آفتاب کریمی کی حمدیہ شاعری'' آفاق احمد صدیقی ''انشا کی نعتیہ شاعری'' ڈاکٹر سید تقی عابدی'' اہمیت کے حامل یہ مضامین نعتیہ شاعری میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

''نعت رنگ'' کا یہ اُچھوتا، انوکھا رنگ جو اسے ایک مجلّے، ایک شمارے، ایک کتابی سلسلہ سے بہت آگے لے جا کر ایک تحریک، ایک منصوبے، ایک مشق، ایک مقصد اور ایک ادرش کا روپ دے رہا ہے کہ نعت کاری کے لئے سادہ کاری کی ضرورت ہے، نہ پرکاری کی نہ پرتو عبادت گزاری، عشق کے ذریعے عالم آرائی کا منصب ہے، جسے شاعر اپنے عمومی رنگ شاعری سے ہم آہنگ نہ سمجھے۔ غزل، نظم یا رُباعی کو محض صنف کی صورت میں برتا جائے تو یہ کاوشیں ذات سے کائنات کا سفر ٹھہرے گی۔ مگر نعت خواہ وہ غزل کے اُسلوب میں کہی جائے یا نظم، رُباعی، قطعہ، بند، مخمس، مسدس، ہائیکو کے روپ میں اس کا سفر کائنات سے اٹھ کر ذات تک آجانا چاہیے اسی کو اُسلوب ''نعت رنگ'' کہے جو رنگ نعت بن کر قلوب پر حکمرانی کرتا ہے۔ اس کے رنگوں میں تاریخ بھی ہے اور ادب بھی۔ تاریخ ان معنی میں کہ نعت کے میدان میں اب تک کیے گئے کاموں کا حوالہ اور جائزہ بھی ہے اور اس مضمون کے تحت نئے امکانات کا پتہ بھی۔ تمام مسالک سے نباہ کرنا اور وہ بھی ایک خصوصی عنوان کے تحت ایک مشکل کام تھا جسے اس پرچے نے خوب نبھایا ہے۔ اب سے پہلے نعت کے حوالے سے جریدے اور شمارے اپنے اپنے اندر میں اشاعتوں کا سنگھاسن پر استحسان کی ترازو میں معیار کا حوالہ بنتے رہے ہیں، مگر نعت کی تشکیل کے ساتھ اسے ادبی نقد و نظر میں گزارنے کے قابل قدر کاوش، نعت پر تحقیق کرنے والوں کی مدد اور معاونت، فن نعت کے تقاضوں سے ہم آہنگ نعتیہ الفاظ کا تعین، نعت گو شعراء کرام کی بہبود کا سامان، نعت کے حوالے سے دنیا بھر میں ہونے والے کام کے درمیان ربط وارطباعت کا اہتمام اور مشرق و مغرب میں اقلیم نعت اور نعت ریسرچ سنٹر کے قیام کا عملی اقدام ایسی جہتیں ہیں۔ جو نعتیہ رنگ ہی سے عبارت ہیں۔ انہی ممتاز کناؤں سے ''نعت

رنگ‘‘ کو محض کتابی سلسلہ کہنا یا ادبی مجلّہ گردانا مناسب نہ ہوگا۔

کتابیات

فہرست نعت رنگ

۱۔ سید صبیح رحمانی، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اپریل ۱۹۹۵ء

۲۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۲، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۱۹۹۵ء

۳۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۳، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ستمبر ۱۹۹۶ء

۴۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۴، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۱۹۹۷ء

۵۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۵، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۱۹۹۸ء

۶۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۶، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ستمبر ۱۹۹۸ء

۷۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۷، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اگست ۱۹۹۹ء

۸۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۸، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ستمبر ۱۹۹۹ء

۹۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۹، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، مارچ ۲۰۰۰ء

۱۰۔ ایضاً نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۰، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اپریل ۲۰۰۰ء

۱۱۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۱، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، مارچ ۲۰۰۱ء

۱۲۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۲، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اکتوبر ۲۰۰۱ء

۱۳۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۳، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۲۰۰۲ء

۱۴۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۴، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۲۰۰۲ء

۱۵۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۵، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، مئی ۲۰۰۳ء

۱۶۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۶، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، فروری ۲۰۰۴ء

۱۷۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۷، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، نومبر ۲۰۰۴ء

۱۸۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۸، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۲۰۰۵ء

۱۹۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۹، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۲۰۰۶ء

۲۰۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۲۰، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اگست ۲۰۰۸ء

۲۱۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۲۱، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، دسمبر ۲۰۰۹ء

۲۲۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۲۲، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ستمبر ۲۰۱۱ء

۲۳۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۲۳، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، اگست ۲۰۱۲ء

۲۴۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۲۴، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، جولائی ۲۰۱۴ء

۲۵۔ ایضاً، نعت رنگ، شمارہ نمبر ۲۵، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، جولائی ۲۰۱۵ء

دیگر کتب

۲۶۔ ابولیث صدیقی، لکھنو کا دبستان شاعری اردو مرکز لاہور ۱۹۴۰ء

۲۷۔ افضال احمد انور ڈاکٹر، نعت رنگ اہل علم کی نظر میں نعت ریسرچ سنٹر کراچی ۲۰۰۹ء

۲۸۔ انور محمود راجہ، اردو میں سیرت الرسول، اقبال اکیڈمی ۱۹۸۹ء

۲۹۔ آفتاب کریمی، سفیر نعت، شمارہ نمبر ا، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، اردو بازار کراچی، اکتوبر ۱۹۹۹ء

۳۰۔ آل احمد سرور، مجموعہ تنقیدات، لاہور الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء

۳۱۔ حافظ محمد اظہر سعید موضوعاتی اشاریہ اسیرہ العالمی اور نعت رنگ، نعت ریسرچ سنٹر کراچی ۲۰۰۳ء

۳۲۔ حافظ لدھیانوی، ثنائے خواجہ، مکتب فاران کراچی، ۱۹۰۳ء

۳۳۔ حفیظ جالندھری، شہانا اسلام، الحمد پبلیشر لاہور ۱۹۸۴ء

۳۴۔ رشید محمود راجہ، پاکستان میں نعت، ایجوکیشنل تدریس لاہور ۲۰۰۰ء

۳۵۔ رشید وارثی اردو نعت کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ، نعت ریسرچ سنٹر کراچی ۲۰۱۰ء

۳۶۔ رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر، اُردو میں نعتیہ شاعری، کراچی، اُردو اکیڈمی سندھی، ۱۹۷۶ء

۳۷۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر افسانوی ادب سنگ میل لاہور ۲۰۰۱ء

۳۸۔ ریاض مجید، ڈاکٹر اُردو میں نعت گوئی، اقبال اکیڈمی پاکستان، ۱۹۹۱ء

۳۹۔ سلطانہ بخش، ڈاکٹر، تحقیق اُردو میں اُصول تحقیق، اُردو اکیڈمی لاہور، ۲۰۱۴ء

۴۰۔ سید ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر نعت اور تنقید نعت، نعت ریسرچ سنٹر کراچی ۲۰۰۹ء

۴۱۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، اشارات تنقید، لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء

۴۲۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، سخن ور نئے اور پرانے، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۲ء

۴۳۔ شبیر احمد قادری، ڈاکٹر فن اداریہ نویسی اور نعت رنگ نعت ریسرچ سنٹر کراچی ۲۰۱۰ء

۴۴۔ شفقت رضوی پروفیسر نعت رنگ کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ، میجر منیر اکیڈمی کراچی ۲۰۰۴ء

۴۵۔ شیر محمد اعوان، احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری مکتب رضا لاہور ۱۹۹۸ء

۴۶۔ شہزاد احمد، ڈاکٹر، نعت رنگ کے پچیس شمارے، نعت ریسرچ سینٹر کراچی، ۲۰۱۵ء

۴۷۔ عزیز احسن، اردو نعت اور جدید اسالیب نعت ریسرچ سنٹر کراچی ۱۹۹۸ء

۴۸۔ عزیز احسن منبر نازک ہے نعت ریسرچ سنٹر کراچی ۲۰۰۷ء

۴۹۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو کی نعتیہ شاعری، طفیل آرٹ پرنٹر لاہور، ۱۹۷۲ء

۵۰۔ قاضی عبدالودود، اُصول تحقیق، اُردو سوسائٹی لکھنو یونیورسٹی، ۱۹۷۶ء

۵۱۔ کوکب نورانی اوکاڑوی، نعت اور آداب نعت، نعت ریسرچ سنٹر کراچی ۲۰۰۳ء

۵۲۔ گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، سیونتھ سکائی پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۴ء

۵۳۔ ماہر القادری، ذکر جمیل، دین محمد اینڈ سنز، ۱۹۷۵ء

۵۴۔ ماہنامہ برقاب، لاہور، اشاعت خاص بسلہ حفیظ تائب نمبر حفیظ تائب کا نعتیہ اُسلوب، وحید قریشی، نومبر ۱۹۹۹ء

۵۵۔ ماہنامہ ماہ نور، لاہور، مشمولہ حفیظ تائب، مسلم ثقافت کے خدوخال، خصوصی شمارہ، مسلم فن وثقافت نمبر، ۱۹۸۰ء

۵۶۔ محمد اکرم رضا، نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش، نعت ریسرچ سنٹر کراچی ۲۰۱۲ء

۵۷۔ محمد حسین شاید رضوی، ڈاکٹر بلبل بوستان مدینہ دوستی مالے گاؤں انڈیا ۱۹۹۵ء

۵۸۔ محمد سہیل شفیق ڈاکٹر، اشارے نعت رنگ (شمارہ ۱ تا ۲۰) نعت ریسرچ سنٹر کراچی ۲۰۰۹ء

۵۹۔ مفتی احمد یار خان جاء الحق، مکتبہ اسلامیہ لاہور ۲۰۰۵ء

۶۰۔ ممتاز حسین، خیر البشر کے حضور، فروغ اردو لاہور ۱۹۷۵ء

۶۱۔ مولانا سعید انصاری، سیر انصار، دار المصنفین اعظم گڑھ، بھارت، ۱۹۸۴ء

۶۲۔ نیاز فتح پوری، علامہ، انتقادیات، الوقار پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۵ء

۶۳۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، فلیپ صلوعلیہ والہ، حنیف اسعدی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۹۷ء